www.KitaboSunnat.com

سماعِ موتیٰ

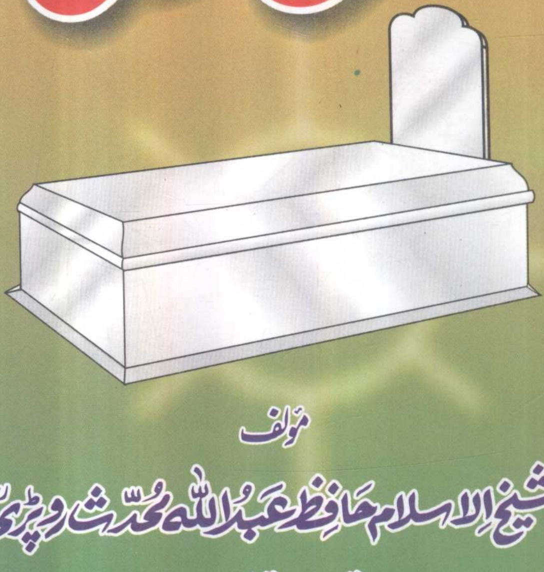

مؤلف

شیخ الاسلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ

تبویب وتخریج

حافظ عبدالوہاب روپڑی

ناشر

محدث روپڑی اکیڈمی

جامع القدس چوک دالگراں، لاہور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ

رشد لائبریری جامعہ لاہور الاسلامیہ
کتاب نمبر ....
91-بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

سماع موتیٰ

جامعہ لاہور الاسلامیہ
دار الرشاد
کتاب نمبر
91-بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

مؤلف

شیخ الاسلام حافظ عبد اللہ محدث روپڑی

تبویب وتخریج

حافظ عبد الوہاب روپڑی

www.KitaboSunnat.com

ناشر

محدث روپڑی اکیڈمی جامع القدس چوک دالگراں لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق طباعت واشاعت

محدث روپڑی اکیڈمی لاہور محفوظ ہیں

نام کتاب .... **سماع موتیٰ**

مولف .... شیخ الاسلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ

طبع .... اول

تعداد .... ایک ہزار

قیمت ....

سن اشاعت ۲۰۰۱ء

کمپوزنگ .... **حافظ نصر اللہ بھٹی**

LIBRARY
Islamic
University
Book No.
1975
Block, Garden Town, Lahore

ناشر

محدث روپڑی اکیڈمی جامع القدس چوک دالگراں لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
۱	عرض ناشر	7
1	الاستفتا	9
2	سماع موتی واستمداد	10
3	احناف کے نزدیک فہم صحابہ حجت نہیں	16
4	اہل حدیث اور اہل تقلید میں فرق	21
5	خلاف قیاس بات اپنے محل پر بند رہتی ہے	22
6	میت کا سننا خلاف قیاس ہے	23
7	کسی امر کو عبادت قرار دینا شارع کا کام ہے	30
8	الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا جائز نہیں	32
9	سماع موتی پر دلکش تقریر	33
10	فقہائے احناف اور سماع موتی	35
11	علم وشعور کی اقسام	37
12	سمع اور ثقبہ مجوفہ	38
13	تعجب	39
14	مولوی پھلواری کی ترجمہ میں غلطی	42
15	مولوی پھلواری کی چالاکی	43
16	حرف نداء سے خطاب کی تحقیق	48
17	روایت کا ضعف	52
18	حدیث عائشہؓ جیاء من عمر کی وضاحت	54
19	اقسام تصرفات	57
20	اخروی تصرفات	57

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
21	دینوی تصرفات	58
22	استمداد کی شروط	59
23	مولوی پھلواری صاحب کی خیانت	60
24	شاہ ولی اللہ اور استمداد	63
25	شاہ عبدالعزیز اور استمداد لغیر اللہ	69
26	دعا کے وقت قبلہ رخ ہونا	69
27	میت سے استمداد شرک ہے	70
28	قبر کو بوسہ دینا نصاریٰ کی عادت	73
29	غیر اللہ کو پکارنا ان کی عبادت ہے	75
30	غوث اعظم اور تفریح الخاطر	76
31	غوث اعظم کا اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنا	77
32	منکر نکیر اور غوث اعظم	78
33	اللہ تعالیٰ کی توہین	79
34	وسیلہ کا معنیٰ	85
35	خلافت عثمانؓ کے واقعہ کی حقیقت	85
36	یہ روایت شاذ ہے	86
37	یہ روایت مضطرب ہے	87
38	مکان کا بابرکت ہونا اور مسئلہ توسل واستمداد	92
39	زیارت قبور کی اقسام	94

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفحہ نمبر	فہرست مضمون	نمبر شمار
94	شرعیہ	40
95	بدعیہ	41
99	حدیث دارمی کی تحقیق	42
104	استدراج اور مشرکین	43
105	شیطان کی دعا میں حیلہ سازی	44
113	ابن تیمیہؒ اور استمداد و سماع موتی	45
117	امام شافعیؒ اور موسیٰ کاظم کے واقعہ کی حقیقت	46
118	روضہ رسول ﷺ اور ائمہ دین	47
118	یہ روایت امام شافعیؒ کے مذہب کے خلاف ہے	48
119	تریاق مجرب کی حقیقت	49
121	امام زین العابدین اور قبر نبوی ﷺ	50
124	توسل اور استمداد	51
127	حکایات اور ان کی تحقیق	52
130	کسی چیز کا وجود اس کے مستحسن ہونے کی دلیل نہیں	53
131	اصلاح قلب اور زیارت قبور	54
135	یہ روایت ثابت نہیں	55
136	شیطانی دھوکہ	56
138	یہ روایت بے سند ہے اور توسل و استمداد سے کوئی تعلق نہیں	57
140	اعرابی کے اشعار کی حقیقت	58

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	فہرست مضمون	صفحہ نمبر
59	اسرائیلیات حجت نہیں	142
60	یہ حدیث مضطرب ہے	143
61	اس روایت پر کلام کی وجوہ	148
62	حرف واؤ ندا نہیں ندبہ ہے	152
63	کلمہ "لو" کا معنی	162
64	توسل واستمداد کے قائلین کی نئی دلیلیں	173
65	خلیفہ ثانی اور خوف شرک	176
66	تقرب الٰہی کے لئے سفر	176
67	امام مالک رحمہ اللہ اور زیارت قبر نبوی ﷺ	178
68	حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قبر نبوی ﷺ پر آنا	182
69	ابوحنیفہ اور روضہ اطہر پر قیام	188
70	امام محمد برکوی اور رسالہ زیارۃ القبور	191

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

برصغیر (پاک وہند) میں جن علمائے اہلحدیث نے مقلدین احناف کے غلط عقائد کی اصلاح کی طرف توجہ کی ان میں حضرت العلام مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کا نام سرفہرست ہے حضرت العلام مرحوم ومغفور اپنے دور کے جلیل القدر عالم دین، مجتہد، مفتی اور مناظر تھے تمام علوم اسلامیہ پر انکی نظر وسیع تھی اور مذاہب اربعہ پر ان کا مطالعہ بہت زیادہ وسیع تھا مقلدین احناف نے بیشتر دینی مسائل میں حدیث نبوی ﷺ سے اختلاف کیا ہے اور حدیث کے مقابلہ میں اپنے امام کے قول کو ترجیح دی ہے حالانکہ مذہب حنفی کے بانی حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے

کہ جب میرے قول کے مقابلہ میں صحیح حدیث مل جائے تو اس وقت میرے قول پر عمل کرنا چھوڑ دو اور صحیح حدیث پر عمل کرو لیکن علمائے تقلید اپنے تقلیدی تعصب میں غلو کی وجہ سے اس طرف توجہ نہیں کرتے۔

''سماع موتی'' کے مسئلہ میں علمائے تقلید کا عقیدہ یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں اور ہماری حاجتیں بھی پوری کرتے ہیں حالانکہ یہ عقیدہ کتاب وسنت کی روشنی میں سراسر غلط ہے ۱۹۳۵ء سے قبل ایک رسالہ بنام سماع موتی واستمداد علمائے تقلید کی طرف سے شائع ہوا تھا اس رسالہ کا جواب حضرت العلام مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ نے اس وقت ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث روپڑ میں بالاقساط دیا تھا اور بعد اب ہم بفضل للہ تعالیٰ کتابی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ کتاب عرصہ ۶۶ سال سے نایاب ہو چکی تھی اب اس کتاب کو محدث روپڑی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکیڈمی لاہور نے دوبارہ شائع کیا ہے اور اسی طرح محدث روپڑیؒ کی تمام کتب کو طباعت کے زیور سے آراستہ کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت العلام مرحوم ومغفور کے درجات بلند کرے اور اس کتاب کو عوام وخواص میں مقبول بنائے۔

خادم العلماء

حافظ عبدالوہاب روپڑی

ناظم: محدث روپڑی اکیڈمی چوک دالگراں لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں :۔

(۱) دعاء میں بحرمت فلاں یا بحق فلاں کہنا

(۲) یا کسی بزرگ کی قبر پر جا کر یوں کہنا کہ یا ولی اللہ میرے لئے دعاء مانگ کہ اللہ میرے حال پر رحم کرے، کیونکہ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور فریاد سنتے ہیں،

(۳) یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اولیاء عظام کو خدا کی خدائی میں اختیارات اور تصرفات حاصل ہیں۔

(۴) یا یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ عظام بعض اوقات بشریت سے خارج ہو کر الوہیت کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ یا حقیقت میں بشر ہی نہیں۔

(۵) یا ان کو حاضر ناظر سمجھنا اور ان کے عالم الغیب ہونے کا اعتقاد رکھنا،

(۶) یا غیر اللہ کی منت ماننا،

(۷) یا مولود کرنا۔

(۸) یا یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء بغیر اجازت خدا کے شفاعت کر سکتے ہیں۔

(۹) یا شیخ عبد القادر جیلانی **شیئاً للہ** کہنا۔

(۱۰) یا بزرگوں کی قبروں سے استفادہ کرنا، یعنی فیض ظاہری اور باطنی حاصل کرنا۔

جواب

اس استفتاء کا جواب ہم پہلے مندرجہ ذیل رسائل میں بڑی تفصیل کے ساتھ دے چکے ہیں: دعا بحرمت انبیاء، وسیلہ بزرگاں، نور محمدی، بکرادیوی، ردّ بدعات، اور بعض کے جوابات اخبار تنظیم اہلحدیث کے متفرق نمبروں میں بھی ہو چکے ہیں، اب ہم ایک رسالہ کا جواب دیتے ہیں، جس سے اس استفتاء پر بھی روشنی پڑے گی، انشاء اللہ۔ اس رسالہ کا نام جس کا ہم جواب دینا چاہتے ہیں۔ ”سماع موتی واستمداد“ ہے۔

عبداللہ امرتسری

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سماع موتی واستمداد

کچھ عرصہ ہوا ایک دوست نے بغرضِ جواب یہ رسالہ دیا تھا۔ میں چونکہ قلیل الفرصت ہوں اس لئے اس رسالہ کے مطالعہ کا اتفاق نہیں ہوا چہ جائیکہ جواب لکھتا، اب اس استفتاء کے جواب کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ اس رسالہ کا جواب بھی دینا چاہئے، تاکہ مسئلہ سماع موتی ومسئلہ استمداد پوری روشنی میں آجائے، اورکسی صاحب کوکسی طرح کے کلام کی گنجائش نہ رہے۔

اس رسالہ کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ مضمون درحقیقت بغرض اندراج ''الفقیہ'' امرت سرکو بھیجا گیا تھا بعد میں رسالہ کی صورت میں شائع کیا گیا۔ جس کو آج ۲۴ سال کا عرصہ ہوگیا ہے۔ کیونکہ سنہ ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوا ہے اب سنہ ۱۳۵۴ھ ہے۔ مضمون نگار مولوی حسن میاں پھلواری ہیں۔ ہم ان کی عبارت لفظ بلفظ نقل کریں گے تاکہ ہمارا جواب دیکھنے والے کو اصل رسالہ خریدنے کی ضرورت نہ رہے۔ مولوی حسن میاں کی عبارت کوعنوان ''پھلواری'' ہوگا اور ہماری عبارت کا عنوان جواب، خدا سے دعا ہے کہ مجھے تحقیق حق کی توفیق دے اور بھائیوں کو قبول کرنے کی۔ آمین

پھلواری:- امابعد سماع موتی وغیرہ کے مسئلہ پر جب مباحثہ شروع ہوتا ہے۔ تو فریقین میں سے کسی کو اصل مسئلہ پر روشنی ڈالنے کا خیال نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حق ان کی آنکھوں سے چھپا رہتا ہے۔ ہر فریق پہلے سے اپنے ذہن میں ایک اعتقاد جازم رکھ لیتا ہے۔ پھر اسی بنا پر روایت کشی کرتا ہے۔ اور اپنے فریق کی پیش کردہ آیات واحادیث کی تاویلات بعید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ مثلاً منکرین سماع موتی کا طرز استدلال یوں ہے۔ کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔(۱) انك **لاتسمع الموتیٰ** تو مردوں کونہیں سنا سکتا(۲) **ومانت بمسمع من فی القبور** تو قبروالوں کونہیں سنا سکتا۔اس سے معلوم ہوا کہ مردے نہیں سُن سکتے۔ اورحضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے تفقہ اور خداد علمی قابلیت کے رُو سے قلیب بدر کے قصے میں سماع اموات سے انکار کرتے ہوئے اسی آیت کو استدلال میں پیش کرتی ہیں،اور پھر انہی نصوص کی وجہ سے فقہائے حنفیہ حلف کے مسئلہ میں **فان المیت لایسمع** لکھ دیا کرتے ہیں۔جیسا کہ اکثر فتاویٰ کتب حنفیہ میں مصرح موجود ہے۔

یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں نہ قرآن کی آیت غلط نہ فقہائے کرام کے مسائل مصرحہ غلط،مگر خدارا فریق ثانی کے استدلال ومعارضہ پر بھی ذرا غور کیجئے وہ کہتے ہیں کہ آیات مستدلہ سے سماع اموات ہرگز مستنبط نہیں ہوتا۔اس لئے کہ ان **الاموات لایسمعون** نہیں وارد ہوا،جو بطور استدلال **عبارۃ النص** پیش ہو،اور

آیات مذکورہ سے موتی سے مراد مُردے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ استعارہ ہے،کفار کے ساتھ کہ ان کو اموات سے تشبیہ دی گئی ہے۔اوروجہ شبہ(مشبہ ومشبہ بہ میں) عدم اجابت (عدم قبول) ہے نہ عدم سمع،اور یہ ظاہر ہے کہ کفار بہرے نہ تھے،نہ ان کی قوت سمعیہ زائل تھی، بلکہ ان کو قبول نہ تھا،یعنی سن کر پھر اجابت حق نہ کرتے تھے کیا **صُمٌّ عُمْیٌ** میں کوئی اہل علم کہہ سکتا ہے کہ وہ سب گونگے بہرے،اندھے تھے؟ لا واللہ،وجہ شبہ اموات اور کفار میں وہی عدم اجابت (عدم قبول) ہے۔پھر اسے عدم سمع کیونکر ثابت ہوا؟۔

جواب:- یہاں تین طرح سے کلام ہے۔اول یہ کہ جب آپ تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ فقہاء ان ہی نصوص سے نفی سماع موتی پر استدلال کرتے ہیں اور آپ کے نزدیک یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استدلال صحیح نہیں۔تو پھر آپ کا یہ کہنا کیونکہ صحیح ہوگا۔کہ نہ قرآن کی آیت غلط نہ فقہائے کرام کے مسائل مصرحہ غلط‘‘ کیونکہ جب آپ کے نزدیک یہ نصوص نفی سماع پر دلالت نہیں کرتیں۔تو فقہاء پر تو آپ نے پہلے ہاتھ صاف کرلیا۔

دوم یہ کہ سماع ثابت کرنے سے مقصود تو آپ کا استمداد ہے۔جب اجابت (قبول) نہیں کرتے تو اس میں بحث ہی فضول ہے۔ویسے سماع سے کیا فائدہ؟ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ان تدعوهم لا يسمعوا دعاءكم ولو سمعوا ما استجابوا لكم ويوم القيامة يكفرون بشرككم.

ترجمہ: یعنی اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنیں گے، اگر بالفرض سنتے[1] تو قبول نہ کرتے، اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کریں گے۔

---

(۱) اگر کہا جائے کہ یہ بتوں کی بابت ہے تو اس کے تین جواب ہیں ایک یہ کہ یہ عام ہے۔ملاحظہ ہو تفسیر جمل وغیرہ، تفسیر جمل میں ہیں: **يجوز ان يرجع هذا الى المعبودين ممن يعقل كالملائكة والجن والانبياء والشياطين اى ان يجهدون ان يكون مافعلتموه حقا وانعم امروكم بعبادتهم كما امر الله عن عيسى بقوله مايكون لى ان اقول ماليس لى بحق ويجوز ان يندرج فيه الاصنام ايضا يحيها الله حتى تخبربانها ليست اهلا بعبادة (جمل جلد ۳ ص ۵۸۷)**

یعنی جائز ہے کہ اس آیت میں صرف اہل عقل مراد ہوں، جیسے فرشتے، جن، انبیاء علیہم السلام، شیاطین، یہ تمام ان لوگوں کی عبادت کرنے سے انکار کردینگے، جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ قیامت کی دن کہیں گے، میرے لئے لائق نہیں کہ میں وہ بات کہوں جو میرا حق نہیں اور جائز ہے کہ اس میں بت بھی داخل ہوں، بتوں کو اللہ زندہ کرے گا تاکہ وہ خبر دیں کہ وہ عبادات کے لائق نہ تھے اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بزرگ تو ہر صورت میں مراد ہیں خواہ بت مراد ہوں یا نہ، اسی طرح دیگر تفاسیر میں ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوم یہ کہ آپ نے جو وجہ شبہ عدم اجابت قرار دی ہے۔ یہ ٹھیک نہیں کیونکہ قرآن میں ہے۔

انما یستجیب الذین یسمعون والموتی یبعثهم الله (الآیہ)

یعنی قبول وہی لوگ کرتے ہیں، جو سنتے ہیں یعنی کافر سنتے ہی نہیں اور مُردوں کو اللہ اٹھائے گا دیکھئے! اس آیت میں قبول کا الگ ذکر ہے اور سمع کا الگ۔ اور کافروں سے سمع کی نفی فرمائی ہے۔ پس وجہ شبہ عدم سمع ہے۔ مگر چونکہ شبہ بہ میں وجہ شبہ اتم ہوتی ہے یعنی جب تشبیہ سے مقصود الحاق ناقص بالکامل ہو اس لئے موتی میں تو سمع سرے سے نہیں اور کفار میں سمع نافع نہیں، یعنی خالی آواز سنتے ہیں۔ جس کا مطلب کچھ نہیں سمجھتے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار ظاہر میں اگرچہ بُت پوجتے تھے، مگر مقصود ان کا بزرگوں کی پوجا تھی۔ بتوں کو بزرگوں کے اتار سمجھ کر بطور یادداشت کے سامنے رکھتے، جیسے آجکل تعزیہ کی پوجا ہوتی ہے۔ ورنہ بیوقوف سے بیوقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا، کہ اپنی ہاتھ کی بنائی ہوئی شئے مرادیں دے سکتی ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ **اولئك الذین یدعون یبتغون الیٰ ربهم الوسیلہ** ۔ یعنی جنکو کافر پکارتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف وسیلہ یعنی قرب ڈھونڈتے ہیں، کیا بُت بھی قُرب ڈھونڈتے ہیں؟ نیز ایک اور آیت میں ہے۔ **ومن اضل ممن یدعوا من دون الله من لایستجیب لہ الیٰ یوم القیامة وهم عن دعاء هم غافلون** ۔ (سورہ زخرف پ ۲۶) یعنی اس سے کون زیادہ گمراہ ہے جو اللہ کے سوا ان لوگوں کو پکارے جو قیامت تک قبول نہیں کرتے اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں، دیکھئے اس آیت میں من دون اللہ ہے یعنی جو اللہ کے سوا ہو۔ خواہ کوئی ہو، اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔ **والذین یدعون من دون الله لایخلقون شیئا وهم یخلقون اموات غیر احیاء ومایشعرون، ایان یبعثون(النحل پ ۱۴)** ۔ یعنی، جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں مردے ہیں زندہ نہیں، اور ان کو یہ خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ومثل الذین کفروا کمثل الذی ینعق بمالا یسمع الادعاء ونداء صم بکم فھم لایعقلون (الآیہ پ ۲)

یعنی کافروں کو بلانے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے، جو ایسی شئے کو پکارتا ہے جو صرف پکار آواز سنتی ہے۔ بہرے، گونگے، اندھے ہیں، پس وہ نہیں سمجھتے۔

ردالمختار جلد۳ص ۸۳۶ باب الیمین فی الضرب الخ میں بحوالہ فتح القدیر لکھا ہے:

یشکل علیھم مافی مسلم ان المیت یسمع قرع نعالھم اذا انصرفوا الا ان یخصوا ذلک باول الوضع فی القبر مقدمۃ للسوال جمعا بینہ وبین الآیتین (ای قولہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتیٰ وقولہ تعالیٰ وما انت بمسمع من فی القبور) فانہ شبہ فیھما الکفار بالموتیٰ لافادۃ بعد سماعھم وھو فرع عدم سماع الموتیٰ ھذا حاصل ماذکرہ فی الفتح ھنا وفی الجنائز۔

یعنی حنفیہ پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ جب میّت کو دفن کر کے لوٹتے ہیں تو میت ان کے پاؤں کی آواز سنتی ہے لیکن حنفیہ اس کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ مُردے کی دفن کی وقت کے ساتھ خاص ہے تاکہ مُردے سے (منکر نکیر کا) سوال جواب ہو۔ اس طرح سے اس حدیث اور دونوں آیتوں **انک لاتسمع الموتیٰ** اور **وماانت بمسمع من فی القبور** میں موافقت ہو جائے گی، کیونکہ ان آیتوں میں کفار کو مُردوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے، تاکہ (اللہ اپنے رسول پر یہ) ظاہر کر دے، کہ کفار کا (آپکی) بات کو سننا بعید امر ہے، اور یہ مطلب مُردوں کے عدم سماع پر موقوف ہے۔

دیکھئے! اس عبارت میں وجہ شبہ وہی بیان کی ہے، جو ہم نے بتلائی ہے۔ یعنی کفار کا سننا بعید بات ہے جیسے مردے نہیں سنتے تعجب ہے کہ آپ ... کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب اپنے فقہاء کے خلاف بیان کرتے ہیں۔

جو کہنا ہے سو کہہ لیکن سمجھ کر مردِ نعمانی
لگانا آگ اپنے گھر کو کیسی ہے یہ نادانی

پھلواری:۔اور سنئے! انك **لاتسمع الموتیٰ** اور **وماانت بمسمع من فی القبور** (تو مردوں کو نہیں سنا سکتا، تو قبروں والوں کو نہیں سنا سکتا) فرمایا گیا جو بات افعال سے ہے۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ تم نہیں سنا سکتے ہو، اور خدا بھی انہیں نہیں سُنا سکتا، کیا آیت انك **لاتهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء** (تو نہیں ہدایت کرتا جس کو دوست رکھے، اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) اس بات کی صاف دلیل نہیں؟

جواب: آپ کو قرآن کی آیت یاد نہیں؟ **انک لاتهدی** سے استدلال کی کیا ضرورت ہے آیت **وما انت بمسمع من فی القبور** سے پہلے یہ لفظ ہے۔ **ان الله یسمع من یشاء** پ۲۲ یعنی، اللہ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے، مگر جب ہم نہیں سنا سکتے تو مسئلہ استمداد کی جڑ ہی کٹ گئی، کیونکہ اگر ہم اللہ کے سنانے پر استمداد کریں، تو اللہ تو بتوں کو بھی سنا سکتا ہے، تو کیا بتوں سے بھی استمداد جائز ہے؟ کیا اللہ نے کہیں کہا ہے کہ تم مُردوں کو پکارو میں تمہاری فریاد ان تک پہنچانے کا ذمہ دار ہوں؟ بلکہ قرآن میں ارشاد ہے۔ **ان تدعوهم لایسمعوا دعاء کم ولو سمعوا مااستجابوا لکم** (پ ۲۲) یعنی اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنے گا۔ اگر سنتے تو قبول نہ کرتے۔

امام ابوحنیفہ اور سماع موتی

یہی وجہ ہی کہ امام ابوحنیفہؒ نے ایک شخص کو جو بزرگوں کی قبر پر جا کر ان سے دعا چاہتا تھا، جھڑکا تھا، چنانچہ غرائب فی تحقیق المذاہب میں ہے، اصل عبارت حاشیہ نمبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) میں ملاحظہ ہو۔

خدا کی شان مولوی پھلواری صاحب کی تمہید ہی آئندہ بحثوں کی صاف کر رہی ہے۔ مگر اسی پر خوش ہیں۔ سچ ہے۔

یکے بر سرِ شاخ و بُن می بُرید

احناف کے نزدیک فہم صحابہ نہیں

پھلواری:- اب رہا حضرت صدیقہ کا قول اور ان کا استدلال تو اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے۔ کہ فہم صحابہ حجت [1] نہیں ہے، بالخصوص بمقابلہ نص و مخالفت دیگر صحابہ کرام

---

(۱) غرائب فی تحقیق المذاہب کی اصل عبارت یہ ہے:-

رای الامام ابو حنفیة من یاتی القبور لاهل الصلاح فیسلم ویخاطب ویتکلم ویقول یا اهل القبور هل لکم من خیر وهل عندکم من اثرانی اتیتکم و نادیتکم من شهور ولیس سوالی منکم الاالدعاء هل دریتم ام غفلتم فسمع ابو حنفیة یقول یخاطبه بهم فقال هل اجابوا لك قال لا فقال له سحقاً لك وتربت یدا ك کیف تکلم اجسادالا یستطیعون جواباً ولا یملکون شیئا ولا یسمعون صوتاً وقرأ وما انت بمسمع من فی القبور.

یعنی امام ابوحنیفہؒ نے ایک شخص کو دیکھا جو صالحین کی قبروں پر آتا پس سلام ڈالتا اور ان سے خطاب کرتا۔ اور کلام کرتا اور کہتا کہ اے اہل قبور کیا تمہارے لئے بھلائی ہے کیا تمہارے پاس کوئی نشان ہے میں تمہارے پاس کئی ماہ سے آتا ہوں۔ پکارتا ہوں اور میرا سوال تم سے صرف دعا کا ہے کیا تم نے جانا یا غافل رہے، پس امام ابوحنیفہؒ نے جب یہ سُنا تو اس شخص کو ان بزرگوں کے حق میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ انہوں نے تیری بات کو قبول نہیں کیا؟ کہا نہیں فرمایا تجھ پر پھٹکار ہو اور تو ذلیل ہو جائے تو ایسے جثوں سے کیوں کلام کرتا ہے جو جواب کی طاقت رکھتے ہیں نہ آواز سنتے ہیں اور یہ آیت پڑھی **وما انت بمسع من فی القبور** یعنی تو اہل قبور کو نہیں سنا سکتا۔

[1] قول صحابی امام ابوحنیفہ کے نزدیک حجت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو واقعہ بدر میں شریک تھے، بمجرد فہم حضرت ام المومنین تو اس واقعہ میں شریک بھی نہ تھیں، معہذا خود حضرت ام المومنین سے ایسی روایت بھی منقول ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے (اپنے) اس خیال سے رجوع فرمایا ہے۔

جواب:- واقعہ بدر یہ ہے کہ جنگ بدر میں جو کفار مارے گئے تھے، ان کو لاشیں رسول اللہ ﷺ نے کنوئیں بدر میں ڈال کر کہا۔ کہ تم نے خدا کا وعدہ حق پایا؟ ہم سے جو کچھ خدا نے وعدہ کیا ہم نے تو حق پایا۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ ایسے جثّوں سے کس طرح کلام کرتے ہیں۔ جن میں روحیں نہیں، آپؐ نے فرمایا تم میں ان سے کوئی زیادہ سننے والا نہیں، یعنی وہ اس وقت سنتے ہیں، یہ واقعہ بدر ہے اس کے راوی حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جب یہ حدیث پہنچی تو کہا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ وہ اب سنتے ہیں، بلکہ آپ نے فرمایا کہ وہ اب جانتے ہیں، کہ جو کچھ میں ان کو ان کی زندگی میں کہتا تھا، وہ حق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انک **لاتسمع الموتی** اور **وما انت بمسمع من فی القبور** یعنی اے محمد تو مُردوں کو نہیں سُنا سکتا، اور قبروں والوں کو نہیں سُنا سکتا۔

مولوی پھلواری صاحب حضرت عائشہؓ کے قول کے دو جواب دیئے ہیں، ایک یہ کہ فہم صحابہ حجت نہیں بالخصوص بمقابلہ نص و مخالفت دیگر صحابہ، دوم یہ کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے قول سے رجوع کیا ہے لیکن مولوی پھلواری صاحب کی خدمت میں ہماری یہ عرض ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری جزء ۷ صفحہ ۲۰۴ حضرت عائشہؓ کا رجوع شک کے ساتھ ذکر کیا ہے اس لئے رجوع تو کوئی تسلی بخش بات نہیں، اور حضرت عائشہؓ آیت کریمہ انک **لاتسمع الموتی** اور **وما انت بمسمع من فی القبور** سے استدلال کرتی ہیں، اس لئے ان کا مجرد فہم کہنا بھی ٹھیک نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاں دیگر صحابہؓ کی روایت بھی ردّ نہیں ہوسکتی، مگر آپ نے اصول میں پڑھا ہے، **وقائع الاعیان لایحتج بھا علی العموم** خاص واقعہ سے عام استدلال صحیح نہیں، اور یہ واقعہ بدر ایک خاص واقعہ ہے احتمال ہے رسول اللہ ﷺ کی آواز ان کافروں کو جو قتل کے بعد کنوئیں میں ڈالے گئے تھے۔ اللہ نے سُنا دی ہو۔ چنانچہ آپ بھی کہہ چکے ہیں کہ اللہ سُنا سکتا ہے۔ ہم اگرچہ نہیں سنا سکتے، گویا یہ آواز بطور معجزہ کے سُنا دی گئی۔

علامہ عینی حنفیؒ شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۲۰۲ باب ماجاء فی عذاب القبر میں لکھتے ہیں:

قال ابن التين لا معارضة بين حديث ابن عمر والاية لان الموتىٰ لايسمعون بلاشك ولكن اذا اراد الله اسماع ماليس من شانه السماع لم يمتنع كقوله تعالىٰ انا عرضنا الامانة.

یعنی ابن التین کہتے ہیں، آیت حدیث میں کوئی مخالفت نہیں، کیونکہ مُردے بیشک نہیں سنتے مگر جب اللہ ارادہ کرے تو وہ ایسی شئے کو بھی سنا سکتا ہے، جو سماع کے قابل نہیں، کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے آسمان، زمین پر امانت پیش کی۔

دیکھئے اس عبارت میں مُردوں کو سماع میں بمنزلہ جمادات کے قرار دیا ہے، جن کا سماع قطعاً خرق عادت ہے اور کتب فقہ میں بھی اس کو خرق عادت سے شمار کیا ہے، کفایہ شرح ہدایہ میں ہے۔

لوصح ذلك كان ذلك معجزة رسول الله ﷺ وقيل المقصود بذلك وعظ الاحياء لا افهام الموتىٰ ونظير ما روى ان عليا كان اذا اتى المقابر قال عليكم السلام يا قوم مؤمنين اما نساء كم فقد نكحت واما اموالكم فقد قسمت واما دوركم فقد سكنت، فهذا خبركم عندنا فما خبرنا عندكم.

(كفايه شرح هدايه جلد ۲ ص ۱۴۲ طبع احمدی دهلی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی، اگر یہ حدیث صحیح ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہوگا، اور کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصود زندوں کو وعظ کرنا تھا نہ مُردوں کو سمجھانا اور اس کی نظیر حضرت علی کا قول ہے۔ جب قبرستان میں آتے تو فرماتے اے ایمان والو سلام ہو، تمہاری عورتیں نکاح کی گئیں، تمہارے مال تقسیم کیے گئے، تمہارے گھروں میں دوسرے لوگ آباد ہوگئے، یہ تمہاری خبر ہمارے پاس ہے۔ ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہے؟ اسی طرح دیگر کتب فقہ میں ہے۔ ملاحظہ ہو شامی جلد۳ ص۱۲۰ طبع مجتبائی دہلی، اور فتح القدیر جلد اول ص۴۸۲ اور جلد۲ ص ۵۴ کتاب الجنائز اور عینی شرح ہدایہ جلد۲ ص۲۴۰ طبع عالی لکھنؤ، اور مستخلص بر کنز الدقائق ص ۱۶۲ طبع لکھنؤ وغیرہ۔

بلکہ خود اس حدیث میں صحابہ ؓ کا کہنا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ایسے جثوں سے کس طرح کلام کرتے ہیں، جن میں روح نہیں؟ صحابہ نے اس کو خرق عادت سمجھا تبھی یہ کہا اسی لئے فتح الباری جلد۷ صفحہ۲۳۴ باب قتل ابی جہل میں کہا ہے:-

قال السهيلي ما محصله ان في نفس الخبر ما يدل على خرق العادة بذلك للنبي لقول الصحابة اتخاطب اقواما قد جيفوا.

یعنی، خود اس حدیث میں وہ شئے ہے جو خرق عادت ہونے پر دلالت کرتی ہے، بوجہ قول صحابہ کے کہ کیا آپ ایسی لوگوں کو خطاب کرتے جو مردار ہو چکے؟ اور اسی حدیث میں قتادہ ایک راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اس وقت ان کو زندہ کر دیا تھا۔ ملاحظہ ہو بخاری جز۱۶ باب قتل ابی جہل پس عام استدلال اس واقعہ سے صحیح نہیں، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر حضرت عائشہ ؓ کا رجوع بھی ثابت ہو جائے تو اسی خاص واقعہ کی بابت ہوگا، اور قرآن کی آیت انك لاتسمع الموتىٰ اور وما انت بمسمع من في القبور سے حضرت عائشہ ؓ کا استدلال کرنا بھی اسی کو چاہتا ہے کہ اگر رجوع ہو تو خاص اسی واقعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہو، پس ثابت ہوا کہ عام طور پر حضرت عائشہ ؓ کا اعتقاد یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے۔

پھلواری:- جب قرآن پاک سے بھی اس فریق کی لئے کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہے تو اب ہم کو سنت یعنی احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہیئے تو یہ امر خوب روشن ہے کہ فن حدیث کی معتبر کتب صحاح ستہ اور دیگر مسانید و معاجم و سنن میں بکثرت روایات سماع موتی کے ثبوت میں موجود ہیں، بدر کا قصہ صحاح میں موجود ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ کہ تم سے یہ مُردے زیادہ سُن رہے ہیں، اور صحیح مسلم میں ہے کہ مردہ لوگوں کی جوتیوں کی کھٹ کھٹاہٹ اور چلنے کی آواز تک سنتا ہے، دیگر آیتوں میں ہے کہ مردہ زائرین کا سلام سنتا اور ان کو جواب دیتا ہے، ان حدیثوں کی تصحیح اکابر محدثین نے کی ہے اور فرقہ وہابیہ کے پیشوا جنہیں وہ عقاید میں اپنا جیسے علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم وابن الہاد وقاضی شوکانی وغیرھم سب نے ان حدیثوں کی تصحیح کی ہے، اور سب سماع اموات کے قائل تھے، جیسا کہ صارم منکی اور کتاب الروح وغیرھما میں موجود ہے[1]۔ یہ عجب طرفہ تماشا ہے، وہ ہر مسئلہ میں تو یہ لوگ حرانی وشوکانی کا دم بھرتے ہیں۔ مگر عقائید حقہ میں ان کی تحقیقات کی ذرا پرواہ نہیں کرتے۔ اور حنفیہ کے الزام کے لئے چند بے سر پا روایات عامہ کتب فقہ کی اٹھا لاتے ہیں۔ نہیں معلوم اترکوا قولی بخبر الرسول کا دروازہ یہاں کیوں مسدود کر دیا جاتا ہے، اور حدیثیوں کی بلاوجہ تاویل کہیں اس کو معجزہ کہنا کہیں اس کو خصائص سے شمار کرنا یہ کونسے انصاف ودیانت کا اقتضاء ہے، یہ فقط **اربعین ومائة مسائل** کی پاسداری ہے ہرگز اس میں حقانیت نہیں ہے۔

حاشیہ نمبر 1: یعنی، ان کا مُردہ ہو جانا اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ ان کی روحیں رسول اللہ ﷺ کے خطاب کے وقت لوٹائی نہ گئی ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہلحدیث اور اہل تقلید میں فرق

جواب:- آپ نے اہلحدیث اور اہل تقلید کے مذہب کی حقیقت نہیں سمجھی، اہل تقلید اپنے بڑوں کی بات کو حجت سمجھتے ہیں، اس لئے ان کو فقہاء کے اقوال کی پابندی کرنی پڑتی ہے اور اہلحدیث سوا قرآن وحدیث کے کسی کی بات کو حجت نہیں سمجھتے اس لئے وہ مخالفت موافقت کے ہر طرح سے مجاز ہیں، ان کو نہ رسالہ اربعین کی پابندی ملحوظ ہے نہ مائۃ مسائل کی۔ وہ تو تحقیق کے طالب ہیں، جن بزرگوں کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ واقعی بزرگ ہیں، مگر جن لوگوں نے ائمہ اربعہ کی تقلید ترک کردی ہو ان کا ان بزرگوں سے کسی مسئلہ میں مخالف ہو جانا کیا بڑی بات ہے، اس کے علاوہ علی الاطلاق ان بزرگوں کو سماع موتی کے قائل قرار دینا یہ غلطی ہے۔

دیکھئے ابن قیم علیہ الرحمہ نے روح کے احوال میں مستقل کتاب لکھی ہے، جس کا آپ نے بھی حوالہ دیا ہے وہ ان کتاب کے ص ۷۰ میں لکھتے ہیں۔

لاینفی اسماع الارواح بعد الموت! سماع توبیخ وتقریع بواسطة تعلقها بالابدان فی وقت ما.

یعنی، بدن کے واسطہ سے کسی وقت ارواح کا اسماع اس کی نفی آیت کریمہ انك **لاتسمع الموتی** نہیں کرتی۔

اور اسی صفحہ میں چند سطریں پہلے واقعہ بدر کی بابت لکھتے ہیں۔

فلاینفی ذلك رد ارواحهم الی اجسادهم ذلك الوقت.

دیکھئے! واقعہ بدر کی حدیث کا مطلب انہوں نے وہی لکھا ہے جو ہم بتلا چکے ہیں، اور مسلم کی حدیث جوتیوں کی آواز سننے کا مطلب بھی آپ پوری حدیث دیکھ کر اور دیگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث ملا کر سمجھتے تو غلطی نہ لگتی، مسلم کی اسی حدیث میں ہے، کہ حساب کے وقت مردہ بٹھلایا جاتا ہے اور کتاب الروح کے ص ۶۲ میں مسند احمد کی حدیث ذکر کی ہے کہ حساب کے وقت مردہ بٹھایا جاتا ہے اور اسکی روح لوٹائی جاتی ہے تو اس وقت وہ اگر جوتیوں کی آواز سنے تو بعید نہیں۔

ردالمختار میں بھی یہی مطلب لکھا ہے کہ یہ دفن کے وقت کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ ص ۵ میں گذر چکا ہے نیز کتاب الروح کے ص ۴ میں ہے۔

قال ابن عبدالبر قد ثبت عن النبی ﷺ انه قال مامن مسلم یمر علی قبر اخیه کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الارد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام.

یعنی، رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوگیا کہ کوئی مسلمان نہیں جو اپنے بھائی کی قبر پر گذرے جو اس کو پہچانتا تھا، پس اس پر سلام ڈالے مگر اللہ اس پر روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ جواب دیتا ہے۔

اس حدیث میں سلام کے جواب کی بابت روح لوٹائے جانیکا ذکر ہے نہ تمام باتوں کیلئے اور یہ بھی اس شخص کیلئے جس سے واقفیت ہو نہ ہر شخص کیلئے نیز روح لوٹائے جانے سے معلوم ہوا کہ مردہ ہر وقت نہیں سنتا ورنہ روح لوٹانے کی کیا ضرورت، اس محل میں ہم ایک جامع تقریر کرتے ہیں، جس سے سب آیتوں و حدیثوں میں موافقت بھی ہو جائیگی اور بعض احادیث صحاح اس مسئلہ کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان کا مطلب بھی کھل جائے گا، انشاء اللہ۔

خلاف قیاس بات اپنے محل پر بند رہتی ہے

یہ ایک اصولی مسئلہ ہے کہ جو بات خلاف قیاس ہو وہ اپنے مورد میں بند رہتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے یعنی جس محل میں وارد ہوئی ہے اس سے دوسرے محل میں جاری نہ کی جائے گی مثلاً نبی کے ہاتھ پر کوئی معجزہ ظاہر ہو تو اس سے یہ نہیں نکلتا کہ اب نبی کو کُلی اختیار ہے جس وقت چاہے کوئی بات کر لے، بلکہ جس وقت جو بات اللہ نے نبی کے ہاتھ پر اس قسم کی ظاہر کی وہ اسی محل میں سمجھی جائیگی، مثلاً اگر دیگر انسان بھولتے ہیں، تو نبی کا بھولنا بھی کوئی بعید نہیں، اگر اوروں کو بیماری اور دُکھ لگتا ہے تو نبی کو بھی لگتا ہے، اگر اور لوگ کسی معاملہ میں حیران ہو جاتے ہیں اور وہ معاملہ حسب منشاء نہیں ہوتا تو نبی کا بھی یہی حال ہے۔ اسی طرح ولی کو سمجھ لینا چاہیئے، جو بات اللہ نے ان کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر کردی وہ ان کی کرامت ہوگی باقی باتوں میں وہ اور انسانوں کی طرح ہیں، اگر اس مسئلہ کو فروعات میں سمجھنا ہو تو یوں سمجھئے کہ حنفیوں کے نزدیک قہقہہ کے ساتھ وضوء ٹوٹ جاتا ہے، مگر وہ کہتے ہیں کہ نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسے تو وضوٹوٹے گا ورنہ نہیں، بلکہ صرف نماز میں ہونا بھی کافی نہیں، جب تک بالغ نہ ہو، یعنی لڑکے کا وضوء نہیں ٹوٹے گا، پھر نماز بھی رکوع وسجود والی ہو، یعنی نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت نہ ہو۔

اس کی وجہ حنفیہ یہی لکھتے ہیں کہ قہقہہ کے ساتھ وضوء ٹوٹنے کی حدیث خلاف قیاس ہے تو وہ اسی محل میں بند رہے گی جس محل میں وارد ہوئی ہے۔ اور وہ محل رکوع وسجدہ والی نماز ہے، جس کا پڑھنے والا بالغ ہو۔

میت کا سننا خلاف قیاس ہے

جب یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ جو بات خلاف قیاس ہو وہ مورد سماع مین بند رہے گی تو اب دیکھنا چاہیئے کہ مُردے کا سُننا موافق قیاس ہے یا مخالف، ظاہر ہے کہ یہ مخالف قیاس ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں، کہ جو مستغرق (یعنی گہری) نیند سو جائے وہ نہیں سنتا حالانکہ روح اندر موجود ہوتی ہے، تو مردہ کس طرح سن سکتا ہے، اگر مان لیا جائے کہ روح کو بدن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ کچھ تعلق رہتا ہے تو بھی مردے کا سماع خلاف قیاس ہے۔ اور عقل اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہے اور اس بات میں مولوی پھلواری صاحب بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں، چنانچہ اگلی عبارتوں میں ذکر آئے گا، انشاء اللہ، اور واقعہ بدر میں صحابہ کا یہ کہنا کہ کیا آپ ایسے لوگوں کو خطاب کرتے ہیں جو مُردار ہو چکے، یہ بھی خلاف قیاس ہونے کی دلیل ہے۔

پس اب اصولی قاعدہ کے موافق اصل مسئلہ وہی ہے جو حضرت عائشہؓ نے قرآن مجید سے سمجھا ہے اور جو فقہاء نے بیان کیا ہے، اور جن احادیث میں سماع کا ذکر آیا ہے، وہ اپنے اپنے محل پر بند رہیں گی، مثلاً اگر کسی صحیح حدیث میں آیا ہو، کہ مُردے سلام سنتے ہیں یا جواب دیتے ہیں، تو بیشک سلام کا سننا یا جواب دینا ثابت ہو جائے گا نہ تمام باتوں کا، خواہ وہ سلام سن کر جواب دیتے ہوں یا فرشتے ان کو پہنچا (۱) دیتے ہوں، جیسے ابھی رسول اللہ ﷺ کی بابت ایھا النبی کی تحقیق میں آتا ہے۔

---

(۱) وضاحت: چونکہ سلام کی صحیح حدیث ہماری نظر سے نہیں گذری اس لئے اس میں تردد ظاہر کیا ہے، ہاں اہلقبور کو سلام کہنے کی صحیح حدیث موجود ہے، خواہ وہ سنتے ہوں خواہ فرشتے پہنچاتے ہوں، ہم کو جس محل میں کہنے کا حکم ہے، ہم اس کے عامل ہیں آگے خدا کے سپرد، ہاں ص ۱۱ میں بحوالہ کتاب الروح جو حدیث گذری ہے اس کی بابت کچھ صحت کا خیال ہے کیونکہ تفسیر ابن کثیر میں زیر آیہ کریمہ **فانک لاتسمع الموتی** سے ابن عبدالبر سے اس کی صحت ذکر کی ہے، مگر اس میں یہ ذکر ہے کہ دنیا میں اس کو پہچانتا ہو۔ تو اب معلوم نہیں کہ جس کو وہ نہ پہچانتا ہو اس کے سلام کے جواب کے لئے روح لوٹائی جاتی ہے یا نہیں؟ پھر اس حدیث میں یہ ذکر نہیں۔ کہ روح کس وقت لوٹائی جاتی ہے سلام سے پہلے یا بعد، اگر بعد لوٹائی جاتی ہے تو سلام کا سننا ثابت نہ ہوا شاید فرشتے پہنچاتے ہوں، بلکہ جواب کے لئے روح لوٹانے سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ میت سلام نہیں سنتی کیونکہ اگر سلام سنتی تو جواب کیلئے روح لوٹانے کی کیا ضرورت تھی پس یہ عدم سماع موتی کی دلیل ہوئی نہ سماع موتی کی۔ فافہم۔ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح مسند دارمی جلد اول صفحہ ۵۷ **باب ما اکرم اللہ تعالی نبیہ بعد موتہ** میں روایت ہے کہ (سنہ ۶۳ھ میں) جب یزید کے لشکر نے مدینہ پر چڑھائی کی تو تین روز مسجد نبویؐ میں اذان نہیں ہوئی سعید بن میبّب تین روز مسجد ہی میں رہے جب نماز کا وقت ہوتا تو قبر نبویؐ سے آواز سنتے اور اس سے وقت پہچانتے اور نماز پڑھتے، اس میں شبہ ہے کہ یہ آواز رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تھی یا فرشتہ کی طرف سے تھی یا خدا نے ویسے ہی ہوا میں پیدا کردی، کیونکہ خدا جدھر سے چاہے پیدا کردے خواہ قبر کی طرف سے یا کسی اور طرف سے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ صحت کی صورت میں یہ سعید بن میبّب کی کرامت ہے، جو خرق عادت ہے، اسی طرح کسی اور بزرگ کا کوئی واقعہ ثابت ہو جائے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی قبر سے آواز سنی تو یہ بھی اس کی کرامت ہوگی جو خرق عادت ہے اور خرق عادت اپنے محل بند پر رہتے ہیں۔

اسی طرح واقعہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کی آواز اللہ تعالیٰ نے کافروں تک پہنچادی، اسی طرح جب لوگ مردے کو دفن کرکے واپس ہوتے ہیں، تو ان کی جوتیوں کی آواز مردہ سنتا ہے، جیسے مسلم کی حدیث ابھی گذری ہے اور اس وقت اس میں روح لوٹائی جاتی ہے، غرض جس جس محل میں یہ احادیث وارد ہوئی ہیں،

اسی محل میں اعتقاد رکھنا چاہیئے ان سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیئے کہ وہ ہر وقت ہماری ہر قسم کی بات چیت یا ہر طرح کی درخواست سنتے ہیں، چہ جائیکہ وہ عمل پیرا ہوں۔

شبہ: شاید کسی کے دل میں خیال گذرے کہ جب سلام و درود کے پہنچانے پر فرشتے مقرر ہیں تو پھر **الصلوۃ والسلام** علیك **یارسول اللہ** بھی جائز ہوا حالانکہ اہلحدیث اسے ناجائز کہتے ہیں، اگرچہ اہل بدعت رسول اللہ کو حاضر ناظر جان کر پڑھتے ہیں، مگر کوئی اس نیت سے پڑھے کہ فرشتے پہنچادیتے ہیں، تو اس نیت سے جائز ہونا چاہیئے، مطلقاً منع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی کوئی وجہ نہیں، جواب اس کا یہ ہے کہ شبہ والے الفاظ بولنے سے نہی آئی ہے، یہود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتے اور کوئی بات پوچھتے اور کہتے رَاعِنَا یعنی اے محمد! ہماری طرف توجہ کیجئے! اور یہ بات سمجھا دیجئے، لیکن دل میں مراد رکھتے کہ تو ہمارا بیوقوف ہے کیونکہ راعنا کے معنی بیوقوف کے بھی آتے ہیں، پھر آپس میں بیٹھ کر ہنستے کہ ہم محمد ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں، اور اس کو پتہ نہیں لگتا، مسلمان بھی کوئی بات پوچھتے تو یہی کلمہ راعنا کہتے، مگر وہ ظاہر، باطن پہلا معنی (توجہ کیجئے اور یہ مسئلہ سمجھا دیجئے) مراد رکھتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے نہی کردی اور فرمایا **لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا** یعنی اے ایمان والو! راعنا نہ کہو، **انظرنا** کہو، انظرنا کے معنی بھی وہی توجہ کے ہیں مگر اس میں دوسرے معنی کا شبہ نہیں، اسی طرح حدیث میں ہے کہ جو لوگ **مُطِرْنَا بنوء کذا** (یعنی ہم پر فلاں ستارے سے بارش ہوئی) کہتے ہیں وہ کافر ہیں سندیؒ ابن ماجہ کے حاشیہ میں اس حدیث پر لکھتے ہیں، جو لوگ ستارے کو مؤثر (تاثیر کرنیوالا) سمجھتے ہیں وہ تو بیشک کافر ہیں، اور اگر اس خیال سے کہے کہ ستارے خدا تعالیٰ نے بارش کی علامت مقرر کئے ہیں جب فلاں ستارہ فلاں جگہ پر پہنچتا ہے تو بارش ہوتی ہے تو یہ مطلب اگرچہ صحیح ہے، لیکن پھر بھی گمراہی ہے کیونکہ لفظ شبہ والا ہے، اور در المختار میں ہے کہ **بحق رسلك** وغیرہ کہنا مکروہ ہے کیونکہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں، اور رد المختار میں اس پر لکھا ہے۔

مجرد ایهام اللفظ مالا یجوز کاف فی المنع کما قدمناه فلایعارض خبر الاحاد ولذا واللہ اعلم اطلق ائمتنا المنع.

یعنی لفظ سے ناجائز کا وہم ہونا یہ منع کے لئے کافی ہے، چنانچہ پہلے گذر چکا ہے، پس خبر احاد سے (جن میں عارضی حق کا ذکر ہے) معارض نہیں ہوگا، اسی وجہ سے واللہ اعلم ہمارے اماموں نے بحق رسلك وغیرہ کے ساتھ سوال کرنا مطلقاً منع کردیا، خواہ نیت بھی نہ ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جولوگ **الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیك یا حبیب اللہ** وغیرہ سلام درود پڑھتے ہیں وہ بُرا کرتے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ کو حاضر ناظر جان کر پڑھتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ بُرا ہے، اور اگر حاضر ناظر جان کر نہیں پڑھتے بلکہ اس نیت سے پڑھتے ہیں کہ فرشتے پہنچادیتے ہیں (یا تصور قلبی ہوتا ہے جو بناوٹ ہے) تو بھی بُرا ہے کیونکہ جو حاضر ناظر جان کر پڑھتے ہیں، ان سے مشابہت ہے اور توحید کا مسئلہ ایسا نازک ہے کہ اس میں اشتباہ شرک بھی منع ہیں جیسے گھروں میں تصویریں رکھنی منع ہیں تاکہ بُت پوجنے والوں سے مشابہت لازم نہ آئے، اور قبرستان میں نماز منع ہے تاکہ قبروں کے پوجنے والوں سے مشابہت لازم نہ آئے۔ اور شبہ والے الفاظ سے بھی منع کر دیا ہے جیسے **راعنا** اور **مطرنا بنؤ کذا** رہا تشہد (التحیات) میں جو **السلام علیك ایھا النبی** کہا جاتا ہے تو اس میں یہ نیت کرنی کہ فرشتے پہنچادیتے ہیں صحیح ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا سکھلایا ہوا ہے، کسی غیر کا ایجاد کردہ نہیں کہ ان سے مشابہت لازم آئے اور یہ خطاب اس قسم کا ہے جیسے ہم اپنے دوست کو خط لکھتے ہیں، تو اس خیال سے ندا اور خطاب کرتے ہیں کہ ڈاکیہ اس کو پہنچادیگا، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے لئے فرشتے مقرر ہیں، چنانچہ مشکوٰۃ **باب الصلوٰۃ علی النبی** میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے کئی فرشتے سیاح ہیں، جو میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں، نیز مشکوٰۃ کے اسی باب میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے **لاتجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم** یعنی میری قبر کو (سلام یا درود کی خاطر) عید (میلہ) نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے جہاں تم ہوؤ۔ (۱)

حاشیہ نمبر 1: اس کی زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو ہمارا رسالہ وسیلہ بزرگان ملاحظہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مؤطا امام مالک میں عبداللہ بن عمرؓ سے تشہد (التحیات) نقل کیا ہے اس میں السلام علی النبی ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ عطاء کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی حیات میں **السلام** علیك ایھا النبی کہتے تھے اور جب فوت ہو گئے تو **السلام علی النبی** کہنے لگے، پھر لکھا ہے **واسنادہ صحیح** اسناد اس کی صحیح ہے، اسی طرح زرقانی شرح مؤطا میں ہے، اور بخاری میں حدیث ہے، عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے بعد **السلام علی النبی** کہتے تھے یعنی خطاب نہیں کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں جب ان کو کسی دوسری جگہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا جہاں رسول اللہ ﷺ موجود نہ ہوتے تو اس وقت بھی **علی النبی** کہتے، کیونکہ جب وفات کے بعد **علی النبی** کہنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ غائب ہیں اور سنتے نہیں، تو وفات سے پہلے جب کسی دوسری جگہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا، اس وقت بھی یہ وجہ موجود ہے، پس ثابت ہوا کہ آپ کی حیات میں بھی وہ **علی النبی** کہتے تھے، مگر چونکہ آپ کی حیات میں کبھی علی النبی کہنے کا اتفاق ہوتا کبھی نہ ہوتا اور وفات کے بعد ہمیشہ علی النبی کہتے اسلئے راوی نے صرف وفات کے بعد کا ذکر کیا، اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں بھی یہ فعل ہوتا تھا تو یہ مرفوع حدیث بن گئی، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتا تو اپنے رسول ﷺ پر وحی نازل فرما کر صحابہ کو روک دیتا اور ایسے فعل کو مرفوع حدیث کہنا ہمارا ہی خیال نہیں، بلکہ اصول حدیث میں بھی یونہی لکھا ہے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ایسے فعل کو مرفوع حدیث سمجھتے تھے (ملاحظہ ہو شرح نخبہ) اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کو حاضر ناظر نہیں جانتے تھے نہ وفات سے پہلے نہ بعد اور جو صحابہ **السلام علیك ایھا النبی** کہتے ان کی وجہ پہلے گذر چکی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے سلام پہنچانے پر فرشتے مقرر ہیں، اور چونکہ یہ روایت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(فرشتوں کے سلام پہنچانے کی) عبداللہ بن مسعودؓ کی ہے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک **السلام علیك ایها النبی** بھی جائز ہے، لیکن **السلام علی النبی** میں شبہ نہیں پڑتا اور **السلام علیك ایها النبی** میں غائب کی نداء کا شبہ پڑتا ہے پھر جواب دینا پڑتا ہے، کہ فرشتے پہنچا دیتے ہیں، اس لئے عمل انکا **علی النبی** پر ہی رہا تا کہ عوام کو سوال وجواب کی تکلیف میں نہ ڈالیں، اور جو صحابہ **السلام علیك ایها النبی** کہتے رہے انہوں نے اس تکلیف کی پرواہ نہیں کی اور ایک روایت ضعیف عبداللہ بن مسعودؓ سے **السلام علیك ایها النبی** کی بھی آئی ہے، چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے، اور **السلام علیك ایها النبی** کے جواز کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حکایت کے طور پر ہے جیسے نماز میں سورۃ فاتحہ باوجود دعاء کے کلام الٰہی سمجھ کر پڑھی جاتی ہے، اور پناہ کیلئے سوتے وقت رسول اللہ ﷺ نے سورہ **قل ھو اللہ** اور **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** پڑھکر بدن پر دم کرنے کا ارشاد فرمایا ہے حالانکہ کلمہ قل اس محل میں مناسب نہیں، کیونکہ کلمہ قل کے ساتھ معنی یہ ہیں، کہ کہہ میں پناہ چاہتا ہوں، اور اس محل میں دوسرے کو پناہ حکم دینا مقصود نہیں بلکہ اپنے لئے پناہ چاہتا ہے، تو کلمہ قل چھوڑ کر صرف اعوذ کہنا چاہیئے جس کے معنی ہیں، میں پناہ چاہتا ہوں، اسی طرح **قل ھو اللہ** میں کلمہ قل چھوڑ کر **ھو اللہ احد** کہنا چاہیئے کیونکہ اس محل میں خود الٰہ کی تعریف کر رہا ہے نہ یہ کہ دوسرے کو کہہ رہا ہے کہ تو اللہ کے تعریف کر، مگر چونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود اسی طرح فرمایا ہے اس لئے اسی طرح پڑھی جاتی ہے، ٹھیک اسی طرح التحیات کو سمجھ لینا چاہیئے، اور بعض احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے، چنانچہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری حنفی ابن الملک سے نقل کرتے ہیں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو...... جب معراج ہوا تو آپؐ نے اللہ کی ثناء کرتے ہوئے فرمایا۔ **التحیات للّٰہ والصلوٰۃ والطیبات** تو اللہ کی طرف سے جواب ملا **السلام علیك ایها النبی**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ورحمة الله وبركاته اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين** پھر جبریل علیہ السلام نے فرمایا: **اشهد ان لااله الاالله واشهد ان محمدا عبده ورسوله** اسی طرح کبیری شرح مینۃ المصلی میں ہے، اور **مشکوٰۃ باب الصلوٰة على النبي** ﷺ میں ہے کعب بن عجرہ سے روایت ہے۔

سألنا رسول الله ﷺ فقلنا يارسول الله كيف الصلوة عليكم اهل البيت فان الله قد علمنا كيف نسلم عليك قال قولوا اللهم صل على محمد وعلى ال محمد.

یعنی، ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم آپ اور اہل بیت پر درود کس طرح بھیجیں، سلام بھیجنا، تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھلا دیا ہے، فرمایا، **اللهم صلى على محمد الحديث**۔ (پس نماز کا درود سکھلا دیا)

اس حدیث میں جو کہا ہے کہ سلام تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھلا دیا ہے اس سے بھی نکلتا ہے کہ آپ پر **السلام عليك ايها النبي** پہلے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔

کسی امر کو عبارت قرار دینا شارع کا کام ہے

اور مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے کہ التحیات میں السلام علیک ایھا النبی خطاب کے ساتھ کہنے کہ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات میں رسول اللہ ﷺ کو انہی لفظوں سے سلام کہا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے امت کو سکھانے کے وقت ان ہی الفاظ کو قائم رکھا تا کہ معراج کی یادگار قائم رہے اور ایسا بہت دفعہ ہوتا ہے دیکھئے! صفا ومروہ کی درمیان دوڑ نا مائی ہاجرہ کی یادگار ہے، وہ پانی کی تلاش میں دوڑی تھیں، اسی طرح جمروں کو مارنا یہ ابراھیم علیہ السلام کی یادگار ہے جمروں کے پاس شیطان ان کے لئے ظاہر ہوا تو انہوں نے شیطان کو سات سات کنکر مارے چنانچہ تفسیر ابن کثیر اور معالم التنزیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ میں لکھا ہے، اسی طرح حج عمرہ کے طواف میں رمل کرنا یعنی کندھے ہلا کر طاقت سے ساتھ چلنا یہ عمرۃ القصاء کی یادگار ہے۔ صحابہؓ نے کافروں پر اپنا رعب جمانے کیلئے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے ایسا کیا تھا، کیا تھا، چنانچہ بخاری وغیرہ میں ہے، سو ان کی یہ یادگار اب تک قائم ہے، کہ طواف میں رمل کیا جاتا ہے مگر یادگار کیلئے یا ویسے کسی امر کو عبادت قرار دینا یہ شارع کا کام ہے، بندے کا اس میں کوئی دخل نہیں آپ خیال نہیں کرتے کہ پہلے التحیات میں اگر کوئی درود کا کوئی کلمہ پڑھ لے تو کتب فقہ میں اس پر سجدہ سہو لکھا ہے، ملاحظہ ہو منیۃ المصلی وغیرہ، بتلائیے یہ کیوں؟ اسلئے کہ شارع نے پہلے التحیات میں درود کو عبادت قرار نہیں دیا، ٹھیک اسی طرح شارع کی ہر ایک بات کو سمجھ لینا چاہیئے، کہ اس میں بندے کا کوئی دخل نہیں، پس **السلام** علیك **ایها النبی** بھی چونکہ شارع علیہ السلام کی تعلیم ہے تو اس کو یادگار کے لئے قائم رکھنا ٹھیک ہے۔

مشکوٰۃ باب التشہد میں عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں التحیات اس طرح سکھاتے جیسے قرآن مجید کی سورۃ سکھلاتے، دیکھئے! التحیات کو قرآن کے ساتھ مشابہت دی ہے، اور قرآن اسی طرح پڑھا جاتا ہے جیسے اترا ہے، اسلئے زیادہ عمل اسی پر رہا اور اسی پر ہے کہ اہل اسلام **السلام** علیك **ایها النبی** کہتے ہیں، چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر لوگوں کو **السلام** علیك **ایها النبی** سکھایا، اسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی منبر پر **السلام** علیك **ایها النبی** سکھلایا، ملاحظہ ہو مؤطا امام مالک و مؤطا امام محمد و شرح معانی الآثار للطحاوی اور ظاہر ہے کہ ایسے موقعہ پر کتنے صحابہ کا مجمع ہوگا، اور حضرت عائشہؓ بھی **السلام** علیك **ایها النبی** کہتی تھیں چنانچہ مؤطا امام مالک میں ہے، اور عبداللہ بن عمرؓ سے دونوں طرح ہے، ملاحظہ ہو مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد، اور ایک ضعیف روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی **السلام** علیك **ایها النبی** کی آئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملاحظہ ہو، فتح الباری اور اسی ضعیف روایت میں عبداللہ بن عباسؓ سے **السلام علی النبی** ہے، اور طحاوی میں ہے کہ عطاءؒ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے مثل اس کے سنا ہے جیسے عبداللہ بن زبیرؓ سے سنا اور عبداللہ بن زبیرؓ نے لوگوں کو **السلام علیك ایھا النبی** سکھلایا چنانچہ اوپر ابھی گذرا ہے، مگر چونکہ عین قرآن نہیں مشابہ قرآن ہے اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے **السلام علی النبی** بھی جائز سمجھا آپ کی حیات میں بھی اور بعد وفات بھی چنانچہ اوپر تفصیل ہو چکی ہے، لیکن یہ تمام گفتگو اس بنا پر ہے کہ **ایھا النبی** نداء کیلئے ہو اور اگر نداء کیلئے نہ ہو بلکہ تخصیص کیلئے ہو یعنی اس طرح معنی ہوں کہ انبیاء کے درمیان سے نبی ﷺ پر خصوصیت کے ساتھ سلام ہو تو پھر غائب کی نداء کا جو اعتراض پڑتا تھا اس کی جڑ ہی کٹ گئی اور اتنی لمبی چوڑی گفتگو کی ضرورت ہی نہ رہی ہاں اعتراض پڑے گا کہ جب **ایھا النبی** یہاں تخصیص کیلئے ہو، نداء کیلئے نہ ہو، تو بعض صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد علی النبی کہنا اس کی کیا وجہ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ کلمہ اور جگہ نداء کیلئے بھی آتا ہے تو شبہ نداء کی وجہ سے زیادہ احتیاط کر کے علی النبی کہتے نہ یہ کہ یہاں نداء کیلئے ہے، بلکہ یہاں تخصیص کیلئے ہے، اور کلمہ ایُّھا تخصیص [1] کیلئے آتا ہے۔

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ کہنا جائز نہیں

یہ وجوہات **السلام علیك ایھا النبی** کے اور **السلام علی النبی** کے جواز کے ہیں، **الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ** وغیرہ کسی صورت جائز نہیں، اگر حاضر

حاشیہ نمبر 1: تلخیص المفتاح انشاء کی بحث میں ہے **والاختصاص فی قولھم انا افعل کذا ایھا الرجل ای مختصامن بین الرجال ص ۳۱** یعنی میں اس طرح کرتا ہوں لوگوں کے درمیان سے خصوصیت کے ساتھ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

و ناظر جان کر کہے تو شرک ہے، اگر اس نیت سے کہے کہ فرشتے پہنچا دیتے ہیں، تو حاضر و ناظر جاننے والوں سے مشابہت ہے، اور شباہ شرک کے ہی معنی ہیں اور شبہ والے الفاظ بھی منع ہیں، چنانچہ اوپر تفصیل ہو چکی ہے، اور حدیث میں ہے **من تشبه بقوم فهو منهم** یعنی جو شخص کسی قوم سے مشابہت کرے وہ ان سے ہے، اس کی علاوہ جسطرح یہ لوگ نمازوں کے بعد بلند آواز سے پڑھتے ہیں، اور مجمع میں پڑھتے ہیں، اس مقرر کردہ کیفیت سے نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے نہ سلف سے، تو اس بناء پر یہ بدعت بھی ہے ہمیں تعجب ہے کہ یہ لوگ نئے کام کیوں کرتے ہیں کیا ان کو رسول اللہ ﷺ اور سلف کا طریقہ پسند نہیں! کیا انہوں نے کبھی ایسا سلام و درود پڑھا؟ ہرگز نہیں، اور اس تفصیل سے یا رسول اللہ اور یا محمد کہنے کا حال بھی معلوم ہو گیا، کہ یہ جائز نہیں اگر حاضر و ناظر جان کر کہے تو شرک ہے، اگر ویسے کہے تو ان سے مشابہت اور شبہے والا کلمہ ہے پھر یہ بدعت بھی ہے کیونکہ صرف یا رسول اللہ اور یا محمد ثابت نہیں بلکہ یہ پورا کلام بھی نہیں، اگر اس کے آگے پیچھے کچھ اور لگا کر پورا کلمہ بنائیں تو اس محل کو دیکھا جائے، اگر رسول اللہ ﷺ یا سلف سے ثابت ہے تو جائز ورنہ ناجائز بہر صورت دین کے بارے میں سلف سے سند لینی چاہیئے محض اپنے قیاس سے کچھ نہ کرنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ سب بھائیوں کو ان ہی کے طریق پر چلائے اور اسی پر خاتمہ کرے آمین،

www.KitaboSunnat.com

سماع موتی پر دلکش تقریر

پھلواری: اس موقعہ پر میں ایک تقریر دلپذیر حضرت قبلہ عالم جناب والد ماجد صاحب قبلہ وکعبہ دامت برکاتہ کی سماع موتی پر پیش کرتا ہوں، جو حضرت قبلہ نے بمقابلہ جماعت اہلحدیث فرمائی ہے آپ غور فرمائیں کہ یہ تقریر کس قدر حقانیت سے مملو اور نفس مسئلہ پر کس قدر صفائی اور وضاحت سے روشنی ڈالتے ہوئے اختلاف کو مٹا کر امر حق ظاہر کرتی ہے، اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریر کی بناء پر نہ آیات قرآنیہ کی تاویل کرنی پڑتی ہے، اور نہ احادیث صحیحہ سے انکار لازم آتا ہے، اور نہ فقہاء کے مسئلہ کی تغلیط ہوتی ہے، سب باتیں اپنی جگہ پر رہتی ہیں، اور ساتھ اس کے منکرین سماع اموات اور قائلین کے مابین دراصل کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا مگر تعصب ونفسانیت کا خدا بُرا کرے، کہ یہ حق شناسی سے انسان کو باز رکھتی ہے وہ تقریر مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہے۔ کان کے ثقبہ مجوفہ میں تموّج ہوا کے ذریعہ سے کسی صدا کے جا کر ٹھکرانے سے قوائے دماغی کو جو حس پیدا ہوتا ہے، اسی کو سماع کہتے ہیں مرنے کے بعد جب حیات بدنی فنا ہوگئی، تو اسی کے ساتھ سمع بصر ذوق لمس شموم سب قوتیں بھی باطل اور معطل ہو جاتی ہیں پس قرآن مجید میں جو انك **لاتسمع الموتی** فرمایا گیا ہے وہ اپنی جگہ بہت درست ہے، کیونکہ سماع کا تعلق قوائے جسمانی سے ہے، اور سارے قوائے جسمانیہ مرنے کے بعد فنا ہو جاتے ہیں، اب نہ تو قوتِ سامعہ باقی ہے نہ تموّج ہوا کے ذریعہ قرع سماع (صوراخ کان میں ٹھکراؤ) ہوسکتا ہے نہ قوائے دماغی کو اس کا کوئی احساس ہوتا ہے، بلکہ عموماً قبر میں سارے جسم کی ساتھ تمام قوائے جسمانیہ کے محل میں بھی سڑ گل کر چھٹی ہو جاتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ مُردوں کے لئے اب یہ سماع کیونکر ثابت ہوسکتا ہے اسی لئے کہا گیا کہ تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے، اور تمہاری آواز مُردوں کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی اور یہ منکرین بالکل ان ہی کی مانند ہیں کہ حق بات اپنے کانوں کے اندر جانے ہی نہیں دیتے، گویا انہوں نے ان قویٰ کو باطل کر رکھا ہے، مگر واضح رہے کہ روح جو زندہ اور باقی چیز ہے اور جسم سے علیحدہ ہونے کی بعد بھی اس پر فنا طاری نہیں ہوتی، اس کی زندگی کے ساتھ اس کے قوائے خاصہ بھی زندہ و باقی رہتے ہیں، پس مُردوں کو مرنے کے بعد روحانی طور پر احساس وادراک اور روحانی علم وشعور یقیناً قطعاً باقی رہتا ہے، سماع جسمانی کے عدم تحقیق سے روحانی ادراک وشعور کا عدم ہرگز نہیں ہوسکتا، بلکہ روح علائق جسمانی سے آزاد ہونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر اور زیادہ دراک وحسّاس ہو جاتی ہے، پس صحیح ومعتبر حدیثوں میں جو وارد ہے کہ مُردے سنتے ہیں، مُردے سلام کا جواب دیتے ہیں، مُردے پاؤں کی چاپ کی آواز محسوس کرتے ہیں، مُردوں کو ان کی قبروں پر چڑھنے اور روندنے سے ایذا ہوتی ہے، اور مُردوں کو زندوں کی طرف سے، دعاء وامداد، وایصال ثواب سے خوشی ہوتی ہے وغیرہ ذلک بیشک یہ سب صحیح ہے، مگر سب سے مُراد وہی روحانی سماع یعنی ادراک روح اور علم وشعور روحانی اور روحی تکلیف والم وحسرت اور روحانی طور پر جواب وسلام مراد ہے، نہ جسمانی، تو اب آیت قرآنی اور ان احادیث نبویہ میں باہم کوئی مخالفت وتناقض ہرگز باقی نہ رہا۔ اور اس کا ثبوت کہ احادیث میں سماع موتی سے علم وشعور اموات مراد ہے، اور مُردوں کے اس روحانی ادراک وعلم وشعور کا کوئی بھی منکر نہیں ہے، یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت متعلق واقعہ قلب بدر میں قول حضرت ﷺ **ماانتم باسمع لما اقول منهم** (کہ یہ مُردے میری بات کو تم سے زیادہ سُن رہے ہیں) کی نسبت حضرت عائشہؓ نے اسی آیت انك **لاتسمع الموتیٰ** سے استدلال کرکے یوں فرمایا، کہ آنحضرت ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا ہوگا کہ **انهم ليعلمون الأن** دیکھئے صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سمع کے لفظ کا انکار فرمایا مگر علوم وشعور کا انکار نہ فرمایا، بلکہ سماع کی بجائے علم کا لفظ بتلایا، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صدیقہؓ اس سماع سے انکاری ہیں، جس کا تعلق جسم سے ہے، (جو ثقبہ مجوفہ میں قرع (ٹھکراؤ) کے ذریعہ سے ہوتا ہے) نہ مطلق ادراک وشعور وعلم اموات سے جسکا تعلق حس روحانی سے ہے، اور جو روح کے ساتھ ہمیشہ باقی ہے۔

فقہائے احناف اور سماع موتی

اور فقہائے حنفیہ کی طرف جو عدم سماع موتی کے قول کی نسبت کی جاتی ہے اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلق بھی اسی سماع سے ہے جو عرفِ عام میں مفہوم ہوتا ہے، نہ اس روحانی سماع سے جس سے مراد علم وادراک ہے، فقہاء نے یمین کے مسئلہ میں لکھا ہے، کہ اگر کوئی شخص کسی سے کلام نہ کرنے کی قسم کھالے، اور مرنے کے بعد اس کی قبر جا کر کلام کرے تو حانث نہ ہوگا، کیونکہ مردہ سنتا نہیں، فقہاء عرف عام کو لیتے ہیں اور عُہود وایمان میں عرف عام ہی کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ عرفاً مردہ سے تخاطب کرنے کو کلام کرنا اس شخص سے نہیں کہا جاتا، اور سمع سے مراد عرف میں وہی جسمانی سمع ہے، جو عموماً اموات میں مفقود ہوتی ہے، پس یہ مسئلہ فقیہ اپنی جگہ پر بہت صحیح ہے، مگر اس سے مسئلہ عدم سماع موتی پر استدلال صحیح نہیں ہوسکتا۔

جواب: مولوی پھلواری صاحب کوئی ٹھکانے کی بات نہیں کہتے، دیکھیے صفحہ ۳ میں انکی عبارت میں گذر چکا ہے، کہ وجہ شبہ (اموات اور کفار میں) وہی عدم اجابت ہے، یعنی مُردے اور کافر سنتے تو ہیں مگر قبول نہیں کرتے، اور یہاں کہتے ہیں کہ تمہاری آواز مُردوں کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی، اور یہ منکرین (یعنی کفار) بالکل ان ہی کی مانند ہیں، کہ حق بات اپنے کانوں کے اندر جانے نہیں دیتے گویا ان قویٰ کو باطل کر رکھا ہے، یہ عبارت بتلا رہی ہے کہ وجہ شبہ عدم سماع ہے۔

اسی طرح صفحہ ۱۰ میں ان کی عبارت میں گذر چکا ہے، کہ حدیثوں کی بلاوجہ تاویل کہیں اس کو معجزہ کہنا کہیں اس کو خصائص سے شمار کرنا یہ کون سے انصاف ودیانت کا اقتضاء ہے، اور خود اس تقریر میں کہتے ہیں کہ سب حدیثوں سے مراد (جو مُردوں کے سماع کے متعلق وارد ہوئی ہیں) روحانی سماع یعنی ادراک روح اور علم وشعور روحانی اور روحی تکلیف والم وحسرت اور روحانی طور پر جواب سلام مراد ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[library stamp]

علم وشعور کی اقسام

خیال فرمائیں کہ تمام احادیث کی جو ان کے نزدیک سماع موتی پر دلالت کرتی ہیں، یک لخت تاویل کر ڈالی ہے کہ سمع سے مراد علم اور شعور ہے، اور وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے وقعہ بدر میں سماع کے لفظ کا انکار فرمایا ہے، مگر علم وشعور ہے، اور شعور کا انکار نہ فرمایا، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ علم وشعور دو طرح کا ہے۔

اول یہ کہ دنیا میں جو کچھ مُردوں کے خیالات تھے ان کی بابت ان کا مرنے کے بعد علم وشعور کہ وہ خیالات صحیح تھے یا غلط اس سے تو کسی کو انکار نہیں۔

دوم یہ کہ مردے کے ساتھ کوئی کلام کرے اس کلام کا مردے کو علم وشعور کہ اس وقت فلاں شخص مجھے یہ کہہ رہا ہے جیسے زندہ کو علم وشعور ہوتا ہے، خواہ روحانی ہو یا جسمانی یہ علم وشعور محل نزاع (۱) ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے کلام **انهم الأن ليعلمون** میں پہلا ثابت کر رہی ہیں نہ دوسرا چنانچہ بخاری میں پورے یہ الفاظ ہیں۔

ماقال انهم ليسمعون ما اقول وانما قال انهم الان ليعلمون ان ماكنت اقول لهم حق ثم قرأت انك لاتسمع الموتىٰ وما انت بمسمع من في القبور، يقول حين تبؤوا مقاعدهم من النار. بخاری جلد دوم ص ۵۶۷ باب قتل ابی جهل .

---

(۱) وضاحت کرمانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں (**مذهبنا ان اهل لاقبور يعلمون ماسمعوا قبل الموت ولايسمعون بعدالموت** . یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ اہل قبور نے موت سے پہلے جو کچھ سنا تھا وہ جانتے ہیں، اور موت کے بعد نہیں سنتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ جو میں اب کہتا ہوں وہ کفار سنتے ہیں، بلکہ صرف یہ کہا ہے، کہ وہ کفار اس وقت جانتے ہیں، کہ جو کچھ میں ان کو (ان کی زندگی میں) کہتا تھا، حق ہے پھر یہ آیت پڑھی، **انك لاتسمع الموتیٰ** اور **وما انت بمسمع من فی القبور** یعنی جبکہ کفار نے (مرکر) آگ میں ٹھکانا کیا، (اس وقت انکو معلوم ہوگیا کہ جو کچھ نبی نے ہمیں کہا تھا، حق ہے) ناظرین خیال فرمائیں کہ مولوی پھلواری صاحب نے حضرت عائشہؓ کے مطلب کو کس طرح بگاڑا ہے، پھر اس بنا پر سب احادیث کی (جو ان کے خیال میں سماع و موتی پر دلالت کرتی ہیں) تاویل کرڈالی ہے، بتلایئے یہ تاویل باوجہ ہوئی یا بے وجہ ؟اسی کو کہتے ہیں شیشوں کا گھر بنا کر دوسروں پر پتھر پھینکنا۔

سمع اور ثقبہ مجوفہ

اس کے علاوہ سمع کو کان کے ثقبہ مجوفہ کے ساتھ خاص کرنا بالکل بے دلیل ہے، دیکھیے! فرشتے بھی سنتے ہیں، جن بھی سنتے ہیں، خدا بھی سمیع بصیر ہے، تو کیا ان سب کے لئے کان کا ثقبہ مجوفہ ثابت ہے، اگر ثابت ہے تو روح کیلئے کیا مانع ہے، پھر روح کے سمع کی تاویل آپ نے علم اور شعور کے ساتھ کیوں کی؟ ہاں اگر آپ ان سب کے سمیع بصیر ہونے سے انکار کر کے بلاوجہ علم کے ساتھ تاویل کرنے لگ جائیں یا کہیں کہ ان کے سمع کو بھی عرف میں سمع نہیں کہتے تو اس نسلم کا ہمارے پاس کیا جواب ہے، اگر آپ کان کے ثقبہ مجوفہ کے ساتھ انسانی کان کی قید لگادیں، اسی طرح بر اور دیگر قویٰ میں، تو کیا آپ کی زبان کو کسی نے روک لینا ہے، یا قلم کو پکڑ لینا ہے، مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ اور اصل بات وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں، کہ سماع موتی چونکہ خلاف قیاس ہے اس لئے مورد سماع پر بند رہے گا، خواہ بدن کے تعلق کہ وجہ سے ہو، یا روح کیلئے ثقبہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مجوف ہو یا کوئی اور صورت ہو جب ہم روح کی حقیقت کو نہیں جانتے تو کیفیت کیا بیان کر سکتے ہیں، اس لئے ہمیں ظاہر قرآن وحدیث کی پابندی ضروری ہے، سو قرآن وحدیث میں عام طور پر تو کہیں ثابت نہیں ہوا کہ مُردے سنتے ہیں، اور یہ حدیث کہ مُردے سلام کا جواب دیتے ہیں، یا یہ حدیث کہ دفن سے واپسی کے وقت پاؤں کی آواز سنتے ہیں، ان کا جواب گذر چکا ہے، اور روندنے کی حدیث کا ذکر آگے آئیگا، انشاء اللہ رہا، دعا اور ایصال ثواب کا مسئلہ سو یہ مسلّم ہے مگر اس کو سماع موتی سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ جیسے زندہ کیلئے اس کی غیر حاضری میں دعاء کرے تو برابر اس کو فائدہ ہوتا ہے، خواہ معلوم ہو یا نہ، بلکہ اگر ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں ہو، تو بھی دعاء خالی نہیں جاتی، اسی طرح مُردے کیلئے دعاء اور ایصال ثواب کو سمجھ لینا چاہیئے اگر اللہ چاہے تو علم بھی ہو جاتا ہے، چنانچہ مشکوٰۃ باب الاستغفار میں حدیث ہے، کہ اللہ نیک بندے کا درجہ جنت میں بلند کرتا ہے، بندہ پوچھتا ہے کہ یا اللہ یہ درجہ کہاں سے بلند ہوا، اللہ فرماتا ہے تیری اولاد کے تیرے لئے استغفار کی وجہ سے۔

تعجب

دیکھیئے! اگر سُنتے ہوں تو خدا سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے، ہمیں تعجب ہے کہ مولوی پھلواری صاحب حنفی ہوکر امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کو خدا جانے کیوں ترک کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اس شخص کو جو نیکوں کی قبروں میں ان سے دعا چاہتا تھا، کس طرح ڈانتے ہیں، چنانچہ ص ۶ میں گذر چکا ہے، اور فقہاء نے قسم کی مسئلہ میں بھی تصریح کی ہے، کہ مُردے نہیں سنتے، لیکن مولوی پھلواری صاحب سب سے آنکھ بند کر کے اپنی ذھن میں لگے ہوئے ہیں، خدا ہدایت کرے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین۔

پھلواری: اب رہا توسل واستمداد کا مسئلہ اس کے متعلق بھی مختصراً کچھ ذیل میں عرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ جس طرح روح کی حیات اور بقاء کا مسئلہ فسلفۂ اسلام میں ثابت وتحقق ہے اسی طرح یہ بھی ثابت ومسلّم ہے، کہ روح کا ادراک وشعور قید جسم سے آزاد ہو جانے کے بعد بہت زیادہ ہو جاتا ہے، سعید روحیں نشاط اخروی میں بھی بہت کچھ ترقیات کرتی رہتی ہیں، اورنفوس قدسیہ جس طرح اس عالم میں مصدر فیوض وبرکات ہوتی ہیں، اسی طرح اس عالم میں بھی ان کے روحانی فیضان وبرکات وتصرفات کا سلسلہ بوجہ قوت وطاقت تصرف اور زیادہ ہو جانے کی بدرجہ اتم جاری رہتا ہے، یہ وہ مسئلہ ہے جس کو حکمائے اسلام اور محققین، متکلمین ومحدثین اکابردین بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں، حجۃ الاسلام امام غزالی، امام رازی، علامہ سعدالدین تفتازانی، علامہ سید شریف جرجانی، امام ہمام قاضی بیضاوی، علامہ عبدالعلی بحرالعلوم وحجۃ الہند شاہ ولی اللہ محدث وغیرھم نے اپنی تحریروں میں اس مسئلہ کو دلائل وبراہین نقلیہ وعقلیہ سے ثابت کیا ہےاور روح کے عجائبات وتصرفات کا جو عالمِ برزخ میں اسے حاصل ہوتے ہیں صاف صاف اقرار کیا ہے۔

اورتفسیر بیضاوی جلداول (مطبوعہ مصر ص ۸۸) کی عبارت مندرجہ ذیل بھی قابل غور ہے۔

وفیھا دلالة علی ان الارواح جواھر قائمة بانفسھا مغایرة لما یحس من البدن تبقی بعد الموت دراکة وعلیه جمھور الصحابة والتابعین وبه نطقت الایات والسنن.

(حیات شہدا والی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ روح ایک جوہر قائم بنفسہ ہے، جو حسِ بدنی اوراس کے حالات) کے مغائر ہے، وہ موت کے بعد بھی باقی رہتی اور درّاکہ ہو جاتی ہے، اوراسی مسلک پر جمہور صحابہ وتابعین ہیں، اور آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ اسی پر ناطق ہیں)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس زمانہ کے اکثر مولوی قاصر النظر اور کتب درسیہ کے بہتر ے حواشی وغیرہ سے بھی بیخبر ہوتے ہیں، پھر ان سے کیا امید کی جائے کہ یہ روحی مسئلہ ان کی سمجھ میں آ جائے، مولینا عبدالعلی بحر العلوم نے میر زاہد رسالہ کے حاشیہ میں بہ بسط تمام اس مسئلہ کو لکھا ہے کاش، یہ لوگ اسی کو غور فکر سے دیکھتے اور امام بیضاوی کا یہ فرمانا کہ یہ مسئلہ قرآن وحدیث سے مُبرھَن ومُدلّل ہے اور صحابہؓ وتابعین کا بھی یہی مسلک تھا، ان کیلئے تو نہایت تعجب خیز امر معلوم ہوتا ہوگا، اور مُتحیّر ہوں گے کہ آیات وسنن میں کہاں اس کا ذکر ہے، مگر میں ان کو یاد دلاتا ہوں کہ عذاب قبر جو اہلسنت کے متفقہ اعتقادیات سے اور سوال نکیرین وتنعیم وتعذیب اہل قبور جس کی حدیثیں صحاح وسنن میں شائع وذائع اور قریب قریب متواترات سے ہیں اس مسئلہ کا دارو مدار ارواح کے علم وادراک وشعور ہی کے ثبوت پر ہے ذرا عقل وشعور سے کام لے کر ان پر غور کرنا چاہیئے۔

جواب: صرف کی چھوٹی چھوٹی کتابوں صرف میر وغیرہ میں باب استفعال کی خاصیت میں لکھا ہے **استنوق الجمل** یعنی اونٹ اونٹنی بن گیا، جس کا قصہ یہ ہے، کہ ایک شاعر ایک بادشاہ کے پاس قصیدہ بنا کر لایا جس میں اونٹ کی صفت تھی، لیکن غلطی سے بعض صفات اونٹنی کی بھی ذکر کر دیں، جب قصیدہ پڑھتا ہوا اس محل میں پہنچا تو ایک چھوٹی عمر کا نہایت شوخ چشم شاعر تمسخرانہ لہجہ میں کہتا ہے، **استنوق الجمل**، صاحب قصیدہ بیچارہ بجائے انعام وصول کرنے کے الٹا شرمسار ہوا۔ یہی حالت ہمارے پھلواری صاحب کی ہے کہ شروع کیا تھا توسل واستمداد کا مسئلہ لیکن پھر وہی ادراک وشعور کا ذکر کرنے لگ گئے، جس کو پہلی عبارتوں میں ذکر کر چکے ہیں، اصل میں توسل اور استمداد کے مسئلہ پر بیچاروں کو کوئی دلیل نہیں ملی اور ادراک وشعور کو اپنے زعم میں مدلل سمجھے ہوئے ہیں، اس لئے بار بار وہی یاد آتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولوی پھلواری کی ترجمہ میں غلطی

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اس میں بھی سیدھے نہیں چلے، قاضی بیضاوی کی عبارت نقل کی لیکن اس کا ترجمہ غلط کیا بتلایئے دراکہ ہوجاتی ہے، کس لفظ کا ترجمہ ہے صحیح ترجمہ یہ ہے، باقی رہتی ہے دراکہ، مولوی پھلواری صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ روح کا ادراک اور شعور بعد موت زیادہ ہوجاتا ہے، اس لئے انہوں نے ترجمہ غلط کیا تاکہ مدعا ثابت ہوجائے، اس کے علاوہ ادراک اور شعور دو طرح کا ہے، ایک یہ کہ دنیا میں جو کچھ خیالات رکھتے تھے، ان کی بابت مرنے کے بعد ادراک اور شعور کہ وہ صحیح تھے یا غلط تھے، اور ان کے مطابق جزا سزا کا بھگتنا، دوم یہ کہ ہم ان کو پکاریں یا ان سے گفتگو کریں، تو ان کو اس کا علم اور شعور کہ کوئی ہمیں پکار رہا ہے یا ہم سے گفتگو کر رہا ہے، ان دونوں قسموں سے پہلی میں تو کوئی نزاع نہیں، اور شہداء والی آیت سے یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس آیت میں ہے کہ شہداء اللہ کے پاس زندہ ہیں، اور وہاں ان کو رزق ملتا ہے، رہا دوسرا سو وہ متنازع فیہ ہے، اور شہداء والی آیت کو اس سے کچھ تعلق نہیں، اگر کہا جائے کہ پہلے سے دوسرا بھی ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ جب مُردے میں ادراک وشعور باقی رہتا ہے، خواہ اخروی باتوں کا ہو، تو پھر دنیوی باتوں کا کیوں ادراک وشعور نہ ہوگا، تو اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ اس میں شبہ نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اخروی جزا سزا کا اعتقاد رکھتے تھے، اور جانتے تھے ..... کہ جو مر جاتا ہے اس پر مرتے ہی آخرت کے حالات کھل جاتے ہیں، تو پھر واقعہ بدر میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کیوں کہا کہ کیا آپ ایسی لوگوں کو خطاب کرتے ہیں جو مردار ہو چکے ہیں؟ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کے حالات کا ادراک وشعور ہونے سے دنیوی ادراک وشعور ضروری نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنے اس قول انھم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الآن لیعلمون میں صرف ایک (یعنی پہلے) کا ثابت کر رہی ہیں، چنانچہ صفحہ ۲۲ میں تفصیل ہو چکی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون.** یعنی جو مر جاتے ہیں ان سے درے پردہ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے، یہی وجہ ہے کہ ہم میں ادراک وشعور موجود ہے مگر ہم نہ قبر کے عذاب کو دیکھیں نہ دیگر حالات پر مطلع ہوں، بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ دیگر حیوانات جن کا ادراک وشعور انسان سے بہت کم ہے، ان کی بابت حدیث میں موجود ہے کہ مُردے کی آواز سُنتے ہیں، جب کہ قبر میں اس کے سَر پر گُرز پڑتی ہے، اور وہ چیختا ہے، مگر جن انسان کو پتہ نہیں لگتا، ہاں جب خرقِ عادت کے طور پر اللہ کوئی بات معلوم کرانی چاہے، تو معلوم کرادیتا ہے، مگر جو بات خرق عادت ہوتی ہے، وہ اپنی محل پر بند رہتی ہے، چنانچہ صفحہ ۱۲ میں گذر چکا ہے، پس صحیح بات وہی ہے جو ہم کئی دفعہ عرض کر چکے ہیں۔ کہ مُردوں کو ہمارے حالات کی کچھ خبر نہیں، مگر جو اللہ معلوم کرانی چاہے اور جس کا ذکر قرآن وحدیث میں آ گیا اسی طرح ہمیں بھی مُردوں کے حالات سے اسی بات کا ادراک وشعور ہو سکتا ہے، جو اللہ چاہے کیونکہ عادۃً دونوں طرف سے سلسلہ منقطع ہے۔

مولوی پھلواری کا چالاکی

مولوی پھلواری صاحب کی چالاکی دیکھو کہ رُعب جمانے کے لئے بہت سے علماء کے نام لے دیئے لیکن جب ان کی عبارتوں کے نقل کرنے کا موقعہ آیا تو صرف قاضی **بیضاوی** کی عبارت نقل کردی جس کو مدعا سے دُور کی بھی نسبت نہیں، پھر ترجمہ بھی غلط کر دیا، اور اخیر میں اپنی وسعتِ نظر کی بناء پر مولینا بحر العلوم کے حاشیہ کا حوالہ دیدیا، حالانکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں بھی ادراک وشعور کی پہلی قسم مذکور ہے صرف اتنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نفوس قدسیہ کو مرنے کے بعد بھی معرفت الٰہی میں ترقی ہوتی رہتی ہے، اگر چہ اس پر انہوں نے کوئی دلیل نہیں دی، صرف ابن عربی کے ایک دو کشف ظاہر کئے ہیں، جو شرعی دلیل نہیں مگر چونکہ یہ ادراک وشعور بھی پہلی قسم میں داخل ہے اس لئے ہمیں یہاں بحث کرنے کی ضرورت نہیں، ہمیں تعجب آتا ہی کہ مولوی پھلواری صاحب جب خود کہہ چکے ہیں کہ انك **لاتسمع الموتیٰ** کا معنی یہ ہے کہ تم نہیں سنا سکتے، اللہ کے سنانے کی نفی نہیں (چنانچہ صفحہ ۶ میں گذر چکا ہے) تو پھر معاملہ خدا کے سپرد کر کے یوں کیوں نہیں کہتے، کہ چونکہ یہ سنانا خرق عادت سے ہے اس لئے اپنے محل پر بندر ہے گا کیونکہ زندوں کو ہم سنا سکتے ہیں، مُردوں کو ہم نہیں سُنا سکتے، تو اس کی وجہ یہی ہے کہ مُردوں کا سننا خرق عادت سے ہے پھر خدا جانے مولوی پھلواری صاحب کیوں فضول بحث کو طول دے رہے ہیں اللہ ان کو سمجھ دے اور ہدایت کا چراغ ان کی راہ میں رکھ دے، آمین

پھلواری: اور سنیئے! ہمیں تعلیم دی گئی کہ مقبرے میں جائیں اور اہل قبور سے تخاطب کے ساتھ یوں سلام وکلام کریں۔ (۱) **السلام علیکم یا اهل القبور، السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا انشاء الله بکم لاحقون انتم لنافرط ونحن لکم تبع اسأل اللّٰه لنا ولکم العافیه (رواه الامام مسلم فی صحیحه والترمذی والنسائی وابن ماجة وابوداؤد وغیرهم بالفاظ متقاربة حصن حصین ص ۱۵۴)**

ترجمہ: سلام ہو تم پر اے قبروں والو سلام ہو تم پر اے قوم مومنین کے گھر (یعنی قبرستان) ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں تم ہم سے آگے آ گئے اور ہم تمہارے پیچھے آئیں گے ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے خدا سے عافیت مانگتے ہیں۔

کیا اگر اہل قبور کو علم وادراک وشعور نہ ... تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں درود یوار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے تخاطب کرنے اور مٹی کے ڈھیر سے سلام وکلام کرنے اور فضول ولغو بکواس کرنے کی تعلیم فرمائی حاشا وکلا، علامہ ابن قیم کتاب الرواح مطبوعہ دائرۃ المعارف صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں، آثار متواترہ سے ثابت ہے، اور سلف کا اس پر اجماع ہے، کہ مُردے زائرین کو پہچانتے اور ان کے آنے سے خوش ہوتے ہیں، اور امام سیوطیؒ لکھتے ہیں،

(۲) الاحادیث والاثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم به المزور وسمع کلامه وانس به ورد سلامه علیه. (شرح الصدور ص ۱۵۱)

ترجمہ: احادیث وآثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ زائر جب (قبر پر) آتا ہے تو مزدر (یعنی قبر والا) اس کو جان لیتا ہے اور اسکے کلام کو سنتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

چنانچہ حضرت حضرت عائشہ صدیقہؓ وحضرت ابوہریرہؓ وحضرت ابن عباسؓ وغیرھم سے متعدد روایات علامہ ابن ابی الدنیا کی کتاب القبور اور بیہقی کی شعب الایمان وغیرہ میں مروی ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے کسی مردہ بھائی کی قبر پر جاتا ہے تو وہ مُردہ اس کو پہچانتا ہے، اس کے آنے سے خوش ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ مامن رجل یزور قبر اخیه ویجلس عنده الا استانس به ورد علیه حتی یقوم.

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی قبر کی زیارت کر جاتا ہے، اور قبر کے پاس بیٹھتا ہے تو جبتک وہ وہاں بیٹھا رہتا ہے مُردے کو اس سے اُنس وانبساط ہوتا رہتا ہے۔ دیکھو کتاب الروح صفحہ ۵ وشرح الصدور للسیوطی صفحہ ۱۳۶ وشفاء اسقام وغیرہ۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اپنی موت کے وقت یہ وصیت کی کہ جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر کی آرد گرد تھوڑی دیر تک سب کے سب کھڑے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہنا تا کہ میں تم سے استناس (اُنس) حاصل کروں ان کے الفاظ صحیح مسلم کی روایت میں یہ ہیں کہ **ثم اقیموا حول قبری قدرما تنحر جزور و یقسم لھا حتی استانس بکم** ابن قیم اس حدیث کو صحیح مسلم سے نقل کر کے لکھتے ہیں، کہ اس سے ثابت ہوا کہ میت کو اس کی قبر پر لوگوں کو حاضر ہونے سے اُنس وانبساط ہوتا ہے (کتاب الروح ص ۱۲)۔ مسلم جلد اول ص ۷۶ باب **کون الا سلام یھدم ماقبلہ**۔

پس اموات کی روحانی قوت ادراک وشعور کو دیکھو کہ زندگی میں اگر کسی کو ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا جائے، جس کے تمام منافذ ہوا بند ومسدود ہوں تو غیر ممکن ہے کہ باہر کی آواز کا اس کو درک یا باہر کسی کے آنے جانے کی خبر ہو سکے، مگر روح زائرین کی رفت وآمد کا حتیٰ کہ جوتیوں کی چاپ اور چلنے کی آواز تک کا اس کو بخوبی درک ہوتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے، **ان المیت یسمع خفق نعالھم** ۔میّت چلنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے) علیٰ ہذا القیاس کوئی شخص تہ خانے کے اندر ہو تو اوپر سے نہ اُسے کوئی چھو سکتا ہے، نہ ایذا پہنچا سکتا ہے مگر یہی روح جب قبر کی منزل میں سوتی ہے۔ تو قبر کے اوپر کسی کے ٹیک لگانے تکیہ کرنے اور بیٹھنے سے اسے ایذا ہوتی ہے، اسی لئے صادق مصدوق ﷺ نے ایسا کرنے سے ان لفظوں میں منع فرمایا، کہ **لا توذ صاحب ھذا القبر** (**رواہ الامام احمد فی مسندہ**) حتیٰ کہ مقبرہ میں جوتیوں سمیت چلنے پھرنے سے بھی منع فرمایا۔ (**سنن ابی داؤد جلد ۲ باب المشی بین القبور فی النعل ص ۱۰۴ مطبوعہ ھند**) شراح حدیث فرماتے ہیں، کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قبروں کے ساتھ کوئی فعل ایسا جس سے استخفاف واہانت کا پہلو نکلے نہ کرنا چاہیئے کیونکہ مُردوں کو اس سے اَلم (دکھ) ہوتا ہے، بلکہ قبور کا بلحاظ مراتب اہل قبور ادب واحترام لازم ہے۔

مسند امام احمدؒ کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے حجرہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضور پُرنور اور صدیق اکبرؓ کے مدفون ہونے کے بعد تک اپنی بے تکلفانہ حالت میں چلی جاتی تھی، اور سمجھتی تھی کہ یہ ہمارے حضور ہی ہیں، اور پدر بزرگوار ہیں (جو محرم ہیں) مگر جب امیر المؤمنین عمرؓ اس حجرہ میں دفن ہوئے تو اس دن سے میں احتیاط کرنے لگی اور ہمیشہ چادر اوڑھ کر پردہ دار حجرہ میں داخل ہونے لگی، **حیاء من عمر** یعنی میرا یہ حجاب بمقتضائے اس حیا کے ہے جو مجھے عمرؓ سے بلحاظ ان کے غیر محرم ہونے کے ہونا چاہیئے،

(دیکھو مسند احمد مطبوعہ مصر جلد ۶ ص ۲۰۲)۔

حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے، اور مشکوٰۃ میں بھی یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔ اور اس کے حاشیہ پر لمعات کی عبارت درج ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں واضح دلیل ہے اس امر کی کہ زائر کو صاحب قبر کا وہ احترام کہ جس مرتبہ کا وہ ہو واجب ہے خصوصاً صالحین کی قبور کا ادب واحترام جس قدر ہو سکے لازم ہے۔

(مشکوٰۃ مطبوعہ نظامی ص ۱۴۶)۔

اس روایت سے یہ بھی خوب روشن ہو گیا، کہ حضرت ام المؤمنین کی طرف جو عدم سماع موتی کے قول کی نسبت کی جاتی ہے، وہ کہاں تک اور کن معنوں میں صحیح ہے، چنانچہ اس مقام پر ایک اور روایت بھی پیش کرتا ہوں، جس سے حضرت صدیقہؓ کے مسلک پر اور بھی روشنی پڑتی ہے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ برادر ام المؤمنین عائشہؓ نے مکہ معظمہ کے قریب ایک گاؤں میں انتقال کیا اور مکہ میں مدفون ہوئے، جب حضرت صدیقہؓ مکہ معظمہ آئیں تو بھائی کی قبر پر تشریف لائیں، اور سلام ماثور کے بعد ان کو مخاطب کر کے دو شعر پڑھے، پھر فرمایا کہ بھائی اگر میں تمہارے پاس علالت کے وقت موجود ہوتی تو تم وہیں مدفون ہوتے جہاں تم نے انتقال کیا تھا، اور اگر میں اُس وقت تمہارے پاس حاضر ہوتی تو اس وقت خاص کر تمہاری زیارت کو آنے کی ہمیں ضرورت نہ تھی، (دیکھو جامع ترمذی کتاب الجنائز جلد ا ص ۱۳۱)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غور کرو! اگر صدیقہؓ سماع اموات کی بزأیہ (بالکلیہ) منکر ہوتیں، اور علم و ادراک وشعور موتی کی قائل نہ ہوتیں تو حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر جا کر اس طرح تخاطب اور مثل زندوں سے کلام کرنے کے اسقدر کلام کیوں فرماتیں۔

حرف نداء سے خطاب کی تحقیق

جواب: اس میں بھی پھلواری صاحب نے بجائے توسل واستمداد کے سماع موتی کی بحث چھیڑ دی خیر: اب اس کا جواب سنئے:

مشکوٰۃ باب دخول مکہ میں متفق علیہ حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ حجر اسود کو خطاب کر کے فرماتے ہیں، کہ میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے نہ دیکھتا، تو تیرا کبھی بوسہ نہ لیتا۔ نیز مشکوٰۃ باب الدعوات میں حدیث ہے، آپ جب چاند دیکھتے تو یہ دعاء پڑھتے، **اللهم اهله علينا بالامن والايمان والسلامة والاسلام ربي وربك الله.**

یعنی اے اللہ! اس کو امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کا چاند کر (پھر چاند کو خطاب کرتے ہوئے کہتے) میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے، نیز مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے جب آپ سفر کرتے اور رات آجاتی تو فرماتے: **يا ارض ربي وربك الله اعوذ بالله من شرك وشر ما فيك وشر ما خلق فيك وشر ما يدب عليك واعوذ بالله من اسد واسود من الحية والعقرب ومن ساكن البلد ومن والد وما ولده.**

یعنی اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے میں پناہ پکڑتا ہوں اللہ کے ساتھ تیرے شر سے، اور اُس شئے کی شر سے جو تجھ میں ہے، اور جو تجھ میں پیدا کی گئی ہے، اور جو تجھ پر چلتی ہے، اور پناہ پکڑتا ہوں، میں اللہ کے ساتھ شیر اور خاص سانپ اور عام سانپ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بچھو سے اور شہر کے رہنے والے سے اور جننے والے سے اور جو کچھ اس نے جنا ہے۔

مولوی پھلواری صاحب! بتلایئے! مٹی کے ڈھیر سے خطاب کوئی اس سے زیادہ عجیب ہے؟ پھر آپ کو اہل قبور کے خطاب پر عدم علم اور عدم شعور کی حالت میں تعجب کیوں ہوا؟ یہاں تک کہ اسکو فضول اور لغو بکواس بتلانے لگے کیا حضرت عمرؓ نے حجر اسود کو خطاب کرنے اور اس سے اتنی لمبی گفتگو کرنے میں معاذ اللہ فضول اور لغو بکواس کا ارتکاب کیا تھا؟ یا رسول اللہ ﷺ نے چاند اور زمین کو خطاب کرنے میں معاذ اللہ فضول اور لغو بکواس کی تعلیم دی ہے۔ انسان کو بات کرتے ہوئے دور اندیشی ضرور چاہیئے دیکھئے! یہ کتنی ڈبل غلطی ہے، اصل میں آپ سمجھے نہیں، خطاب کئی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی پاس والے کو اشارۃً مسئلہ بتلانا مقصود ہوتا ہے جیسے حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی کو خطاب کر کے کہا کہ میں تمہارے پاس ہوتی تو تم وہیں دفن ہوتے اور میں تمہاری زیارت کو نہ آتی، اور حضرت عمرؓ کا حجر اسود کو خطاب کرنا بھی اسی قسم سے ہے اور کبھی توکل کا اظہار مقصود ہوتا ہے جیسے چاند اور زمین کی دعائیں ہیں اور کبھی حکایت کی حالت کی یادگار قائم رکھنے کے لئے خطاب کرتے ہیں، جیسے التحیات میں حکایت کے طور پر اور معراج کی یادگار کو قائم رکھنے کے لئے خطاب کرتے ہیں جیسے التحیات میں حکایت کے طور پر اور معراج کی یادگار کو قائم رکھنے کیلئے السلام علیک ایھا النبی کہتے ہیں چنانچہ ص ۱۷۔۱۸ میں گذر چکا ہے۔

اور مُردوں کو مخاطب کر کے قبرستان میں سلام کہنا بھی اس قسم سے ہے، کیونکہ قبرستان کے دیکھنے سے ان کی زندگی کے دن یاد آجاتے ہیں، گویا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ سامنے ہیں۔

اور حضرت عائشہؓ کا اپنے بھائی کو مخاطب کرنا اس قسم سے بھی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح جب میت سامنے ہو جیسے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت حضرت ابو بکرؓ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا تھا: بابی انت وامی یا نبی اللہ لایجمع اللہ علیك موتتین ۔ یعنی اے اللہ کے نبی! اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ اور اس سے حضرت عمرؓ وغیرہ پر رد کرنا مقصود تھا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا۔ کہ رسول اللہ ﷺ اگر فوت ہو گئے ہوں تو پھر زندہ ہو کر فتوحات کریں گے اور کبھی مشرکوں کے اعتقاد کے لحاظ سے اُس شئے کو نازل بمنزلہ عاقل کے قرار دے کر خطاب کرتے ہیں جس سے مقصود توحید کا اظہار اور توحید کا اقرار ہوتا ہے، جیسے چاند وغیرہ کے خطاب میں ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا حجر اسود کو خطاب کرنا ممکن ہے، اس قسم ۱ میں داخل ہو۔

اور کبھی محض دردِ دل اور اظہار افسوس کیلئے خطاب کرتے ہیں۔ جیسے اکثر مرثیوں میں ہوتا ہے اور یا ویلتی لیتنی لم اتخذفلانا خلیلا ا(پ۱۹) بھی اسی قسم سے ہے، یعنی ویل اور خرابی کو پکارنا اور نوحہ میں بھی ایسا ہوتا ہے جسے ندبہ کہتے ہیں اور بعض دفعہ محض تلذّذ مقصود ہوتا ہے جیسے کوئی اپنے محبوب کی صورت کو حاضر خیال کر کے خطاب کے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ غرض اس قسم کے بہتیرے وجوہ ہیں جو ہر زبان میں موجود ہیں، اور لوگ استعمال کرتے ہیں۔ خدا جانے مولوی پھلواری صاحب کسی دوسرے جہان میں رہتے ہیں جو مٹی کے ڈھیر کو مخاطب کرنا ان کے نزدیک فضول اور لغو بکواس ہے مولوی پھلواری صاحب: کیا آپ نے ادب کی کتابیں بھی نہیں پڑھیں؟ جن میں کئی ایسے قصاید موجود ہیں، جن میں شعراء اپنی محبوبات کی جگہوں اور پرانے کھنڈروں کو خطاب کرتے ہیں دیکھئے: قطامی شاعر کہتا ہے:۔

اِنَّا مُحَیُّوكَ فَاسْلَمْ اَیُّھَا الطَّلَلُ وَاِنْ بَلِیْتَ وَاِنْ طَالَتْ بِكَ الطِّوَلُ
اَنّٰی اھْتَدَیْتَ لِتَسْلِیْمٍ عَلٰی دِمَنٍ بِالْغَمْرِ غَیَّرَ ھُنَّ الْاَعْصُرُ الْاُوَلُ

حاشیہ نمبر 1: فتامل فیہ فإن قول عمر لیس من الاذکار بخلاف ماقالہ ﷺ فی القمر والارض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(نیل الادب فی قصائد العرب ۸۸) ترجمہ ہم تمہیں سلام کا تحفہ دیتے ہیں، بس سلامت رہو اے کھنڈرو! اگرچہ تم پرانے ہو گئے ہو اور تم پر زمانہ گذر گیا ہے۔ میں نے رہائش کے نشانوں پر سلام ڈالنے کے لئے غمر جگہ میں کسطرح راستہ پایا، جن کو پہلے زمانوں نے بدل دیا۔

جریر بن بلال بن مالک شاعر کہتا ہے:

حَیَّ الغَدَاۃَ بِرَامَۃَ الاَطْلَا لَا رَسماً تَقَادَمَ عَھدُہٗ فَاَحَالاً

اِنَّ الغَرَادِیَ وَالسَّوارِیَ غَادَرَتْ لِلرِیْحِ مُخْتَرَ اَسِبِہٖ وَمَجَالاً

اَسْبَحَتْ بَعْدَ جَمِیْعِ اَھلِكَ دِمْنَۃً قَفراً کُنْتَ مَحَلَۃَ مِحلَالاً

لَمْ یُلْفَ مِثْلُكَ بَعْدَ عَھدِكَ مَنزِلاً فَسُقِیْتَ مِنْ نُوْرِ السَّمَاكِ سَجَالاً

(حوالہ مذکورہ ص۱۰۲) ترجمہ (یعنی صبح کے وقت رامہ جگہ میں سلام کا تحفہ دے جو ایسے نشان ہیں جن کا زمانہ پرانا ہو گیا۔ پس اس زمانے نے ان کو بدل دیا ہے۔ بیشک دن رات آنیوالوں نے اس جگہ میں ہوا کے لئے راستے اور جولان گاہ بنادی ہے۔ (اے میرے محبوب کی جگہ تو) اپنے تمام رہنے والوں کے بعد سیاہ نشان میدان چٹیل بن گئی۔ حالانکہ تو آبادتھی جس میں کثرت سے نزول ہوتا تھا۔ یعنی لوگ اترتے تھے۔ تیرے زمانے کے بعد تیرے جیسی کوئی منزل نہیں پائی گئی۔ تجھے سماک ستارے کی منزل سے ڈول پلائے جائیں یعنی تجھ پر رحمت کی بارش ہو)

مولوی پھلواری صاحب! دیکھئے یہ مٹی کے ڈھیروں کو خطاب ہے یا نہیں یہاں تو مٹی کے ڈھیروں میں مُردے بھی نہیں، اور باوجود اس کے خطاب ہو رہا ہے آپکو باوجود بیچ میں مُردہ ہونے پر تعجب ہے۔ حالانکہ بیچ میں مُردہ ہونے کو زندگی کا نقشہ سامنے آنے میں زیادہ دخل ہے۔

خلاصہ یہ کہ خطاب سے سماع موتی ثابت نہیں ہوتا خواہ سلام کے ساتھ خطاب ہو یا کسی اور بات کے ساتھ ہو۔ اور کتاب الروح صفحہ ۵ کے حوالہ سے جو آپ نے اس بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر اجماع نقل کیا ہے۔ کہ مُردے زائرین کو پہچانتے ہیں۔ یہ بالکل افتراء ہے۔ کتاب الروح صفحہ ۵ میں تومُردوں کو خطاب کے ساتھ سلام کہنے پر اجماع نقل کیا ہے۔ جس کی مرضی ہو کتاب الروح کا صفحہ ۵ نکال کر دیکھ لے اور آسانی کے لئے ہم نے حاشیہ میں بھی کتاب الروح کی یہ عبارت نقل کر دی ہے۔ ہاں کتاب الروح کے صفحہ ۵ میں یہ موجود ہے۔ کہ سلف سے آثار متواتر اس بارے میں آئے ہیں کہ مُردہ زندہ کی زیارت کو پہچانتا ہے مگر تواتر سے مراد ان کی اصطلاحی تواتر نہیں۔ بلکہ کثرت مراد ہے۔ یعنی اس بارے میں سلف سے بہت روایتیں آئی ہیں۔ خواہ صحیح ہوں یا ضعیف۔

روایت کا ضعف

چنانچہ اس کے بعد کتاب الروح میں وہ آثار ذکر کیے ہیں جن سے ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت **مامن رجل یزور الخ** ہے جو مولوی پھلواری صاحب نے ذکر کی ہے اور اسی کے قریب قریب ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی مرفوع ہے اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ والی موقوف ہے، ان دونوں کی سند میں زید بن اسلم ایک راوی ہے جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات المدلسین میں مدلس لکھا ہے۔ اگر چہ تدلیس اس کی ادنیٰ درجہ کی ہے۔ جس سے اس کی حدیث رد نہیں ہو سکتی لیکن تقریب میں لکھا ہے ارسال کرتا ہے۔ یعنی جس سے اس کی ملاقات نہیں ہوتی، اس سے ایسے لفظ کے ساتھ روایت کرتا ہے جس سے سماع کا وہم ہوتا ہے، جیسے عن اور قال وغیرہ اور یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے عن کے ساتھ روایت کی ہے، اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے، کہ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس نے نہیں سُنا نیز ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں محمد بن قدامہ جوہری ایک راوی ہے، جس کی بابت تقریب میں لکھا ہے فیہ لین یعنی اس میں ضعف ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ایک راوی یحییٰ بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یمان ہے اس کی بابت تقریب میں لکھا ہے صدوق عابد تخطی کثیراً یعنی، سچا ہے، عابد ہے، روایت حدیث میں غلطیاں بہت کرتا ہے، اور دو راوی حضرت عائشہؓ کی حدیث میں اور ہیں، ایک محمد بن عون، دوسرا عبداللہ بن سمعان پہلے کی بابت تقریب میں لکھا ہے متروک یعنی محدثین نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے دوسرے کی بابت تقریب میں لکھا ہے متروک اتھمه بالکذب ابوداؤد وغیرہ یعنی محدثین نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے اور ابوداؤد نے اسکو کذب کے ساتھ متہم کیا ہے۔

اس تفصیل سے ان دونوں روایتوں کا حال معلوم ہو گیا، کہ یہ بالکل رڈی ہیں۔
ان کے بعد کتاب الروح میں اور آثار بھی ذکر کیے ہیں۔ مگر صحابہؓ سے کوئی ایسی روایت ذکر نہیں کی، جس سے یہ ثابت ہو کہ مردہ زائرین کی زیارت کو جانتا ہے۔ ہاں بعد کے لوگوں کے کچھ آثار ذکر کیے ہیں مگر وہ زیادہ تر خوابیں ہیں، جو شرعی دلیل نہیں اور فی نفسہٖ بھی دلیل کمزور ہے، جسکی مرضی ہو کتاب الروح نکالکر دیکھ لے اور ابن قیمؒ سے صفحہ ۱۰ میں ہم نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے واقعہ بدر کی وہی تاویل کی ہے جو ہم نے کی ہے۔ اگر مردہ کو ہر وقت پہچان ہے اور اس کو زائر کی آواز سنائی دیتی ہے۔ تو پھر یہ تاویل کیوں کرتے، پس کتاب الروح کا حوالہ تو آپ کو کچھ مفید نہیں۔ اسی طرح سیوطیؒ کی کتاب شرح الصدور کا حوالہ کیونکہ اس میں کتاب الروح سے کچھ زیادہ نہیں۔ رہی روندنے کی حدیث جس کی بابت پہلے گذر چکا ہے کہ اسکا جواب آگے آئیگا یعنی **لا تؤذ صاحب هذا القبر** سو اس کی بابت عرض ہے، کہ منتخب کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۸۵ میں اس روایت کو تاریخ ابن عساکر کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور منتخب کنز العمال کے مقدمہ میں کہا ہے جو روایت تاریخ ابن عساکر کے حوالہ سے ذکر ہو وہ ضعیف ہوگی، پس یہ روایت ضعیف ہوئی نیز اس کا یہ مطلب نہیں کہ صاحب قبر کو اس روندنے کا علم ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے اس کو ایذاء پہنچتی ہے۔ بلکہ دیکھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں کی نظر میں جب اس کی توہین ہوئی۔ تو خواہ میت کو علم ہو یا نہ ہو اس کو ایذا پہنچانا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بھائی کی غیبت کرے۔ یا اس کا پیسہ ٹکہ کھا جائے تو خواہ اس کو علم ہو یا نہ یہ اپنے بھائی مسلمان کو ایذا پہنچاتا ہے۔ اور اس مطلب کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو کنز العمال کے اسی صفحہ میں ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ **انزل عن القبر لا توذی صاحب القبر ولا یوذ یك** یعنی قبر سے اتر صاحب قبر کو ایذا نہ دے اور وہ تجھے نہ دے۔

ظاہر ہے کہ صاحب قبر کا روندنے والے کو ایذاء پہنچانا اس کی کیفیت کا بھی روندنے والے کو علم نہیں چہ جائیکہ ایذا کا علم ہو ٹھیک اسی طرح روندنے والے کی ایذا کو سمجھ لینا چاہیے۔ اور یہ حدیث کہ مُردہ دفن کے بعد لوٹنے والوں کے پاؤں کی آواز سنتا ہے۔ اس کا جواب ص ۵۔۱۱۔۱۴ میں گذر چکا ہے۔ اور یہی جواب بعینہ عمرو بن عاصؓ کی حدیث کا ہے جو صحیح مسلم کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔

حدیث عائشہؓ حیاء من عمر کی وضاحت

اور حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ وہ حضرت عمرؓ کے دفن کے بعد پردہ سے داخل ہوتیں۔ یہ صرف حیات کی وضع کو قائم رکھنا ہے۔ جس میں وہی میت کا احترام ملحوظ ہے آپ خیال نہیں کرتے کہ اگر میت مٹی کے اتنے بڑے ڈھیر سے دیکھتی ہے۔ جس سے زندہ آپ کے نزدیک آواز بھی نہیں سُن سکتا۔ تو کیا حضرت عائشہؓ کی چادر حضرت عمرؓ کی نظر کو روک سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔ پس اس حدیث کا مطلب صرف حیات کی وضع کو قائم رکھنا ہے، جس سے احترام ملحوظ ہے، اور اسی لئے حیاء من عمر کہا ہے ستر اً من عمر نہیں کہا۔ یعنی حیا کا ذکر کیا ہے پردے کا ذکر نہیں کیا۔

خلاصہ یہ کہ میت کی عزت اور توقیر اسی طرح کرنی چاہیئے جیسے زندہ کی کی جاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔مثلاً کفن اچھا ہو، قبر فراخ ہو اور گہری ہو، نہلایا عزت کے ساتھ جائے اور اچھی طرح میل کچیل دُور کی جائے پانی زیادہ تیز نہ ہو، اس کی ہڈی نہ توڑی جائے اس کی شرمگاہ نہ دیکھی جائے یہاں تک کہ حدیث میں ہے کہ غسل بھی اس کو اس کا کوئی خاص آدمی دے، تا کہ بدنی عیب پر دوسرا مطلع نہ جس کو وہ اپنی حیات میں پسند نہیں کرتا تھا، مگر ان باتوں کو سماع موتی سے کچھ تعلق نہیں، ٹھیک اسی طرح حضرت عائشہؓ کا پردے کے ساتھ داخل ہونا یا دیگر ادب آداب کو سمجھ لینا چاہیئے فافہم۔

پھلواری:۔بہر حال پھر اصل مطلب پر آتا ہوں۔کہ ارواح کو بعد موت اعلیٰ درجہ کا ادراک وشعور حاصل ہوتا ہے۔اور طرح طرح کے تصرفات بھی ان سے سرزد ہوتے ہیں، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص (صحابی) نے نادانستگی سے ایک قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے قبر کے اندر سے کسی کی سورۃ مُلک تلاوت کرنے کی آواز سُنی۔ پھر حضور انور ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی، حضور ﷺ نے سورہ مُلک کی تعریف میں فرمایا کہ وہ عذاب قبر سے بچاتی ہے۔(رواہ الترمذی وحسنہ الحاکم والبیھقی وغیرھم کتاب الروح لابن القیم ص ۱۲۹ وشرح الصدور للسیوطی ص ۱۲۸)

الغرض روح کا معاملہ کچھ عجب حیرت انگیز ہے اور اس کی طاقت وقوت کچھ عجیب طاقت وقوت ہے۔خصوصاً ارواح مقدسہ ملاء اعلیٰ میں جا کر ملکوتی صفات سے متصف ہو جاتی ہیں۔اور ملکوتی آثار اُن میں پائے جانے لگتے ہیں۔ان کے علم ودرک وشعور وسیر وتصرف کیلئے عالم میں کوئی حجاب وحاجز مانع باقی نہیں رہتا۔**فتری وتسمع الکل کا لمشاھد (کماقالہ ملاالقاری فی مرقاۃ)** وہ اعلیٰ علیین میں رہتی ہیں اور پھر قبر سے بھی ان کا ہر وقت پورا تعلق رہتا ہے۔اور پھر جہاں چاہتی ہیں سیر بھی کرتی ہیں۔اور مختلف جگہ مختلف احوال میں پائی جاتی ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ الاسراء میں حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر کے اندر نماز میں مشغول پایا (رواہ مسلم فی الصحیح) پھر مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی روحوں کے ساتھ کلیم اللہ کی روح بھی ضرور موجود تھی۔ اور پھر آسمان ششم پر بھی ان سے ملاقات ہوئی (کمافی الصحاح) حالانکہ واقعہ معراج نبوی چشم زدن کا معاملہ تھا۔

حافظ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

ارواح المؤمنین فی علیین وارواح الکفار فی سجین ولکل روح بجسدها اتصال معنوی (الیٰ قوله) ومع ذلك فهی ماذون لها لی التصرف (شرح الصدور)

مومنوں کی روحیں علّیین میں ہیں اور کفار کی سجّین مین اور ہر روح کیلئے اپنے بدن سے ایک باطنی تعلق ہے اور باوجود اس کے روح کو تصرف کی اجازت ہے۔

علامہ جلال الدین نے حافظ ابن حجر کی تائید کرتے ہوئے ابن عساکر وغیرہ کی متعدد روایتیں پیش کی ہیں، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ میں نے جعفر کو دیکھا کہ جماعت ملائکہ کے ساتھ سیر کناں میرے پاس سے گذرے اور مجھے سلام کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اصابہ (مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۴۹) میں حضرت جعفر طیار ذوالجناحینؓ کے ذکر میں یہ روایتیں نقل کی ہیں۔

اسی لئے حضور سرور عالم ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ جب تم کو کسی صحراء و ویرانہ میں کوئی مشکل آپڑے اور کوئی یار و مددگار نظر نہ آتا ہو۔ تو اس وقت تین مرتبہ یوں کہو **یا عباد الله اعینونی** (اے خدا کے بندو! میری مدد کرو) (رواہ الطبرانی) علمائے ثقات محدثین نے اس کو حدیث حسن کہا ہے اور اس کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے۔ (حصن حصین ص ۱۰۲) اس میں عباد اللہ کا لفظ عام ہے، رجال الغیب و ملائکہ کی طرح ارواح طیبہ اولیاء اللہ بھی مراد ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ جب روح سیارہ درّاکہ و متفرقہ ہے تو بخوبی ممکن ہے کہ حسب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منشاء الٰہی کسی روح مقدس کی ادھر توجہ ہو اور مستغیث کا کام نکل جائے۔

اصحاب مشاہدہ نفوس قدسیہ اولیاء انبیاء سے ایسے تصرفات و برکات کا برابر تجربہ و مشاہدہ کرتے آئے ہیں۔ علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ کہ روح علاقات جسمانیہ سے مجرد ہونے پر راجع ہو کر ملائکہ سے ملحق ہوتی اور صفات ملکوتیہ سے متصف ہو جاتی ہے۔ اور ان کے کاموں میں شریک ہوتی ہے۔ اور اکثر ایسی روحیں اعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ میں مصروف پائی جاتی ہیں (حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ صفحہ ۳۴) اور کچھ ایسا ہی علامہ ابن القیم کتاب الروح (صفحہ ۱۶۷ میں فرماتے ہیں کہ:

وقد تواترت الرویا من اصناف بنی آدم علی فعل الارواح بعد موتها مالا تقدر علی مثله حال اتصالها بالبدن الخ،

(اس بارے میں مختلف لوگوں کی خوابیں تواتر کو پہنچ گئی ہیں، کہ روحیں مرنے کے بعد وہ کام کرتی ہیں۔ کہ بدن کے ساتھ ملنے کے وقت ایسے کام پر قادر نہ تھیں)

اقسام تصرفات

جواب: صفحہ ۱۲ میں گذر چکا ہے کہ ادراک وشعور دو طرح کا ہے ایک اخروی ایک دنیوی اسی طرح تصرفات بھی دو طرح کے ہیں، ایک اخروی ایک دنیوی۔

(۱) اخروی تصرفات

اُخروی یہ ہے، کہ جب انسان مرجاتا ہے تو حسب مراتب جزاء سزا بھگتنا ہے، مثلاً شہداپرندوں کی شکلوں میں داخل کئے جاتے ہیں اور جنت کی سیر کرتے اور کھاتے پیتے ہیں رات کو عرش کے نیچے قندیلوں میں آرام کرتے ہیں۔ اسی طرح عام مومنوں کی بابت بھی آیا ہے کہ ان کی روح پرندے کی شکل میں ہو جاتی ہے اور قبر کا آرام، اور قبر کی تکلیف بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برحق ہے۔ مثلاً قبر فراخ ہو جاتی ہے اور جنت کی طرف سے کھڑکی کھل جاتی ہے خواہ یہ جزاء سزا اسطرح سے ہو کہ روح کا بدن کے ساتھ کچھ تعلق ہے یا جس طرح خدا کو منظور ہو اور بعض دفعہ بعض بزرگ عبادت میں بھی مشغول ہوتے ہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا۔ اور ایک صحابی نے ایک شخص کو سورہ ملک پڑھتے سنا لیکن یہ عبادت ان کے لئے ایسی ہی ہوتی ہے جیسے جنت کی نعمتیں، یعنی لذت ہوتی ہے نہ تکلیف، کیونکہ وہ دنیوی عبادت کی طرح نہیں ہوتی۔ کہ اُس پر ثواب مرتب ہو کیونکہ اعمال کا سلسلہ موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے۔ یہ تو سب اخروی تصرفات ہیں۔

(۲) دینوی تصریفات

دنیوی تصرفات یہ ہیں کہ جب ہمارا کوئی جھگڑا ہو تو مقدمہ ان کے پاس لیجائیں اور وہ فیصلہ کر دیں۔ اگر کسی بڑے آدمی کے پاس ہمارا مطلب ہو۔ تو وہ سفارش کر دیں، یا ہمارے اوپر کوئی مقدمہ ہو تو وہ پیسے ٹکے کی امداد کر دیں، یا کوئی بیمار ہو تو اس کا علاج کر دیں، یا کسی بھوکے کا پیٹ بھر دیں یا بوجھ والے کا بوجھ اٹھالیں یا قحط سالی وغیرہ ہو تو دعاء کیلئے ان کو آگے کریں، یا اور کوئی ضرورت ہو تو اس کے لئے ان سے دعاء منگوائیں، یا کچھ ان سے سیکھیں یا ان کی صحبت کا فیض اٹھائیں، جیسے زندگی میں وہ اس قسم کے تصرفات کرتے تھے۔ کیا اب بھی مرنے کے بعد وہ اس قسم کے تصرفات کرتے ہیں یا نہیں ظاہر ہے کہ اس قسم کے تصرفات ان کے منقطع ہو چکے ہیں۔ اسی لئے حضرت عمرؓ استسقاء کیلئے رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر نہیں گئے، بلکہ حضرت عباسؓ کو آگے کیا۔ چنانچہ رسالہ وسیلہ بزرگاں میں ہم نے مفصل ذکر کیا ہے اور امام ابوحنیفہ صاحبؒ نے اس شخص کو ڈانٹا جو بزرگوں کی قبروں میں جا کر کہتا تھا کہ میرا سوال تم سے دعاء کا ہے۔ چنانچہ یہ بھی صفحہ ۶ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گذر چکا ہے۔

مولوی پھلواری صاحب نے جو کچھ ذکر کیا ہے۔ وہ اخروی تصرفات ہیں۔ ہم سے ان تصرفات کو کچھ تعلق نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ خرق عادت کے طور پر اللہ تعالیٰ ان کی کوئی بات ہمیں معلوم کرادے جیسے قبر سے سورۃ مُلک پڑھنے کی آواز آنا، اور رسول اللہ ﷺ کا موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھنا اور معراج کی رات جنت دوزخ کی سیر کرنا۔ اسی طرح جعفرؓ کا رسول اللہ ﷺ کے پاس سے سیر کرتے گذرنا اور سلام کہنا (بشرطیکہ یہ صحیح ہو کیونکہ ابن عساکر کی روایتیں ضعیف ہوتی ہیں چنانچہ ص ۳۴ میں گذر چکا ہے)۔

استمداد کی شروط

اسی طرح نماز کسوف میں رسول اللہ ﷺ کا جنت درزخ کو سامنے کی دیوار میں دیکھنا غرض اس سے کسی کو انکار نہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے جس بندے کو چاہتا ہے اخروی معاملات مشاہدہ کرادیتا ہے، مگر اس کو استمداد کے مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں، کیونکہ یہ مشاہدہ الگ چیز ہے اور استمداد الگ چیز ہے، استمداد تب ثابت ہوسکتی ہے۔ جب تین باتیں ثابت ہوجائیں۔

ایک: یہ کہ جو کچھ ہم ان سے طلب کرتے ہیں۔ اس کا اس کو علم ہے۔

دوم: وہ اس پر قادر ہیں۔

سوم: اللہ کی طرف سے اُن کو اذن ہے کہ وہ دیں۔

مولوی پھلواری صاحب ان تین سے ایک بھی ثابت نہیں کرسکے تیسری بات یعنی اذن کے مسئلہ کو تو مولوی صاحب نے چھوا ہی نہیں، پہلی بات سماع موتی کا مسئلہ ہے، اس کی حقیقت ناظرین کو معلوم ہوچکی دوسری بات تصرفات کا مسئلہ ہے اس کی بات بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم عرض کر چکے ہیں، کہ اخروی تصرفات سے کسی کو انکار نہیں مگر چونکہ دنیا و آخرت میں برزخی پردہ ہے اس لئے اخروی بات سے دنیا کی بات پر قدرت لازم نہیں آتی، اور دنیوی بات سے اخروی بات پر قدرت لازم نہیں آتی، بلکہ اگر کوئی بات ثابت ہو جائے تو وہ خرق عادت پر محمول ہوگی۔ چہ جائیکہ ثابت ہی نہ ہو۔ مولوی پھلواری صاحب نے سارا زور لگایا، مگر اب تک ایک آیت و حدیث بھی اس کے ثبوت میں پیش نہ کر سکے۔

مولوی پھلواری صاحب کی خیانت

صرف حدیث یا عباد اللہ اعینونی پیش کی ہے جس کا نہ پیش کرنا بہتر تھا، کیونکہ اس سے مولوی پھلواری صاحب کی خیانت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ اس کی بعض روایتوں میں یہ الفاظ ہیں۔

ان للّٰہ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ یکتبون ماسقط من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم شیئی بارض فلاۃ فلیناد اعینونی عباد اللہ .

یعنی اللہ کے لئے محافظ فرشتوں کے سوا اور فرشتے بھی ہیں جو درختوں کے پتے لکھتے ہیں جو گر جاتے ہیں، پس جب ایک تمہارے کو جنگل میں کوئی معاملہ پیش آئے، دوسری روایت میں ہیں جب ایک تمہارے کا جنگل میں دابہ (چارپایہ) چھوٹ جائے، تو یوں کہے اے اللہ کے بندو! میرے مدد کرو، (اور ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ کے بندو! (سواری کو) روک لو) مجمع الزوائد میں یہ روایت ذکر کر کے کہا ہے **رواہ البزار ورجالہ ثقات** یعنی اسکو بزارؒ نے روایت کیا ہے اور راوی اس کے ثقہ ہیں۔

دیکھئے! اس روایت میں فرشتوں کی تصریح ہے اور فرشتے ہر جگہ موجود ہیں، مولوی پھلواری صاحب نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے، تا کہ مُردے بھی داخل ہو جائیں، دیکھئے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ کتنی بڑی خیانت ہے،

اس کے علاوہ اس حدیث کی تین سندیں ہیں ایک میں تو معروف بن حسان راوی ہے جس کو مجمع الزوائد اور میزان الاعتدال میں ضعیف کہا ہے اور دوسرے کی بابت مجمع الزوائد میں کہا ہے۔

ورجاله وثقوا علیٰ ضعف فی بعضهم الا ان یزید بن علی لم یدرك عتبة.

یعنی اس کے راوی توثیق کیے گئے ہیں، باوجود ضعف کے بعض میں یعنی بعض میں ضعف ہے لیکن یزید بن علی نے عتبہ کو نہیں پایا، یعنی باوجود بعض راویوں کے ضعف کے اس اسناد میں انقطاع بھی ہے اور تیسری سند وہی ہے جس میں فرشتوں کا ذکر ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اگر انقطاع شذوذ، علت وغیرہ سے خالی ہو تو یہ روایت صحیح ہوگی ورنہ نہیں لیکن یہاں ایک اصولی بحث ہے جس کا ذکر تنظیم اہلحدیث جلد۴ نمبر۱۶ مورخہ ۲۰ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۴ مئی سنہ ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ میں ہے، ناظرین اپنی تسلی کر لیں۔

بہر صورت مولوی پھلواری صاحب کو یہ کچھ مفید نہیں، اس کے بعد مولوی پھلواری صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب سے نقل کیا ہے کہ اکثر ایسی روحیں اعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ میں مصروف پائی جاتی ہیں، لیکن اس میں بھی دھوکہ دیا ہے۔ شاہ صاحب کی عبارت میں لفظ (ربما ہے اور اس کے اصل معنی تقلیل کے ہیں۔ یعنی کبھی قلت کے ساتھ ایسی روحین اعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ میں پائی جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ کبھی اتفاقیہ اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی کام لیلے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمکو ہمیشہ یا علی العموم قدرت ہو دیکھئے! رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بڑے بڑے معجزے ظاہر ہوئے ہیں جیسے تھوڑے سے کھانے سے لشکر کا پیٹ بھر دینا اور چند قطروں پانی سے سینکڑوں کے لشکر کو سیراب کر دینا وغیرہ وغیرہ مگر علی العموم یہ حالت نہ تھی ورنہ پیٹ پر پتھر کیوں باندھتے اور جنگوں میں شکستیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیوں کھاتے اور بیمار کیوں ہوتے اور طرح طرح کے مصائب کیوں اٹھاتے، ٹھیک اسی طرح روحوں کے معاملہ کو سمجھ لینا چاہیئے، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے، کہ ابن قیمؒ نے اس عبارت کے بعد جو مولوی پھلواری نے ذکر کی ہے کہا ہے:

وکم قدرؤی النبی ﷺ ومعہ ابو کبر وعمر فی النوم قدر ھزمت ارواحھم عساکر الکفر و الظلم فاذا جیوشھم مغاوبۃ مکسورۃ مع کثرۃ عددھم وضعف المؤمنین وقلتھم.

یعنی، رسول اللہ ﷺ کو کئی مرتبہ خواب میں دیکھا گیا ہے اور آپ کے ساتھ ابوبکر اور عمر بھی ہیں، کہ ان کی روحوں نے کفر اور ظلم کے لشکروں کو شکست دی ہے، پس ناگہاں کفار اور ظالم اپنے لشکروں کے ساتھ مغلوب اور شکستہ ہیں باوجود کثرت، گنتی اور سامان کفار کے اور کمزوری اور کمی مومنوں کے، اور ظاہر ہے کہ زندگی میں اس قسم کی فتوحات معجزے اور کرامت ہی کی صورت میں پوری ہوئی ہیں جو خرق عادت کی قسم سے ہیں ہمیشہ یہ حالت نہیں تھی، جیسے جنگ بدر میں آپ نے مُشت (مٹھ) مٹی کی پھینکی تھی، اسی طرح جنگ حنین میں، ٹھیک اسی طرح موت کے بعد روحوں کی حالت کو خیال کر لینا چاہیئے، لیکن اس جواب کی ضرورت ہمیں اس وقت ہوگی جب ثابت ہو جائے کہ کبھی روحوں سے اللہ تعالیٰ اعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ کا کام لیتا ہے، ورنہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس پر کوئی آیت وحدیث پیش نہیں کی، شاید ان کا خواب ہو یا کشف ہو، جو شرعی دلیل نہیں، جیسے ابن قیم علیہ الرحمۃ کی عبارت میں خواب کی تصریح ہے، اسکے علاوہ مجھے تعجب ہے کہ یہ لوگ مسئلہ استمداد کیلئے ان بزرگوں کی عبارتوں سے اشارات وکنایات نکالتے ہیں، اور صاف فیصلہ جو انکی عبارتوں میں موجود ہے اور ساتھ ہی آیت وحدیث بھی پیش کرتے ہیں اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاہ ولی اللہ اور استمداد

شاہ ولی اللہ صاحب مسئلہ استمداد کے متعلق کیسا صاف فیصلہ دیتے ہیں چنانچہ اپنے رسالہ ابلاغ المبین میں لکھتے ہیں کہ:

پیر پرستان گویند چوں مردیکہ سبب کمال ریاضت ومجاھدت مستجاب الدعوۃ ومقبول شفاعت عند اللہ شدہ بود ازیں جھاں میگذرد، روح اور ا قوتی عظیم ووسعتی فخیم میرسد، ہر کہ صور اور را برزخ سارد یا درمکاں نشست وبرخاست او مسجود وتَذَلُّل تمام نماید، روح اور بہ سبب وسعت واطلاق برآں مطلع شود و در دنیا وآخرت شفاعت نماید ودر ردّ مذھب ایں گروہ آیات واحادیث بسیار موجودہ اند از انجملہ است:۔ قولہ تعالیٰ ام اتخذوا من دون اللّٰہ شفعاء قل اولو کانوا لایملکون شیئا ولایعقلون ۔ یعنی آیا گرفتند ایشاں از غیر خدا دیگراں را شفیع، بگو اے پیغمبر! اگرچہ مالک نہ باشند، چیزے ونفھمند، از انجملہ قول تعالیٰ ومن اضل ممن یدعو من دون اللّٰہ من لایستجیب لہ الیٰ یوم القیامۃ وھم عن دعاء ھم غافلون ۔ یعنی کیست گمراہ تراز کسیکہ دعاء میکند بجز خدا کسے راکہ استجابت دعانمے کند ونخواھد تا روز قیامت وآں بدعواں از دعاء ایشاں غافل اند از داعی الی غیر اللہ گمراہ تر درجھاں نیست بدانکہ آیہ کریمہ دلالت واضح کرد برایں کہ ارواح غیبیہ وابداں محجبہ کہ درعالم پرستیدہ می شودن، و دعاء حاجت روائی بسوئے آناں کردہ می شود آں ہمہ از دعاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وداعیان بخیر محض ان خواه انبیاء باشند خواه اولیاء وهر گاهے که درحشر از دعاء داعیان باخبار آلهی خبر دار خواهند وسخن داعیان خود خواهند گردید از وصول عبادت داعیان منکر خواهند شد چه جائیکه شکر گذار شوند وشفاعت داعیان نمایند ۔ واذا حشر الناس کانو الهم اعداء وکانوا بعبادتهم کافرین ، ازیں آیت دریافت شد که دعاء شاں عبادت است در آیت اول ذکر دعاء بود ودرینجا هماں دعاء را بعبادت تغیر نمود ونیز از آیت دیگر باصرح طریق ایں معنی ثابت است که اوتعالیٰ میفرماید. ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرین، وآنحضرت ﷺ فرمود الدعاء مخ العبادة یعنی دعاء مغزعبادت است اصل عبادت است پس ثابت شدکه ازاولیاء الله حاجت روائی خوائتن وایشاں را دعوت نمودن ونزد قبور ایناں باستغاثه رفتن عبادت نمودن است ایشاں را اگرچه ایں عابداں دعاء خودرا عبادت ندانند وگویند که ما عابدان قبور نه ایم بلکه زائران قبور ایم ابلاغ المبین صفحه۱۶)

درعهد خلافت امیر المؤمنین عمرؓ امساك باران شده بود خلیفه اسلام باجم غفیر برائے استسقاء درمدینه منوره رفت وبعباسؓ که عم آنسرور ﷺ بود توسل نمود وگفت اللهم اناکنا نتوسل نبیك ونحن الآن نتوسل عم نبیك. یعنی ای بار خدایا...... توسل به پیامبر والحال توسل می نمائیم هم پیغمبر تو ازیجا ثابت شد که توسل بگزشتان...... وغائباں جائز نداشته اند وگربه عباسؓ از سرورِ عالم ﷺ بهتر نبود چرا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نگفت کہ توسل میکردیم بہ پیغمبر تو والحال توسل میکنم بروح پیغمبر تو ﷺ ابلاغ المبین ص ۷)

درمشکوۃ شریف درباب زیارۃ القبور در فصل اول از بریدہ اسلمیؓ بروایت مسلم مے آید کہ گفت کان رسول اللّٰہ ﷺ یعلم...... اذا خرجوا الی المقابر السلام علیکم یااھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا إنشاء اللّٰہ بکم لاحقون نسأل اللّٰہ لنا ولکم العافیۃ ۔ ودر فصل الثانی از ابن عباسؓ براویت ترمذی می نویسد کہ ابن عباس گفت کہ پیغمبر ﷺ بقبور مدینہ می گذشت پس برآن متوجہ شد وگفت السلام علیکم یا اھل القبور یغفراللّٰہ لنا ولکم انتم سلف لنا ونحن بالاثر ۔ ودر فصل ثالث از عائشہؓ بروایت مسلم آوردہ است کہ گفت کہ چہ گونہ گوئم یا رسول اللّٰہ در زیارت قبور آنحضرت فرمود، بگو السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللّٰہ المستقدمین منا والمستاخرین انا انشاء اللّٰہ بکم لاحقون ۔ ازیں ھمہ احادیث صاف معلوم شد کہ سوائے تذکرہ ۔ اخرت ویادکردن موت از زیات قبور آنحضرت وصحابہ را چیزے دیگر ملحوظ نبود ومگر ترحم ومغفرت از جناب الٰھی ھمراہ خود برائے مقبوران مسلمین درمی خواستند تا بایشاں ما از زندگان فائدہ استغفار برسد وآمرزش خواستن برائے مادر مومنین البتہ ثواب داردھم برائے زندہ ھم برائے مُردہ ، واینکہ زائیانِ حال برائے منفعت خود از جانب موتی زیارت ایشاں میکنند وھارواح ایشان رامطلع بر افعال واحوال خود دانستہ روبروئے قبور آنھا تذلل وتضرع می نمایند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وآنجا مطلب می خواهند ومیگوین چنیں وچناں حاجات ما بر آرید یا می گویند بجناب الٰهی عرض دارید تا عقده کشائی بشود، محمد رسول الله ﷺ واصحاب کرام واهل بیت عظام ازیں دیں جدید وقول شدید به هزار ازبان تحاشی می نمایند (ابلاغ المبین ص ۱۸).

پیر پرست کہتے ہیں، جب کوئی مرد کمال ریاضت اور عبادت کی وجہ سے عنداللہ مستجاب الدعوۃ اور مقبول الشفاعت ہو کر اس جہاں سے کوچ کر جاتا ہے تو اس کی روح کو ایک بڑی طاقت اور وسعت حاصل ہو جاتی ہے، جو شخص ایسے بزرگ کی صورت کا تصور کرے یا اس کے بیٹھنے کی جگہ میں یا اس کی قبر پر کامل عاجزی کے ساتھ سجدہ کرے تو اس بزرگ کی روح وسعت اور فراخی سے اس پر مطلع ہو جاتی ہے۔ اور دنیا و آخرت میں اس کی سفارش کرتی ہے، اور اس گروہ کے ردّ میں بہت آیتیں حدیثیں موجود ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے، کہ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا رکھے ہیں؟ اگر چہ وہ سفارشی کسی شیء کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ سمجھتے ہیں نیز اللہ تعالیٰ کا ایک یہ قول ہے کہ اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارے جو قیامت تک قبول نہیں کرتے، اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں غیر اللہ کے پکارنے والے سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ارواح غائبہ اور ابدان پوشیدہ جن کی اس جہاں میں پوجا ہوتی ہے اور حاجت روائی کی ان سے دعا کی جاتی وہ تمام اپنے پکارنیوالوں سے محض بے خبر ہیں۔ خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء اور جب قیامت کے دن اللہ کے خبر دینے سے ان بزرگوں کو ان دعاء کرنے والوں کی دعاء کی خبر ہوگی تو وہ بزرگ اس سے انکار کر دیں گے چہ جائیکہ ان کی پوجا کا شکریہ ادا کریں، یا شفاعت کریں، چنانچہ اس آیت میں ہے کہ جب ان کا حشر ہوگا تو وہ بزرگ ان کے دشمن ہو جائیں گے، اور ان کی عبادت سے انکار کر دیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کو پکارنا یہ ان کی عبادت ہے، کیونکہ پہلی آیت میں دعاء کا ذکر تھا، اور دوسری آیت میں بجائے اس کے عبادت کا ذکر کیا ہے اور ایک اور آیت اس سے زیادہ صریح ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے پکارو، جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہونگے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دعا بعینہ عبادت ہے، اور دعا عبادت کا مغز ہے، اور فعل عبادت ہے، پس ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ سے حاجت روائی چاہنا اور ان کو پکارنا استمداد کیلئے انکی قبروں پر جانا ان کی عبادت کرنا ہے۔ اگر چہ یہ عابد اپنی دعاء کو عبادت نہ بنائیں اور کہیں کہ ہم قبروں کی پوجا نہیں کرتے بلکہ قبروں کی زیارت کرنے والے ہیں۔

حضرت عمرؓ کی خلافت میں قحط سالی پڑ گئی حضرت عمرؓ کثیر جماعت کے ساتھ استسقاء کے لیے مدینہ منورہ میں نکلے اور رسول اللہ ﷺ کے چچے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا اور کہا یا اللہ پہلے ہم تیرے نبی کو وسیلہ بناتے تھے اب تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ [1] بناتے ہیں، اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اس جہاں سے گذرے ہوؤں اور غائبوں کا وسیلہ صحابہؓ جائز نہ سمجھتے تھے ورنہ عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے بہتر نہ تھے، پس کیوں نہ کہا یا اللہ پہلے ہم تیرے نبی کو وسیلہ بناتے تھے اب تیرے نبی کی روح کو وسیلہ بناتے ہیں، ﷺ۔

مشکوۃ شریف باب زیارت القبور فصل اول میں مسلم کی حدیث ہے۔ کہ جب قبرستان کی طرح نکلیں تو یہ کہیں، کہ تم پر اے قبروں والو مومنوں! مسلمانو! سلام ہو اور اگر اللہ

---

[1] اسی قسم کا ایک واقعہ شرح مشکوۃ میں معاویہؓ کا لکھا ہے انہوں نے یزید بن اسود کا وسیلہ پکڑا جیسے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے وسیلہ پکڑا اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں پکڑا نیز معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یزید بن اسودؓ کے ساتھ استسقاء کرنے کی روایت صراط مستقیم ابن تیمیہ میں بھی ہے تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ وسیلہ بزرگاں ملاحظہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں، اور دوسری فصل میں ابن عباسؓ سے ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان مدینہ میں گذرتے پس متوجہ ہوتے اور کہتے اے قبروں والو! تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بخشے، تم ہمارے آگے جانیوالے ہو اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں: اور تیسری فصل میں حدیث ہے کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ زیارت قبور کے وقت میں کیا کہوں فرمایا اے قبروں والو! مومنو! مسلمانو! تم پر سلام اللہ تعالیٰ ہم میں سے پہلوں اور پچھلوں پر رحم کرے اور اللہ اگر چاہے ہم تم سے ملنے والے ہیں:

ان حدیثوں سے صاف معلوم ہوا کہ زیارت قبور سے سوائے تذکرہ آخرت کے اور یاد کرنے موت کے رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کا اور کچھ مقصد نہ تھا مگر کہ رحم اور بخشش کی اہل قبور کیلئے اپنے سمیت دعاء کرتے تا کہ زندوں سے مُردوں کو استغفار کا فائدہ پہنچے اور استغفار اپنے لئے مومنین کی ضمن میں ثواب کا کام ہے زندوں کیلئے بھی اور مُردوں کے لئے بھی اور اس وقت کے لوگ جو مُردوں سے فائدہ حاصل کرنے کی نیت میں زیارت کرتے ہیں، اور ان کی ارواح کو اپنے افعال واحوال پر مطلع جانتے ہیں، اور ان کی قبروں کے سامنے عاجزی اور انکساری کرتے ہیں، اور اس جگہ مراد چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری فلاں فلاں حاجت پوری کردو، یا کہتے ہیں کہ خدا سے عرض کرو کہ وہ حاجت پوری کردے تا کہ مشکل کشائی ہو، محمد ﷺ اور صحابہ کرام اور بزرگان اہل بیت اس نئے دین سے ہزار دفعہ پناہ مانگتے ہیں۔

ناظرین خیال فرمائیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے استمداد کے مسئلہ میں کیسا صاف فیصلہ فرمادیا ہے کہ یہ نیا دین ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل بیت اس دین سے پناہ مانگتے ہیں۔ استمداد خواہ اس طرح سے ہو کہ براہ راست مردوں سے کوئی مراد مانگے یا ان کو کہے کہ تم ہمارے لئے خدا سے درخواست کرو بہرصورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ دین جدید ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بزرگان اہل بیت تمام اس سے بری ہیں۔

شاہ عبدالعزیز اور استمداد لغیر اللہ

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز بھی اپنی تفسیر فتح العزیز میں آیۂ کریمہ **فلا تجعلوا لله اندادا** کے نیچے اسی طرح لکھتے ہیں۔ چنانچہ خدا کے شریک ٹھہرانے والے مشرکوں کی قسمیں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چهارم پیر برستاں گویند که چوں مرد که بسبب کمال ریاضت ومجاهده مستجاب الدعوات وبقول الشفاعت شده بود ازیں جهان میگذرد روح قوة عظیم و دستعے بس فهیم بهم می رسد هر که صورت اور ابرزخ سازدیاددمگان او نشست برخاست اویا برگور او سجود وتذلل تمام نهاید روح اور ا بسبب دسعت و اطلاق بر آں ضلع شود ودر دنیا و آخرت درحق او شفاعت نماید انتهی.

اس عبارت کا ترجمہ بعینہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جو لوگ بزرگوں سے وفات کے بعد استمداد کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وفات کے بعد ان کی طاقت اور ان کے اختیار بڑھ جاتے ہیں۔ وہ مشرک ہیں۔

دعا کے وقت قبلہ رخ ہونا

ابن قیم علیہ الرحمہ نے اس سے بھی بڑھ کر لکھا ہے۔ (اغاثۃ اللہفان) کے جلد ا صفحہ ۳۱۴ میں فرماتے ہیں۔

ولقد جرد السلف الصالح التوحيد وحمدا جانبه حتى كان احد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هم اذا سلم علی النبی ﷺ ثم اراد الدعاء استقبل القبلة وجعل ظهره الی جدار القبر ثم دعاء قال سلمة بن ورد ان رأیت انس بن مالك یسلم علی النبی ﷺ ثم یسند ظهره الی جدار القبرثم یدعو ونص علی ذلك الائمة الاربعه انه یستقبل القبلة وقت الدعاء.

یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین توحید کے مسائل میں بہت احتیاط کرتے ہیں ۔ یہاں تک کہ وہ جب حضرت کے مزار مبارک پر جاتے تو حضرت کے لئے قبر کی طرف منہ کر کے دعا نہ مانگتے تا کہ قبر کا قبلہ ہونا لازم نہ آئے بلکہ کعبہ کی طرف منہ کر کے مانگتے سلمۃ بن وردان فرماتے ہیں میں نے انس بن مالک کو اسی طرح کرتے دیکھا۔ چاراماموں کا بھی یہی مذہب ہے۔

میت سے استمداد شرک ہے

ابن قیم علیہ الرحمۃ زادالمعاد کے جلد 1 صفحہ 527 فصل فی ھدیہ ﷺ فی زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں.

یفعل عند زیارتها من جنس ما یقوله عند الصلوة علی المیت من الدعاء والترحم والاستغفار فابی المشرکون الا دعاء المیت والاشراك به والاقسام علی الله به وسواله الحوائج والاستعانة به وتوجه الیه بعکس هدیه ﷺ فانه هدی توحید واحسان الی المیت وهدی هؤلاء شرك واساءة الی نفوسهم اولی المیت وهم ثلاثة اقسام اما ان یدعوا للمیت او یدعوا به وا عنده ویرون الدعاء عنده اوجب و اولی من الدعاء فی المساجد ومن تامل هدی رسول الله ﷺ واصحابه تبین له الفرق بین الامرین وبالله التوفیق.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ کے وقت جو کچھ دعائیں میت کیلئے مانگتے تھے اسی قسم کی دعائیں زیارت قبور کے وقت مانگتے تھے۔ لیکن مشرک میت کو پکارتے ہیں اور شرک کرتے ہیں اور اللہ کو میت کی قسم دیتے ہیں اور میت سے حاجتیں مانگتے ہیں اور استمداد کرتے ہیں۔ اور میت کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور یہ طریق رسول اللہ ﷺ کے طریق کا الٹ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا طریق توحید کا ہے اور میت کے ساتھ احسان کرنا ہے اور ان مشرکوں کا طریق شرک ہے اور اپنی جانوں کے ساتھ اور میت کے ساتھ برا کرنا ہے اور مشرک تین قسم کے ہوتے ہیں۔ یا میت کو پکارتے ہیں۔ یا میت کے ذریعے سے پکارتے ہیں۔ یعنی میت کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ یا میت کے پاس پکارتے ہیں۔ اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ میت کے پاس دعاء کرنا مسجدوں میں دعاء کرنے سے زیادہ قبولیت کا باعث ہے اور بہتر ہے۔ اور جس نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریق میں تامل کیا ہے۔ اس کے نزدیک دونوں طریق میں فرق ظاہر ہے اور اللہ ہی کے ساتھ توفیق ہے۔

خلاصہ یہ کہ اول تو روحوں کے تصرفات کا کوئی ثبوت نہیں اگر بالفرض کوئی ہو تو وہ خرق عادت سے ہے اور خرق عادت اپنے محل پر بند رہتے ہیں۔ ان کو عام سمجھ کر مسئلہ استمداد ثابت کرنا ڈبل غلطی ہے۔

تعجب: مولوی پھلواری صاحب نے میت کے قبر میں قرآن پڑھنے پر تعجب کیا ہے اور زندہ کے قرآن پڑھنے پر تعجب نہیں کیا۔ تو گویا روح کا معاملہ ان کے نزدیک بھی خرق عادت ہے چنانچہ صفحہ ۱۳ میں ہم نے کہا تھا۔ کہ اس کا ذکر مولوی پھلواری صاحب کی طرف سے آئندہ آئے گا لیکن تعجب ہے کہ مولوی پھلواری صاحب باوجود خرق عادت ماننے کے اسکو اپنے محل پر نہیں رکھتے حالانکہ خرق عادت کو اپنے محل پر بند رہنا چاہئے چنانچہ صفحہ ۱۲ میں تفصیل ہو چکی ہے۔

تنبیہ: "وسیلہ بزرگاں" کے نام سے ہم نے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں ہم نے مسئلہ استمداد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو بڑی وضاحت سے ذکر کیا ہے۔ اگر کسی صاحب کو زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو اس کو دیکھیں

پھلواری: حضرات! جب روح کے ادراک وشعور و علم سیر وتصرف کا مسئلہ ہو چکا تو اب اسی سے استمداد کے مسئلہ کو سمجھ لینا چاہئے۔

انبیاء و اولیاء جس طرح اس دنیاوی زندگی میں واسطہ ووسیلہ **بین الخلائق و المخلوق** اور **مظهر عون الهی** ہوتے ہیں اور ان کے فیض صحبت و برکات وجود و ہمت وتصرف سے اور ان کے توسل و تشفع سے مخلوق اپنے دینی ودینوی مقاصد میں کامیاب ہوتی ہے۔ اسی طرح اس ظاہری زندگی کے بعد بھی عالم برزخ و روحانیات میں وہ مظاہر عون الہی ہوتے ہیں۔ اور ان کے روحانی فیوض و برکات اور ان کے توسل و تشفع سے حل مشکلات وقضائے حاجات ہوتی رہتی ہے۔ قاضی الحاجات وحلال مشکلات ہر حالت میں صرف وہی خدائے واحد ہے جس کی ہستی و طاقت وقدرت کے سوا کسی کی ہستی اور قدرت اور طاقت نہیں **لاحول ولا قوة الا بالله** پس یہ اولیاء وسیلہ محض اور صرف واسطہ ہوتے ہیں۔ جس میں ان کی حالت حیات و حالت موت دونوں برابر ہے۔ اسی لئے حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس سے استمداد اس کی زندگی میں ہو سکتا ہے اس سے اس کے مرنے کے بعد بھی درست ہو گا۔" رسالہ سماع موتی واستمداد صفحہ ۱۲۳

جواب: اللہ تعالی مشرکوں کی بابت فرماتا ہے:۔

اولئك الذين يدعون يبتغون الى ربهم الوسيلة ايهم اقرب (الايه)

یعنی "جن کو یہ مشرک پکارتے ہیں۔ وہ خود وسیلہ ڈھونڈتے ہیں"

اور اس پکارنے کو دوسری جگہ عبادت کہا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی عبارت میں صفحہ ۴۱ میں گزر چکا ہے۔ اور عبادت کی وجہ کفار یہ بیان کرتے تھے کہ **ما نعبد هم الا ليقربونا الى الله زلفى**۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ہم غیراللہ کی عبادت اسلئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کی طرف نزدیک کردیں''

اور دوسری جگہ ہے:۔

ویقولون ھؤلاء شفعاء نا عنداللہ

یعنی ''کفار کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں''

اب اسی طرح آپ کہتے ہیں کہ یہ وسیلہ ہیں اور واسطہ ہیں ذرا سوچئے کہ آپ کیا خیالات ظاہر کر رہے ہیں۔آپ لوگ قرآن وحدیث میں کوشش نہیں کرتے اسلئے ایسے بے خبر رہتے ہیں پھر لطف یہ ہے کہ اتنا بڑا دعویٰ کر کے دلیل ندارد۔نہ امام غزالیؒ کے قول میں کوئی دلیل مذکور ہے نہ آپ نے ان کی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔بھلا ایسی بے تکی ہانکنے سے کیا فائدہ؟

قبر کو بوسہ دینا نصاریٰ کی عادت ہے

خصوصاً جبکہ خود امام غزالیؒ احیاء العلوم جلد 4 صفحہ 419 میں لکھتے ہیں۔

والمستحب فی زیارۃ القبور ان یقف مستدبر القبلۃ مستقبلا بوجھہ المیت وان یسلم ولا یمسح القبر ولا یمسہ ولایقبلہ فان ذلک من عادۃ النصاریٰ .

یعنی ''قبر کی زیارت میں مستحب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پیٹھ اور میت کی طرف منہ کرے اور سلام ڈالے اور قبر کو مسح نہ کرے اور نہ چھوئے اور نہ بوسہ لے۔کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے''

دیکھئے! اس عبارت میں قبر والے کی تعظیم سے روکا ہے اور اس کو نصاریٰ کی عادت قرار دیا ہے۔یہاں تک کہ بوسہ قبر کی بھی اجازت نہیں۔نہ مسح کی اجازت ہے اور نہ چھونیکی بھلا بتلایئے۔ایسی حالت میں وہ قبر والے کو وسیلہ پکڑنا اور اس سے حاجات طلب کرنا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرادیں مانگنا کس طرح جائز سمجھیں گے۔

اس کے علاوہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے دلیل الطالب کے صفحہ ۱۵۵ الغایت ص ۱۵۹ میں اور فتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۹ الغایت صفحہ ۲۲ امام غزالیؒ وغیرہ کی بابت لکھا ہے کہ ان کی حالت اچھی نہ تھی۔ ان کے خاتمہ کی بابت کئی علماء نے لکھا ہے کہ بخاری شریف چھاتی پر رکھ کر فوت ہوئے ہیں جس سے ان کا یہ مطلب تھا کہ میں اس عقیدہ پر مرتا ہوں جو بخاری میں ہے۔ یعنی پرانے عقیدہ پر جو سلف کا عقیدہ ہے۔ اور بخاری کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استسقاء میں کہا کہ یا اللہ! پہلے ہم تیرے نبی سے وسیلہ پکڑتے تھے اب تیرے نبیؐ کے چچے (عباسؓ) سے وسیلہ پکڑتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سلف فوت شدہ بزرگوں سے وسیلہ پکڑنے کے قائل نہ تھے۔ پس وفات کے وقت امام غزالیؒ کا بھی یہی عقیدہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ بخاری چھاتی پر رکھ کر فوت ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر ملا علی قاری، فتاویٰ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم جلد ۲ صفحہ ۲۰ وغیرہ۔

پھلواری:۔ طالبان حق اور سالکان طریقت کا اصل مشرب و مسلک استمداد میں یہ ہے کہ وہ اپنے پیروں اور بزرگوں کے آگے نہ اس دنیاوی زندگی میں اپنی دنیاوی ضروریات و حاجات لیجاتے تھے۔ اور نہ انکے مرنے کے بعد ان سے دنیاوی منتیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ بلکہ جس طرح وہ ان کی حیات ظاہری میں اپنے سیر سلوک میں ان کو ممد کار سمجھتے تھے۔ اور ان سے روحانی استفاضہ کرتے تھے۔ اسی طرح انکے انتقال مکانی کے بعد بھی ان سے روحانی استفاضہ و استغاثہ کرتے اور کشود کار و فتح باب و وصول الی اللہ کے لئے اپنی روح کو ان کی روح کیطرف متوجہ کر کے فیض و مدد لیتے اور ان کے وسیلہ سے منزل مقصود تک پہنچتے ہیں۔

(رسالہ سماع موتی و استمداد صفحہ ۱۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: جو آپ کے خیال میں طالب حق اور سالک طریقت ہیں انکا مشرب و مسلک استمداد میں اگر چہ یہی ہوگا۔ جو آپ کہتے ہیں۔ مگر چونکہ قرآن و حدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں اور نہ سلف سے ثابت ہے۔ اس لئے یہ بدعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں **من احدث فی امرنا هذا فهو رد**۔ یعنی ''جو ہمارے دین میں نیا کام نکالے وہ مردود ہے''

اسکے علاوہ حدیث میں وارد ہے کہ جب بیٹا آدم کا فوت ہوجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوۃ وغیرہ۔ پس آپ کا برزخی حالت کو دینوی زندگی کی طرح قرار دینا اس حدیث کی مخالفت ہے۔ اللہ آپ کو راہ راست کی توفیق بخشے اور قرآن وحدیث کی مخالفت سے بچائے آمین۔

پھلواری:۔ باقی رہے عوام مسلمانان انکا طرز استمداد اہل قبور سے بے شک حد افراط تک پہنچ جاتا ہے اور یہ طریق احسن نہیں ہوتا۔ اور وہ ضرور قابل اصلاح ہے۔ مگر اس کی وجہ سے نفس مسئلہ پر کوئی برا اثر نہیں پڑ سکتا۔ اور جہاں تک دریافت حال کا پتہ لگتا ہے۔ کوئی عام مسلمان بھی بزرگوں اور پیروں کو مستقل حاجت روا یا مشکل کشا اور مستعان حقیقی نہیں سمجھ سکتا۔ (**معاذاللہ من ذلك**) بلکہ ان کو واسطہ و وسیلہ وسبب و ذریعہ ہی سمجھتا ہے۔ اور نعوذ باللہ جو ان کو مستقل سمجھے یا وسیلہ مان کر وسیلہ ہونے کی حیثیت سے بڑھا کر ان کی پرستش و عبادت کرنے لگے۔ (جیسا کہ مشرکین و کفار کا حال ہے) تو وہ بے شک بالقطع کافر و مشرک ہے۔

(رسالہ سماع موتی واستمداد صفحہ ۱۶)

غیر اللہ کو پکارنا ان کی عبادت ہے

جواب: ابھی صفحہ ۴۶ میں گزرا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو کفار و مشرک تھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اپنے بزرگوں کو وسیلہ اور سفارشی سمجھتے تھے۔ مستقل نہیں سمجھتے تھے۔ اور استمداد کے طور پر ان کو پکارتے تھے۔ اور اس پکارنے کو خدا تعالیٰ نے ان کی عبادت کہا ہے۔ چنانچہ یہ بھی صفحہ ۱۴ میں گزر چکا ہے۔ پس اس لحاظ سے اس زمانہ میں جو لوگ مردوں کو پکارتے ہیں اور ان سے استمداد چاہتے ہیں یہ بھی ان ہی جیسے مشرک ہوئے۔ بلکہ اس زمانہ کے مشرک ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ کے مشرک کشتی یا جہاز ڈوبنے کے وقت بھی پیروں ہی کو پکارتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے مشرک ایسے نہ تھے۔ وہ سخت مصیبت کے وقت خالص خدا ہی کو پکارتے تھے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین (پ ۱۱)

یعنی "جب یہ کفار کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص خدا ہی کو پکارتے ہیں"

پھر آپ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ "کوئی عامی مسلمان بھی بزرگوں اور پیروں کو مستقل حاجت روا یا مشکل کشا یا مستعان حقیقی نہیں سمجھ سکتا" کیونکہ جو واقعی مسلمان ہیں خواہ عامی ہوں یا خاصی ہوں وہ تو غیر خدا کو مستقل یا حقیقی نہیں سمجھ سکتا لیکن جو لوگ پیروں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں وہ عوام تو کیا خواص بھی مستقل سمجھتے ہیں۔

غوث اعظم اور تفریح الخاطر

اور اس بارے میں ان کی تصانیف موجود ہیں لیجئے ہم عربی میں مصر کی چھپی ہوئی ایک کتاب آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جس کا نام تفریح الخاطر فی مناقب تاج الاولیاء ہے۔ اس میں کئی اس قسم کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔ جو مستقل سمجھنے پر دلالت کرتے ہیں۔ سب کے نقل کرنے کی تو یہاں گنجائش نہیں ہاں بطور نمونہ ایک آدھ نقل کئے دیتے ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۱۵ میں ہے۔

غوث اعظم (شاہ عبدالقادر جیلانیؒ) ایک محلّہ میں گزرے۔ ایک مسلمان اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک عیسائی کو جھگڑا کرتے دیکھا۔ ان سے جھگڑے کی بابت پوچھا، مسلمان نے کہا یہ عیسائی کہتا ہے کہ ہمارے نبی افضل ہے میں کہتا ہوں ہمارا نبی افضل ہے۔ غوث ؒ نے عیسائی کو کہا تو کس دلیل سے عیسیٰ علیہ السلام کو افضل کہتا ہے۔ کیا وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ غوث ؒ نے کہا میں نبی نہیں محمد ﷺ کا ادنیٰ خادم ہوں۔ اگر میں مردہ زندہ کر دوں تو کیا تو محمد ﷺ پر ایمان لے آئے گا؟ عیسائی نے کہا ہاں غوث ؒ نے کہا مجھے ایک پرانی قبر دکھا جب قبر پر آئے تو عیسائی کو کہا تمہارے نبی مردے کو زندہ کرتے وقت کس خطاب کے ساتھ زندہ کرتے، عیسائی نے کہا قم باذن اللہ کہتے۔ غوث ؒ نے کہا اس قبر والا گویا تھا اگر تو چاہے تو میں اس کو اسی حال میں گاتا ہوا اٹھاؤں ؟ عیسائی نے کہا ہاں، غوث ؒ نے قبر کی طرف متوجہ ہو کر کہا قم باذنی یعنی ''میرے حکم سے اٹھ'' اسی وقت قبر پھٹ گئی اور میت گاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب عیسائی نے یہ حالت دیکھی تو اسی وقت غوث ؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔''

گویا غوث اعظم عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھ گئے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام باذن اللہ کہہ کر خدا کے حکم اور خدا کے سہارے مردوں کو زندہ کرتے، غوث اعظم کو اس کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ باذنی کہہ کر اپنے حکم سے زندہ کرتے اور جب محمد ﷺ کے ادنیٰ خادم کا یہ حال ہے تو محمد ﷺ خدا سے بھی بڑھ کر ہوں گے۔ معاذ اللہ ابھی اور سنئے !:۔

غوث اعظم کا اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنا

اسی کتاب کے صفحہ ۳۹ میں ہے غوث ؒ کے پاس اولاد کی خاطر ایک عورت آئی اور درخواست کی کہ آپ دعاء کریں خدا اولاد دے۔ غوث نے مراقبہ کر کے لوح محفوظ پر نظر ڈالی تو اس میں اس کے لئے اولاد نہ لکھی تھی۔ غوث نے خدا سے اس عورت کے لئے دو اولادیں مانگیں، خدا سے آواز آئی کہ لوح محفوظ میں اس کے لئے ایک بھی نہیں آپ دو کہتے ہیں۔ غوث نے کہا تین دیدے پھر ندا آئی کہ لوح محفوظ میں ایک بھی نہیں آپ تین کہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غوث نے کہا چار دیدے۔ خدا سے پھر پہلی طرح آواز آئی۔غوث نے کہا پانچ دیدے۔ خدا سے پھر وہی آواز آئی ،غوث نے کہا چھ دیدے۔ خدا سے پھر وہی آواز آئی ،غوث نے کہا سات دیدے آکر خداتعالی نے کہا،اے غوث اب زیادہ نہ کرسات کافی ہیں پس غوث نے اس عورت کوتھوڑی سی مٹی دی۔عورت کواس وقت غوث پر بڑا اعتقاد تھا۔اس نے یہ مٹی چاندی کے تعویذ میں ڈال کر گلے میں لٹکالی۔ خدا نے اس عورت کوسات بیٹے دیئے پھراس عورت کا اعتقاد غوث کے بارے میں بدل گیا۔ کہنے لگی اس مٹی کی کیا ضرورت؟ بس اتنا کہتے ہی ساتوں بیٹے مر گئے پھر وہ عورت فریاد کرتی ہوئی غوث کے پاس آئی غوث نے کہا وہی زمانہ تھا اب فریاد کرنے کا کچھ فائدہ نہیں۔اور ایک روایت میں ہے غوث نے کہا اپنے گھر لوٹ جا۔جس اعتقاد کے ساتھ تو ہمارے پاس آئی وہی ہوگا۔ جب وہ گھر آئی تو ساتوں کوزندہ پایا''

دیکھئے!غوث اعظم اتنے زبردست ہیں کہ خدا کے لکھے کوبھی مٹا دیتے ہیں۔اور خدا کولوح محفوظ کے خلاف مجبور کرسکتے ہیں۔

منکرنکیراورغوث اعظم

اس کے علاوہ اورسنیئے !اس کتاب کے صفحہ ۱۴۱ میں ہے کہ:۔

ایک شخص غوث کے مریدوں سے غوث کی محبت میں فنا بقا کے درجے کوپہنچ گیا۔ جب وہ مرگیا تو اس کودفن کیا۔منکرنکیر آئے ،انہوں نے سوال کیا۔تیرارب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تیرادین کیا ہے؟ کہامیں اپنے شیخ عبدالقادر جیلانی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔منکرنکیر حیران ہوگئے اور خدا کے پاس عرض کی یااللہ! تو خوب جانتا ہے کہ تیرا یہ بندہ اسطرح اسطرح کہتا ہے۔خدا نے حکم دیا کہ اس کوعذاب دو۔جب وہ عذاب دینے لگےتواسی وقت حضرت غوث ظاہر ہوگئے ،اورمنکرنکیر کوکہا اگر یہ خدا اور رسول اور اپنے دین کونہیں جانتا تو مجھے تو جانتا ہے اور میرے تابع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور جس شئے کا تم نے اس سے سوال کیا ہے۔ میں اس کی طرف سے سب کچھ جانتا ہوں پس میری خاطر اس کو چھوڑ دو فرشتوں نے پھر خدا کے پاس درخواست کی کہ یا اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ تیرا بندہ عبدالقادر اسطرح اسطرح کہتا ہے۔ خدا نے دوبارہ اس بندے کو عذاب کا حکم دیا جب منکر نکیر عذاب دینے لگے تو غوث نے ان کی گرز پکڑ لی۔ اور کہا (خبردار) اسکے نزدیک نہ آنا ورنہ عشق کی آگ سے جنت دوزخ کو جلا کر (راکھ) کر دوں گا۔ آخر خدا کی طرف سے آواز آئی چھوڑ دو، عذاب نہ دو۔ (غوث اس وقت مست ہے، مستی میں کوئی خرابی نہ کر دے)

ناظرین خیال فرماویں! کہ مولوی پھلواری صاحب کہتے ہیں کہ کوئی عامی مسلمان بھی بزرگوں کو مستقل حاجت روا نہیں سمجھتا اور یہاں خاصوں کی یہ حالت ہے۔ کہ ان کے اعتقاد میں خدا بزرگوں سے دب جاتا ہے۔ اور خدا اور رسول اور دین الٰہی کی پہچان کی بھی کوئی ضرورت نہیں سب کارخانہ کا مختار بزرگ ہی کو سمجھ لینا کافی ہے بلکہ جو کچھ ہے وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توہین

اس بنا پر بریلویوں کی مشہور کتاب شموس القادریہ الحیل الوہابیہ کے صفحہ ۲۰ میں رسول اللہ ﷺ کی بابت لکھا ہے:۔ آپ من کل وجوہ متصف بصفات باری عز اسمہ کے ہیں۔ یعنی آپ الہ رب العالمین وغیرہ کے تمام اوصاف سے موصوف ہیں۔ اور مولوی ارشاد حسین رامپوری کے بھائی جو بریلوی خیالات کے تھے۔ انہوں نے جامع مسجد رام پور میں وعظ کیا جو میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ اس میں سورت فاتحہ پڑھ کر کہا کہ حمد محمد ﷺ کو ہے **الله رب العالمين** **ملك يوم الدين** یہ سب محمد ﷺ کے اوصاف ہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

پھر اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ لوگ ''حقیقت میں خدا جانے'' کو ملا کر پڑھتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ یوں پڑھنا چاہئے۔ ''حقیقت میں خدا'' اور اس کے بعد ''جانے'' کے لفظ کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اس بات کو جانے اور یہی اعتقاد رکھے۔ اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ جو کہا کرتے ہیں۔

جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر اتر پڑا وہ مدینہ میں مصطفٰے ہو کر

نصاریٰ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اصل میں خدا ہیں۔ جو لاہوت سے ناسوت میں آ گئے ہیں۔ یعنی الوہیت کے مقام سے انسانی صورت میں ظاہر ہو گئے اس پر قرآن میں انکو کافر کہا گیا۔ اسی طرح یہ لوگ بھی کافر ہیں، خدا انکو ہدایت کرے آمین۔

پھلواری: مسلمانوں کا تو اصلی اور سچا عقیدہ یہ ہے کہ وہ نہ زندوں کو کسی امر میں مستقل سمجھتے ہیں۔ اور نہ مردوں کو یہ خوب یاد رکھو۔ کہ اگر کوئی شخص دنیا میں کسی دوا کو نافع یا ضار حقیقی کسی طبیب وڈاکٹر کو شافی اصلی کسی بادشاہ یا امیر یا اپنے آقا کو رازق مستقل، یا کسی زندہ ولی بزرگ کو قاضی الحاجات بالذات یا اپنے کسی معاون و مددگار کو حقیقی معاون مددگار سمجھے تو ایسے اعتقاد والا انسان بھی ویسا ہی قطعی ملحد و مشرک ہے۔ جسطرح کسی مردہ کے ساتھ مستقل حاجت روا ہونے کا اعتقاد رکھنے والا مشرک ہے۔ (رسالہ سماع موتی واستمداد صفحہ ۱۷)

جواب: اوپر آپ کو معلوم ہو چکا کہ جو اس زمانے میں پیروں فقیروں کے دام میں ہیں وہ اسقدر ترقی کر گئے ہیں کہ بزرگوں کو مستقل سمجھنے لگے ہیں۔ پس وہ تو آپ کے نزدیک بھی ملحد اور مشرک ہوئے، آگے چلئے۔

پھلواری: اور جو استقلال کا اعتقاد کسی کے متعلق نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک فعل اور ہر ایک طاقت وقدرت کی نسبت جو غیر خدا کیطر ف ہو اس کو نسبت مجازی سمجھتا ہے۔ اور فاعل حقیقی کسی فعل کا خدا کے سوا کسی ذات یا شئے کو نہیں سمجھتا۔ اطباء کو ذریعہ صحت وشفاء۔ ادویہ کو اسباب نفع و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضرر۔ امراء وسلاطین کو ذریعہ رزق۔ نوکری و پیشہ وغیرہ کو واسطہ روزی اور انبیاء واولیاء کو اس زندگی میں یا اس عالم میں حیا میتا محض وسیلہ وواسطہ حل مشکلات وقضائے حاجات سمجھتا ہے۔ تو ایسے اعتقاد والا آدمی سچا اور پکا مسلمان ہے اور وہ حکم خداوندی **وابتغوا الیه الوسیلة** (خدا کی طرف وسیلہ ڈھونڈو) پر عمل کرتا ہے کیونکہ یہ توسل مستحبات ومندوبات شرعیہ سے ہے چنانچہ ابن حافظ شمس الدین جزری محدث اپنی مشہور ومقدس کتاب حصن حصین میں آداب الدعاء کے تحت لکھتے ہیں۔

وان یتوسل الی الله تعالی بانبیاء ہ (خ.ہ.مس) والصالحین من عبادہ (خ)

(انبیاء اور بزرگوں کے ساتھ خدا کی طرف وسیلہ پکڑے)

پھر علامہ مؤلف اپنی شرح مفتاح حصن حصین میں اس مقام پر لکھتے ہیں **هو من المندوبات** (یہ وسیلہ پکڑنا مستحبات سے ہے) اور دلائل جواز وندب کی حدیثوں کو ذکر کرتے ہوئے ضریر البصر (نابینے) والی حدیث کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔

ولحدیث عثمان بن حنیف فی شان الاعمی رواہ الحاکم فی مستدرکه الصحیح وقال صحیح علی شرط الشیخین والترمذی وقال حدیث حسن صحیح غریب رویناہ فی الحصین (جرز الثمین للعلاعلی قاری برحاشیه حصن حصین صفحہ ۱۸

عثمان بن حنیف کی حدیث اس توسل کی دلیل ہے۔ جو ایک نابینے کی بابت آئی ہے حاکمؒ نے اسکو روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔ اور ترمذیؒ نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور حسن غریب کہا ہے۔ ہم نے اس کو حصن حصین میں روایت کیا ہے۔

امام جزری نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور جس کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے حصن حصین میں بھی اس کی روایت کی ہے۔ یہ وہی مشہور ومعروف حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔جس سے وہابیت ونجدیت کے گلے پر ایک دم چھری پھر جاتی ہے۔اور توسل استغاثہ وتشفع واستمداد کا جواز وثبوت خاص تعلیم نبویؐ سے نکل آتا ہے وہ حدیث یوں ہے کہ ایک اعمیٰ (نابینا) آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری آنکھوں کی روشنی کیلئے دعاء فرمائی جائے۔حضور ﷺ نے اسے یہ دعا تعلیم فرمائی:۔

اللهم انی اسئلك واتوجه اليك نبيك محمد نبی الرحمة يامحمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللهم فشفعه فی[1] (حصن حصين صفحه ۱۳۵) رواه الترمذی (جلد۲صفحه ۱۹۷)ومسند احمد (ج ۴ صفحه ۱۳۸) وصححه والنسائی وابن ماجه والحاكم فی المستدرك وصححه علی شرط الشيخين و رواه البيهقی فی الدلائل وفی كتاب الدعوات باسناد صحيح(شفاء السقام للامام السبكی صفحه ۱۲۳)

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی کو تیری طرف متوجہ کرتا ہوں۔جو رحمت کا نبی ہے۔اے محمدؐ میں تجھ کو اپنی ضرورت کے لئے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔تاکہ وہ ضرورت پوری کیجائے۔اے اللہ! نبی کی سفارش میرے حق میں قبول کر۔روایت کیا اس کو ترمذی نے نیز ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے نیز نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور بخاری مسلم کی شرط پر اسکو صحیح کہا ہے۔

حاشیہ نمبر 1: ترجمہ یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے جو رحمت کے نبی ہیں یا محمد ﷺ میں خدا کی طرف تیرے ذریعے یا وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔اپنی اس حاجت میں۔تاکہ پوری ہو میری حاجت۔اے اللہ اسکی یعنی رسول اللہ ﷺ کی شفاعت میرے حق میں قبول کر۔" یہ ترجمہ مولوی پھلواری نے کیا ہے۔مگر ٹھیک نہیں ٹھیک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے عربی عبارت کے سامنے متن لکھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اس شخص نے حسب تعلیم نبوی ﷺ انہی الفاظ سے دعاء کی اور آنکھیں اس کی روشن ہوگئیں۔

صحابہؓ اس دعا کی تعلیم بعد وفات رسول خدا ﷺ کے بھی حاجتمندوں کو کرتے تھے۔ اور لوگوں کی حل مشکل اسکے ذریعہ سے ہوا کرتیں۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالی عنہ میں ایک شخص کو جسے حضرت خلیفہ سوم سے ایک حاجت تھی۔ اور وہ متوجہ نہ ہوتے تھے۔ یہی دعاء بتلائی اور اس کے پڑھنے سے کامیاب ہوا۔ اس واقعہ کو طبرانی نے بسند معتبر کئی طریق سے روایت کیا ہے۔

رواه الطبراني في المعجم الكبير في ترجمة عثمان بن حنيف وذلك في الجزء الخمسين ورواه البيهقي باسناده من طريقين (شفاء السقام للسبكي مطبوعه حيدر آباد صفحه ۱۲۵

طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں عثمان بن حنیف کے ترجمہ میں روایت کیا ہے اور یہ پچاسویں جزء میں ہے۔ اور بیہقی نے اپنی اسناد کے ساتھ دو طریق سے روایت کی ہے۔

اور معجم صغیر میں بھی روایت کر کے خود امام طبرانی نے اس کو حدیث صحیح فرمایا ہے (دیکھو معجم صغیر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۳) اسی لئے محدثین اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے باب یوں قائم کیا کرتے ہیں۔

باب من كان له حاجة الى الله او الى احد من خلقه .

باب ہے اسکا کہ جس کسی کو خدا کی طرف یا مخلوق کی طرف حاجت ہو۔

صاحب حصن حصین نے بھی یوں فرمایا ہے۔

ومن كانت له ضرورة فليتوضا فيحسن وضوءه ثم يصلى ركعتين ثم يدعوا اللهم انى اسئلك............ الخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس شخص کو کوئی ضرورت ہو وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے، پھر دعا کرے اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں الخ

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

قوله ضرورة ای حاجة ملجئة الی الله او الی احد من خلقه ۔

ضرورت سے مراد کوئی ایسی حاجت ہو جو اللہ کیطرف یا کسی مخلوق کی طرف لا چار کر دے

جواب: اللہ عز وجل نے جیسے جیسے اسباب بنائے ہیں۔ ویسے ویسے سمجھے تو بیشک وہ سچا اور پکا مسلمان ہے اگر ویسے نہ سمجھے تو کسی صورت وہ سچا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ مثلاً زندگی میں کسی بزرگ کا وسیلہ پکڑنا یعنی اس سے دعاء منگوانا ثابت ہے چنانچہ حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کے ساتھ وسیلہ پکڑنا صفحہ ۴۰، ۴۱ میں ذکر ہو چکا ہے۔ تو اس قسم کا وسیلہ پکڑنے والا بیشک سچا اور پکا مسلمان ہے۔ لیکن وفات کے بعد تو نہ اس قسم کا وسیلہ ثابت ہے۔ کہ بزرگوں کو کہیں کہ ہماری فلاں ضرورت پوری کر دو۔ اور نہ اس قسم کا ثابت ہے کہ بزرگوں کو کہیں کہ ہماری فلاں ضرورت کے لئے خدا کے حضور دعاء کرو چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب کے کلام میں صفحہ ۴۱۔ ۴۳ پر اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کے کلام میں صفحہ ۶ پر گزر چکا ہے۔ اور آیت کریمہ **وابتغوا الیه الوسیلة** کا یہ مطلب نہیں۔ کہ جس قسم کا وسیلہ چاہو ڈھونڈو۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے کفار اور مشرک بھی تو یہی کہتے تھے کہ ہمارے بزرگ ہمارے سفارشی ہیں۔ اور اللہ کی طرف نزدیک کرنے والے ہیں۔ جیسے صفحہ ۴۶ میں گزر چکا ہے بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا قرب ڈھونڈو۔ چنانچہ تفسیروں میں اس کی تصریح کی ہے ملاحظہ ہو جامع البیان اور معالم التنزیل وغیرہ اور قرآن مجید سے بھی یہی معنی ثابت ہوتے ہیں جیسے ارشاد ہے۔

اولئك الذين يدعون يبتغون الى ربهم الوسيلة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف قرب ڈھونڈتے ہیں جونسا زیادہ نزدیکی ہے۔

وسیلہ کا معنی

اس آیت میں وسیلہ کے معنی قرب کے ہیں۔ کیونکہ جو زیادہ نزدیکی ہے۔ جب وہ بھی وسیلہ کا طالب ہے۔ تو وسیلہ سے مراد بزرگ تو ہو نہیں سکتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ اس بزرگ کے لئے بھی کوئی دوسرا اس سے بڑا بزرگ وسیلہ ہو۔ پھر دوسرے کے لئے تیسرا اور تیسرے کے لئے چوتھا الی غیر النہایہ اور یہ باطل ہے پس یہاں قرب ہی کے معنی درست ہو سکتے ہیں۔ پس قرآن مجید سے بھی وسیلہ کے معنی قرب ہی کے ثابت ہوئے۔ اور لغت میں بھی یہی معنی لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہو قاموس۔

رہی حدیث اعمی جو آپ نے حصن حصین وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔ سو وہ آپ کی حیات سے تعلق رکھتی ہے وفات کے بعد نہیں۔ کیونکہ وہ نابینا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حضورؐ کے پاس آیا وفات کے بعد نہیں آیا۔ زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو ہمارا رسالہ وسیلہ بزرگاں ملاحظہ ہو۔

خلافت عثمانؓ کے واقعہ کی حقیقت

حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا جو واقعہ آپ نے لکھا ہے وہ ضعیف ہے اور اس کی اسناد میں شبیب بن سعید مکی ہے اسکی بابت تقریب میں لکھا ہے:۔

لا باس بحدیثه من روایة ابنه احمد عنه لامن روایة ابن وهب .

یعنی ''اسکا بیٹا احمد اس سے روایت کرے تو اس کی روایت کے ساتھ کوئی ڈر نہیں نہ جب کہ ابن وھب اس سے روایت کرے''

اور میزان الاعتدال میں ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اذا حدث عنه ابنه احمد باحادیث یونس فکانه شبیب اخر یعنی یجود .

یعنی اس کا بیٹا احمد اس سے یونس کی احادیث روایت کرے تو وہ کھری ہوتی ہیں۔

اور طبرانی کی حدیث میں نہ تو شبیب کا استاد یونس ہے نہ شاگرد بیٹا ہے۔ بلکہ استاد روح بن القاسم ہے۔اور شاگرد ابن وھب ہے۔پس یہ ضعیف ہوئی۔اور امام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے قاعدہ جلیلہ میں بحوالہ بیہقی اسکے بیٹے سے بھی یہ روایت ذکر کی ہے لیکن بیٹے سے نیچے راویوں کا حال معلوم نہیں نیز اس میں اسناد شبیب کا وہی روح بن القاسم ہے نہ یونس پس یہ بھی ضعیف ہوئی۔

یہ روایت شاذ ہے

بلکہ شبیب کی اسناد میں ایک اور ضعف بھی ہے جس کا اثر دونوں پر پڑتا ہے یعنی شبیب سے روایت کرنے والا خواہ بیٹا ہو یا ابن وھب ہو۔ دونوں صورتوں کو یہ ضعف شامل ہے۔وہ یہ کہ شبیب بن سعید نے ابوجعفر کا استاد ابوامامہ بن سہل بتلایا ہے جیسے طبرانی اور بیہقی میں ہے۔اور شعبہ اور حماد بن سلمہ نے ابوجعفر کا استاد عمارہ بن خزیمہ بتلایا ہے۔جیسے مسند احمد اور بیہقی میں ہے۔ پس شبیب بن سعید کی اسناد میں شذوذ ہوا کیونکہ شعبہ اور حماد بن سلمہ شبیب بن سعید سے ثقاہت میں زیادہ ہیں نیز یہ دو ہیں اور شبیب بن سعید اکیلا ہے اور اس قسم کی مخالفت کو شذوذ کہتے ہیں اور شاذ ضعیف ہوتی ہے ہاں اگر شبیب بن سعید کی موافقت کسی ثقہ نے کی ہوتو یہ شذوذ دور ہو جائے گا مگر موافقت ثابت نہیں ہوئی قاعدہ جلیلہ میں بحوالہ بیہقی ذکر کیا ہے کہ ہشام دستوائی نے ابی جعفر سے اس نے ابوامامہ سے اس کو روایت کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہشام نے شبیب کی موافقت کی ہے،لیکن قاعدہ جلیلہ میں یہ روایت ذکر کر کے کہا ہے کہ ہشام دستوائی سے نیچے اسکی اسناد ذکر نہیں کی۔ پس کیا معلوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحیح ہے یا ضعیف۔پس یہ موافقت غیر معتبر ہوگی۔اور اگر بالفرض معتبر ہوتی تو شذوذ تو بیشک دور ہو جاتا۔

یہ روایت مضطرب ہے

لیکن دوسری خرابی پیدا ہو جاتی وہ یہ کہ دونوں پلڑے برابر ہو جاتے یعنی دو راوی اِدھر ہوتے دو اُدھر ہوتے اور ایسے اختلاف کو اضطراب کہتے ہیں اور اضطراب بھی ضعف کا سبب ہے بہر صورت شبیب بن سعید کی اسناد کسی صورت صحیح نہیں ہو سکتی۔اور ابھی یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ اسناد کا اختلاف ہے ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے قاعدہ جلیلہ میں اسناد اور متن دونوں میں اختلاف ذکر کیا ہے جس کی مرضی ہو وہاں دیکھ لے۔پس جب شبیب کی اسناد ضعیف ہوئی۔تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واقعہ بھی ضعیف ہوا۔اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔کہ طبرانی نے جو کہا ہے والحدیث صحیح تو انکی مراد نفس حدیث ہے۔حضرت عثمانؓ کی خلافت کا واقعہ نہیں۔کیونکہ اس واقعہ کی اسناد ضعیف ہے۔ہاں اگر طبرانی اس ضعف پر مطلع نہ ہوئے ہوں تو یہ واقعہ بھی شامل ہو سکتا ہے۔لیکن اس صورت میں طبرانی کی بے خبری ماننی پڑے گی۔پس بہتر یہی ہے کہ ان کی مراد نفس حدیث ہو۔اور اس کی مؤید یہ بات بھی ہے کہ طبرانی نے والحدیث صحیح کہنے سے پہلے ایک دوسری اسناد ذکر کی ہے۔اور اس اسناد کے ساتھ نفس حدیث مروی ہے اس میں یہ واقعہ نہیں،طبرانی دیکھ کر اس کے بعد ترمذی،مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۳۸ وغیرہ دیکھیں تو آپ کو اس بات کی تصدیق ہو جائے۔

بہر صورت یہ واقعہ ضعیف ہے بلکہ بعض نے نفس حدیث کو بھی ضعیف کہا ہے۔

صیانۃ الانسان لعبد اللہ بن عبد الرحمان سندی صفحہ ۱۱۱ ملاحظہ ہو۔صیانۃ الانسان کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی اسناد میں ابو جعفر ہے اگر اس سے مراد عیسیٰ بن ابی عیسیٰ ماہان ہے۔جیسے حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں یہ خیال ظاہر کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو عیسی بن ابی ماہان اکثر کے نزدیک ضعیف ہے اور ابو جعفر مدائنی ہو تو میزان الاعتدال میں ہے کہ وہ جھوٹی احادیث بناتا ہے۔ اور اگر ابو جعفر مدنی جیسے ابن ماجہ اور طبرانی میں ہے تو یہ انصاری مدنی مؤذن ہوگا یا قاری مدنی یزید بن قعقاع ہوگا۔ اگر اول ہو تو اسکو خلاصہ اور تقریب میں مقبول کہا ہے اور یہ چھٹے درجے کے الفاظ سے ہے۔ جس راوی کے حق میں یہ لفظ کہا جائے۔ اسکی حدیث تائید وغیرہ کے لئے لکھی جاتی ہے استدلال کے قابل نہیں ہوتی اور اگر ثانی مراد ہو تو وہ بیشک ثقہ ہے۔ مگر جب تک تعیین نہ ہو حدیث پر صحت کا حکم نہیں ہوسکتا اور حاکم نے اگرچہ اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے مگر ان کا تساہل مشہور ہے۔ چنانچہ رسالہ بحرمت انبیاء میں بھی کچھ تفصیل ہو چکی ہے اسی طرح ابن خزیمہ اور ابن حبان کا اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں ذکر کرنا اس کی صحت کو نہیں چاہتا کیونکہ توضیح الافکار میں عماد بن کثیر سے نقل کیا ہے کہ اگرچہ یہ دونوں حاکم سے اچھے ہیں۔ مگر ان کی اور ان جیسوں اور کی حدیث کو دیکھ بھال کر لینا چاہئے کیونکہ کئی حدیثیں ایسی ہیں۔ جن کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔ حالانکہ وہ حسن کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتیں بلکہ ترمذی میں بھی کئی حدیثیں ایسی ہیں۔ جن کو ترمذی نے صحیح کہا ہے۔ اور وہ حسن کے درجہ تک بھی نہیں پہنچتیں اور خلاصہ میں ابو جعفر انصاری مدنی مؤذن کی حدیث کی بابت ترمذی سے صرف حسن ہونا نقل کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ابو جعفر سے مراد ابو جعفر انصاری مدنی مؤذن ہو تو ترمذی کے نسخوں میں اختلاف ہے کیونکہ ترمذی کا نسخہ جو ہمارے ہاتھ میں ہے اس میں حسن کے ساتھ صحیح کا ذکر بھی ہے۔ نیز میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ اس ابو جعفر سے صرف یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتا ہے۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ اور مسند احمد اور بیہقی وغیرہ میں اس حدیث کی اسناد میں ابو جعفر کا شاگرد شعبہ اور حماد بن سلمہ اور ہشام دستوائی بھی ذکر کیا ہے۔ اور طبرانی میں کہا ہے۔ کہ ابو جعفر سے مراد عمیر بن یزید ہے لیکن طبرانی میں ابو جعفر خطمی مدنی واقع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا ہے اسلئے انہوں نے عمیر بن یزید سمجھا ہے۔لیکن ترمذی میں ہے کہ خطمی نہیں۔ نیز پہلے گزر چکا ہے کہ ابوجعفر کا استاد شبیب بن سعید نے ابوامامہ بن سہل بتلایا ہے۔اور شعبہ اور حماد بن سلمہ نے عمارہ بن خزیمہ بتلایا ہے۔اور ہشام دستوائی نے شبیب کی موافقت کی ہے لیکن اس سے نیچے کے راویوں کا حال معلوم نہیں۔اگر بالفرض وہ ثقہ ہوں تو دونوں پلڑے برابر ہوکر اضطراب ہو جائے گا اور مضطرب حدیث ضعیف ہوتی ہے۔غرض عجب کشمکش ہے۔

خیر یہ کشمکش تو نفس حدیث کی بابت ہے رہا واقعہ سو اس کے ضعف میں کوئی کلام نہیں پھر یہاں اور بڑی بحث ہے وہ یہ کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں اس شخص نے اس حدیث پر عمل رسول اللہ ﷺ کی قبر پر کیا یا دوسری جگہ؟ اور اب ہم اس حدیث پر عمل کہاں کریں۔مدینہ پہنچ کر یا جہاں چاہیں کر سکتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کی قبر پر قطع نظر اس سے کہ آپ سنتے ہیں یا نہیں اور سننے کے بعد آپ قبول کرتے ہیں یا نہیں اس حدیث پر عمل جائز نہیں۔کیونکہ حصن حصین میں کہا ہے۔کہ پہلے دو رکعت نماز پڑھے،اور نماز وہاں جائز نہیں۔کیونکہ آپ نے قبور انبیاء کو مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔ملاحظہ ہو مشکوۃ وغیرہ اور اگر دوسری جگہ ہو تو دو صورتیں ہیں،یا تو رسول اللہ ﷺ کی روح حاضر و ناظر ہو۔یہ تو باطل ہے کیونکہ حاضر و ناظر صرف خدا کی ذات [1] ہے

حاشیہ نمبر ۱: اسی لئے عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ التحیات میں رسول ﷺ کی وفات کے بعد السلام علیك ایها النبی کی جگہ السلام علی النبی کہتے اور جو السلام علیك ایها النبی کہتے وہ معراج کی یادگار قائم رکھنے کی نیت سے کہتے یا اس نیت سے کہتے کہ فرشتے پہنچا دیتے ہیں جیسے صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۲۰ تک اس کی خوب تفصیل ہو چکی ہے لیکن درود و سلام کی بابت تو ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرشتے پہنچا دیتے ہیں۔۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یارسول اللہ ﷺ کوفرشتے پہنچادیں جیسے کوئی درود وسلام پڑھے توفرشتے پہنچادیتے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۶ میں گزرچکا ہے ۔لوگوں کی حاجات کی بابت تو کوئی ذکرنہیں آیا۔کہ آپ کو فرشتے پہنچاتے ہیں۔پھر یہ بھی ذکرنہیں آیا۔کہ آپ ان کی حاجت روائی کی دعاء کرتے ہیں اورنہ یہ کہیں ذکرآیا ہے۔کہ خدا کی طرف سے آپ کو اس بات کا اذن ہے حالانکہ اذن کے بغیر آپ شفاعت نہیں کرسکتے۔کیونکہ آیۃ الکرسی میں ہے **من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ** یعنی ''کون ہے جو خدا کے پاس بغیر اذن کے شفاعت کرے''۔ بلکہ اگر قبر پر نماز جائز ہواور آپ سنتے ہوں تو بھی اس بات کا ثبوت ضروری ہے کہ آپ کو اللہ کی طرف سے ہر حاجت طلب کرنے والے کے حق میں شفاعت کا اذن حاصل ہے اور اس بات کا ثبوت بھی ضروری ہے۔کہ جب آپ سے کوئی حاجت طلب کرتا ہے۔تو آپ اس کے لئے دعاء کرتے ہیں۔ ودونہ فرط القتاد۔لیکن ثبوت کہاں؟ نہ قرآن وحدیث میں کہیں ذکر ہے نہ خیر قرون سے ثابت ہے۔ہاں جس طرح صحابہؓ نے اس حدیث پرعمل کیا اس سے ہمیں انکارنہیں وہ یہ کہ زندے بزرگ کا وسیلہ پکڑے ۔اور رسول اللہ ﷺ کی جگہ اسی زندے بزرگ کا نام لے کر جیسے بارش کی دعاء کے وقت حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کا وسیلہ پکڑا تھا۔اور معاویہؓ نے یزید بن اسودؓ کا پکڑا تھا۔جس کی تفصیل صفحہ ۴۱۔۴۲ میں گزرچکی ہے۔اور صاحب حصن حصین نے رسول اللہ ﷺ کے نام کی جگہ دوسرے کا نام ذکرنہیں کیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناقل ہیں یہ کام دعاء کرنے والے کا ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے نووی مسلم پرباب باندھتے ہیں۔

باب توقیرہ وترک اکثار سوالہ عمالا ضرورۃالیہ الخ یعنی ''باب ہے رسول ﷺ کی عزت کرنے کا اور بلاضرورت آپ سے سوال ترک کرنے کا'' اوراس باب میں وہی احادیث مذکور ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔جومسئلہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہیں بتلاؤں اس پر عمل کرو اور مجھے چھوڑو، جب تک میں تمہیں چھوڑوں کیونکہ پہلی امتوں کو نبیوں سے بہت سوال اور اختلاف ہی نے ہلاک کیا۔ یعنی تم مجھ سے اس کی طرح سوال نہ کرو۔ اور ظاہر ہے کہ وفات کے بعد تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسئلہ مسائل کا سلسلہ بند ہے۔ تو اب اسطرح کا باب باندھ کر ان احادیث کا ذکر کرنا اس سے مطلب یہی ہے کہ آپ کے جانشین ربانی علماء سے بھی یہی برتاؤ کرنا چاہئے اور ان کی توقیر کرنی چاہئے۔ اور ربانی علماء کو بھی چاہئے کہ فرضی صورتیں نہ بنائیں ٹھیک اسی طرح صاحب حصن حصین کے باب باندھنے اور اسکے مناسب احادیث ذکر کرنے کو سمجھ لینا چاہئے اور صحابہؓ کا عمل اس کی تشریح کر رہا ہے۔ کہ وفات کے بعد آپ کی جگہ کسی دوسرے کا نام لینا چاہئے جو زندہ ہو اور سامنے موجود ہو جیسے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کا وسیلہ پکڑا تھا اور معاویہؓ نے یزید بنا اسودؓ کا پکڑا تھا، پس اب یہ مسئلہ آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو گیا اور روشنی کے بعد پتہ لگا کہ مولوی پھلواری صاحب جس گردن کو وہابیت کی گردن سمجھ کر چھری پھیر رہے ہیں وہ درحقیقت ان کے بھائیوں کی گردن تھی۔ افسوس اندھیرے میں پتہ نہ لگا اور اپنے ہاتھ سے اپنا ہی نقصان کر بیٹھے **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

مولوی پھلواری صاحب! خیر یہ چھری تو آپ سے اندھیرے میں غلطی سے پھر گئی۔ ایک چھری آپ لوگوں نے دیدہ ودانستہ پھیر رکھی ہے۔ وہ یہ کہ توسل کے نئے نئے طریقے آپ لوگوں نے اختیار کر رکھے ہیں جیسے آجکل ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس حدیث پر عمل نہیں کہ پہلے دو رکعت نماز پڑھی جائے پھر وہ دعاء پڑھی جائے جو رسول اللہ ﷺ نے سکھلائی ہے جیسے آپ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں اس پر عمل ہوا۔ یہ عجب قدرت کا نظارہ ہے کہ آپ لوگوں کے لئے اندھیرا بھی اندھیرا ہے اور چاندنی بھی اندھیرا ہے۔ **اللھم عافنا**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

پھلواری:۔ انصاف شرط ہے کہ اس حدیث کے بعد اب جواز توسل واستمداد میں کونسا شبہ باقی رہ جاتا ہے نہیں معلوم اس زمانہ کے مدعیان علم حدیث کس عمائے بصر وبصیرت کے ساتھ کتب حدیث پڑھتے ہیں۔ کہ امر حق ان کو نظر نہیں آتا۔ ورنہ اگلے محدثین تمام توسل واستمداد کے قائل و فاعل تھے اور مزارات انبیاء و اولیاء کو محل اجابت دعاء بتلاتے اور زیارت قبور صالحین کو باعث حصول فیوض و برکات وموجب قضاء حاجات سمجھتے ہیں۔

(رسالہ سماع موتی واستمداد صفحہ ۱۹)

مکان کا بابرکت ہونا اور مسئلہ توسل واستمداد

جواب: اس حدیث کا حال تو ناظرین کو معلوم ہو چکا، کہ ایک تو اس کی اسناد میں گڑبڑ ہے دوم میت کے ساتھ وسیلہ پکڑنا اس سے ثابت نہیں ہوتا اور زندہ کے وسیلہ پکڑنے سے کسی کو انکار نہیں۔ جیسے ابھی گزرا ہے، رہا یہ دعویٰ کہ اگلے محدثین تمام توسل واستمداد کے قائل ہیں یہ بالکل جھوٹ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تو قائل نہیں بلکہ خیر قرون میں کوئی قائل نہیں تو محدثین کیا قائل ہوں گے اور اگر بالفرض کوئی قائل ہو تو خیر قرون کے مقابلہ میں اس کا کیا وزن؟ اس کے علاوہ مولوی پھلواری صاحب یہاں ایک دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ کسی جگہ کا برکت والی اور محل اجابت دعاء ہونا یہ الگ مسئلہ ہے اور مسئلہ توسل واستمداد جس کا ذکر اوپر سے چلا آ رہا ہے الگ ہے۔ مثلاً مسجد برکت والی جگہ ہے اور محل نماز اور محل اجابت دعاء اور محل فیوض رحمت الٰہی ہے مگر اس کو وسیلہ بنانے اور اس سے استمداد کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں مولوی پھلواری صاحب نے ان دونوں کو ملا کر ذکر کر دیا ہے تاکہ ناظرین اسکو ایک سمجھ کر آنے والے تمام اقوال ودلائل کو جن سے اکثر کا تعلق مسئلہ اول سے ہے مسئلہ ثانی یعنی توسل واستمداد پر چسپاں کریں۔ اور اس طرح سے اس مسئلہ میں کچھ قوت آ جائے حالانکہ آنے والے اقوال و دلائل سے مسئلہ اول ہی ثابت ہونا مشکل ہے چہ جائیکہ مسئلہ ثانی یعنی توسل واستمداد ثابت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے خیراب وہ اقوال ودلائل سنئے :۔

پھلواری: امام شمس الدین جزری مقامات اجابت دعاء کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قلت وان لم یجب الدعاء عند النبی ﷺ ففی ای موضع یستجاب (حصن حصین صفحہ ۱۰۴)

اور حصن حصین مطبوعہ مصر فضل اماکن اجابت میں اور وضاحت سے لکھتے ہیں۔ **و عبد القبور الانبیاء علیہم السلام و جربت استجابۃ الدعاء عند قبور الصالحین بشروط معروفۃ** ۔یعنی ''انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر دعاء قبول ہوتی ہے۔اور صالحین کی قبروں کے نزدیک دعاء کا جو بشرائط معروفہ ہو مقبول ہونا (اور حاجت برآری و کامیابی) مجربات سے ہے یعنی تجربے سے ثابت ہے۔

(رسالہ سماع موتی واستمداد صفحہ ۲۰)

جواب: امام جزری کے قول میں توسل واستمداد کا کوئی ذکر نہیں ہاں محل اجابت دعاء کا ذکر ہے،لیکن اس کے لئے کئی شرائط ہیں۔ایک یہ کہ سفر نہ ہو کیونکہ قبروں کی طرف سفر کر کے جانا منع ہے۔چنانچہ مشکوۃ باب المساجد میں متفق علیہ حدیث ہے۔کہ سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف۔۱۔مسجد حرام۔۲۔مسجد اقصیٰ۔۳۔مسجد نبویؐ اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت ہمارے رسالہ زیارت قبر نبویؐ میں ملاحظہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اصل قصد قبروں کی زیارت سے اپنی موت اور آخرت کا یاد کرنا ہو۔اور میت کے لئے دعاء کرنا ہو۔اور اپنے لئے دعا کرنا بالتبع ہو۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے زیارت قبور کی جو دعائیں سکھلائی ہیں۔وہ اسی قسم کی ہیں کہ میت کے لئے دعاء کے اندر اپنے لئے بھی دعا ہے اور صیانۃ الانسان کے صفحہ ۲۴۷ تا صفحہ ۲۴۹ میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیارت قبور کی اقسام

(۱) شرعیہ:۔

قال (ابن تیمیه)فی منسك صنفه فی اواخر عمره وزیارة القبور علی وجهین زیارة شرعیة وزیارة بدعیة فالشرعیة المقصود بها السلام علی المیت والدعاء له کما یقصد بالصلوة علی جنازته فزیارته بعد موته من جنس الصلوة علیه فالسنة فیها ان یسلم علی المیت ویدعی له سواء کان نبیا او غیر نبی کما کان النبی ﷺ یامر اصحابه اذازاروا القبور ان یقول احدهم السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاء الله بکم لاحقون ویرحم الله المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین نسئل الله لنا ولکم العافیة اللهم لا تحرمنااجرهم ولا تفتنا بعد هم واغفر لنا ولهم وهکذا یقول اذا زار اهل البقیع و من به من الصحابة وغیر هم اوزار شهداء احدوغیر هم الی ان قال واما الزیارة .

ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ اپنے منسک میں جو اخیر عمر میں انہوں نے تصنیف کیا ہے فرماتے ہیں زیارت قبور دو طرح کی ہے۔ایک شرعی ،ایک بدعی یعنی جو بدعت ہے۔شرعی یہ ہے کہ مقصود اس سے میت پر سلام ڈالنا اور اس کے لئے دعاء کرنا ہو۔جیسے میت پر نماز جنازہ سے یہی مقصود ہوتا ہے۔پس موت کے بعد زیارت نماز جنازہ کی جنس سے ہے۔پس سنت اس میں یہ ہے کہ میت پر سلام ڈالے۔اور اس کے لئے دعاء کرے،خواہ نبی ہو یا غیر نبی جیسے رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہؓ کو حکم دیتے ہیں کہ زیارت کے وقت یوں کہیں۔کہ اے گھروں والو!مومنوں اور مسلمانوں تم پر سلام ہو۔اور اللہ چاہے تو ہم تم سے ملنے والے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اور ہم سے اور تم سے پہلوں اور پچھلوں پر اللہ تعالی رحم کرے۔ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔اے اللہ! ہمیں اس کے (مرنے کی مصیبت کے) اجر سے محروم نہ کر اور ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال اور ہمیں اور انکو بخش اور اسی طرح کہتے جب کہ مدینہ کے قبرستان کی اور ان صحابہؓ وغیرہ کی جو اس قبرستان میں ہیں زیارت کرتے یا جنگ احد کے شہیدوں وغیرہ کی زیارت کرتے۔

(۲) بدعیہ:۔

البدعية فهو ان يكون مقصود الزائر ان يطلب حوائجه من ذلك الميت اويقصد الدعاء عند قبره اويقصد الدعاء به فهذا ليس من سنة النبى ﷺ ولاستحب احد من سلف الامة بل هو من البدع النهى عنها باتفاق سلفالامة وأمتهاانتهى وقال ابن القيم فى زاد المعاد كان اذا راز قبور اصحابه يزور ها للدعاء والترحم عليهم والاستغفار لهم وهذه هى الزيارة التى سنها لامته و شرعها لهم وامرهم ان يقولو ا اذا زاروها السلام عليكم اهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانا انشاء الله بكم لاحقون نسال الله لنا و لكم العافية انتهى وفى تبعيد الشيطان بتقرب اغاثةالهفان فاسمع الان زيارة اهل الايمان التى شرعها الله ووازن بينهما وبين زيارة اهل الشرك التى شرعها لهم الشيطان واختر لنفسك قالت عائشة كان رسول الله ﷺ اذاكان ليلتى منه يخرج من اخر الليل الى البقيع فيقول السلام عليكم ديار قوم مؤمنين واتاكم ما توعدن غدا موجلون وانا انشاء الله بكم للاحقون اللهم اغفر لاهل بقيع الغرقد رواه مسلم وعنها ايضا ان جبرئيل اتاه فقال ان ربك يامرك ان تاتى اهل البقيع فتستغفرلهم قالت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قلت کیف اقول یا رسول اللہ ﷺ قال قولی السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منکم والمستاخرین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون وفی حدیث بریدۃ عن ابیہ کان رسول اللہ ﷺ عنھم یعلمھم اذا خرجوا الی المقابران یقولوا السلام علی اھل الدیار الحدیث وفی لفظ السلام علیکم اھل الدیار الحدیث انتھی قلت حدیث بریدۃ قد تقدم بتمامہ وفیہ نسال اللہ لنا ولکم العافیۃ وکیف یمنع احد من الدعاء لنفسہ تبعا للدعاء لاصحاب القبور وھو ثابت فی الاحادیث الصحیحۃ قال فی الصارم فان الدعاء عند القبر لا یکرہ مطلقا بل یومن بہ کما جاء ت بہ السنۃ فیما تقدم ضمنا وتبعا وانما المکروہ ان یتحری المجئی الی القبر للدعاء عندہ انتھی وقد ثبت فی الحدیث الصحیح ان الداعی اذا قصد الدعاء لغیرہ یبدأ بنفسہ عن ابی بن کعب ان رسول اللہ ﷺ کان اذا ذکر احد فدعالہ بدأ بنفسہ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب صحیح ومن ثم ورد فی التشھد السلام علینا قال الحافظ فی الفتح استدل بہ علی استحباب البداۃ بالنفس فی الدعاء انتھی فالمقصود بالذات الدعاء للمیت واما لدعاء لنفسہ فانما ھو لاجل ان الداعی اذا قصد الدعاء یبدأ بنفسہ فھو مقصود بالعرض ۔انتھی

اور زیارت بدعی یہ ہے کہ زیارت کرنے والے کا مقصود اس میت سے اپنی حاجات طلب کرنا ہو یا زیارت سے مقصود اس کی قبر کے پاس دعاء کرنا ہو۔ یا اس کے طفیل دعاء کرنا مقصود ہو پس یہ نہ سنت نبوی ہے، نہ سلف سے کسی نے اسکو اچھا سمجھا ہے، بلکہ یہ بدعات سے ہے جن کے منع ہونے پر سلف امت اور ائمہ دین متفق ہیں۔ اور ابن القیم علیہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

الرحمہ زادالمعاد میں فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہؓ کی قبروں کی زیارت کرتے تو ان کے لئے دعاء اور ترحم اور استغفار کی غرض سے زیارت کرتے اور یہی وہ زیارت ہے جو آپؐ نے اپنی امت کے لئے سنت طریقہ جاریہ قرار دی ہے اور امت کے لئے مقرر کی ہے اور حکم دیا ہے کہ زیارت کے وقت کہیں اے گھروں والو! مومنوں اور مسلمانوں سے تم پر سلام ہو۔ اور اللہ چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں اور تبعید الشیطان بتقریب اغاثۃ اللھفان میں ہے۔ کہ پس اب زیارت اہل ایمان کی سن، جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کی ہے۔ اور بہتر کو پسند کر۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب میری باری ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اخیر رات مدینہ کے قبرستان کی طرف نکلتے اور کہتے سلام ہو تم پر اے قوم ایمان والوں کے گھرو اور جس بات کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو وہ تمہارے پاس آگئی (یعنی موت وغیرہ) کل کے لئے مہلت دیئے گئے ہو (یعنی قیامت) اور اللہ چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ اہل بقیع (یعنی مدینہ کے قبرستان والوں) کے لئے بخش۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے نیز حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ تیرا رب تجھے حکم دیتا ہے کہ اہل بقیع کے پاس آ کر ان کے لئے بخشش مانگ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں کس طرح کہوں؟ فرمایا کہہ سلام ہو تم پر اے گھروں والو! اور جو مومن اور مسلمان ہو۔ اور اللہ تعالی پہلوں کو اور پچھلوں کو تم سے رحم کرے اور اللہ چاہے تو ہم تم سے ضرور ملنے والے ہیں اور حدیث بریدہؓ میں ہے جو اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ انکو سکھاتے کہ جب قبرستان کی طرف نکلیں تو کہیں سلام ہو اے گھروں والو! اور ایک روایت میں ہے۔ تم پر سلام ہو۔ اے گھروں والو! اور بریدہؓ کی پوری حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ اس میں یہ لفظ بھی ہے۔ کہ ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔اور قبروں والوں کے بالتبع اپنے لئے دعاء کس طرح منع ہوسکتی ہے۔حالانکہ صحیح احادیث میں ثابت ہے۔صارم منکی میں کہا ہے کہ دعاء قبر کے پاس مطلقاً مکروہ نہیں۔بلکہ جس طرح احادیث میں میت کی دعاء کے بالتبع اور ضمن میں آئی۔اس طرح ایمان لایا جاتا ہے۔اور منع یہ ہے کہ قبر کی طرف اس غرض سے آوے کہ وہاں اپنے لئے دعاء کرے اور صحیح حدیث میں ہے کہ جب دعاء کرنے والا دوسرے کے لئے دعاء کا قصد کرے،تو اپنے نفس سے شروع کرے یعنی پہلے اپنا ذکر کرے پھر دوسرے کا۔جیسے **نسئل الله لنا ولكم العافية** (ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں)(بریدہؓ کی حدیث میں گزر چکا ہے)چنانچہ ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے لئے دعاء کا ارادہ کرتے۔تو اپنے نفس سے شروع کرتے ترمذیؒ نے اس کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن،غریب ،صحیح ہے اور اسی لئے التحیات میں السلام علینا آیا ہے(یعنی پہلے اپنے لئے سلامتی کی دعاء پھر نیک بندوں کے لئے)حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں۔کہ اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ دعاء اپنے نفس سے شروع کرے۔انتھی۔پس(قبروں کی زیارت سے)اصل مقصود میت کے لئے دعاء کرنا ہے۔اور اپنے لئے دعاء صرف اس وجہ سے ہے کہ دعاء مانگنے والا اپنے نفس سے شروع کرے پس یہ دعاء بالتبع اور عارضی ہے۔

پھلواری:۔امام جزریؒ کے اس قول کی تائید احادیث و آثار صحیحہ سے ملتی ہے۔چنانچہ سنن دارمی کی حدیث ہے کہ اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہوئے لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے آکر عرض کی ام المومنین نے فرمایا تم لوگ قبر مطہر پر حضور انور کے حاضر ہو اور روضہ[1]

حاشیہ[1] دارمی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ یہ ہیں **انظروا الى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه الى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف ١٢**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نور سے ایک ایسا سوراخ کردو۔ کہ اس کے اور آسمان کے مابین کوئی حجاب حائل نہ ہو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور اسی وقت بارش ہونے لگی۔ **(دارمی باب اکرام اللہ تعالی نبیہ بعد موتہ** صفحہ ۵٦ ج ۱)(رسالہ سماع موتی)

حدیث دارمی کی تحقیق

جواب: اس حدیث کی اسناد میں محمد بن فضل ابو النعمان سدوسی ہے۔ تقریب، خلاصہ، کاشف میزان الاعتدال وغیرہ میں ہے کہ اخیر عمر میں اس کو اختلاط ہو گیا تھا۔ یعنی حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اور یہ معلوم نہیں کہ یہ روایت کس وقت کی ہے۔ نیز اس کی اسناد میں سعید بن زید ابو الحسن ہے۔ اس کی بابت تقریب میں لکھا ہے کہ سچا ہے وہمی ہے۔ ایک راوی اس میں عمرو بن مالک نکری ہے اس کی بابت بھی تقریب میں یہی لکھا ہے۔ کہ سچا ہے وہمی ہے۔ ایک راوی اس میں عبداللہ ابو الجوزاء ہے اسکی بابت تقریب میں لکھا ہے کہ ارسال بہت کرتا ہے یعنی اپنے زمانہ کے علماء سے ایسے الفاظ کے ساتھ روایت کرتا ہے کہ وہم سماع کا ہو مگر سنا نہیں ہوتا۔ اور ایسے راوی کی روایت بغیر تصریح سماع کے معتبر نہیں ہوتی اور اس روایت میں تصریح سماع کی نہیں۔ نیز حضرت عائشہؓ سے روایت کرنے والا یہی ہے۔ اور حضرت عائشہؓ سے اس کی ملاقات بالکل ثابت نہیں۔ بتلایئے! جس روایت میں اتنے مسلسل ضعف ہوں وہ بھی لائق استدلال ہوسکتی ہے۔ خاص کر مسائل توحید میں؟

پھر ایک روایت اس کے خلاف آئی ہے تبعید الشیطان بتقریب اغاثۃ اللھفان میں بحوالہ مغازی محمد ابن اسحاق نے حضرت عمرؓ کے زمانے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے قلعہ تستر فتح کیا تو ہرمزان کے بیت المال میں ایک تخت پایا جس پر ایک میت تھی اس کے سر کے پاس مصحف رکھا تھا۔ ہم مصحف حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

،حضرت عمرؓ نے کعب احبار کو بلا کر اس کو عربی میں کرایا۔ اس میں اس امت کے حالات اور آئندہ کے واقعات تھے۔ ہم نے متفرق تیرہ قبریں کھودیں اور ایک میں میت کو دفن کر کے سب کو برابر کر دیا۔ تا کہ لوگوں کو میت کا پتہ نہ لگے۔ اور کہیں نکال نہ لیں اور اہل تستر اس میت سے یہ فائدہ لیتے کہ ان پر جب یہ بارش بند ہو جاتی تو تخت باہر نکالتے اس سے ان پر بارش ہو جاتی۔ اور وہ دانیال نبی کی میت تھی۔ جن کو فوت ہوؤں کو تین سو سال گزر چکے تھے گدی کے چند بالوں کے سوا ان کی کوئی شئے متغیر نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ انبیاء کے گوشت اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیئے ہیں۔ اور نہ ان کو درندے کھاتے ہیں۔

دیکھیئے! قبر کا بے نشان کرنا اچھا نہیں تھا۔ صحابہ اس میت کو دوسری جگہ لیجا سکتے تھے۔ جہاں کسی کے نکالنے کا خطرہ نہ تھا۔ اور یہاں بھی پہرے کے ذریعے انتظام کر سکتے تھے۔ کیونکہ حکومت مسلمانوں کی تھی۔ مگر چونکہ اس میت کی یہ کرامت مشہور ہو چکی تھی۔ کہ اس کے باہر نکالنے سے فوراً بارش ہو جاتی ہے اور صحابہؓ کو خطرہ ہوا کہ مبادا رفتہ رفتہ مسلمان اس میں پھنس جائیں گے اس لئے اس کو بے نشان کرنا مناسب سمجھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ ایسے امور کے مٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ تو حضرت عائشہؓ ایسا فعل کس طرح کرا سکتی تھیں۔

اس کے علاوہ حضرت عائشہؓ کے قول پر عمل کرنے کی صورت تو یہ ہے کہ جب بارش نہ ہو تو کسی بزرگ یا رسول اللہ ﷺ کی قبر کے اوپر سے سوراخ کر دیا جائے۔ میت کو پکارنا یا اس سے حاجات طلب کرنا یا کہنا کہ ہمارے لئے دعاء کرو یہ کہاں سے ثابت ہوا۔ تعجب ہے کہ حضرت عائشہؓ کا قول جس بات پر دلالت کرتا ہے اس پر تو کوئی عمل نہیں کرتا ،اپنی طرف سے نئے طریقے ایجاد کر لیے ہیں، اللہ ان کو ہدایت کرے آمین

پھلواری:۔ اور استیعاب میں حافظ علامہ ابن عبدالبر روایت کرتے ہیں۔ کہ عہد فاروقی میں ایک دفعہ قحط پڑا تو ایک شخص نے قبر مبارک پر حاضر ہو کر استغاثہ کیا کہ یا رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ امت کی خبر لیجئے، پھر خواب میں حضور پرنور ﷺ نے ان ہی صاحب کو رفع قحط کی بشارت دی والقصة طويلة.

(استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۲۸)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اصابہ جلد صفحہ ۱۱۴ مطبوعہ مصر میں اس روایت کو لکھا ہے اور تخریج ابن ابی خیثمہ کا حوالہ دیا ہے۔اور شیخ نبہانی دعوۃ الحق (مطبوعہ مصر صفحہ ۷۷) میں فرماتے ہیں رواہ البیہقی وابن ابی شیبۃ باسناد صحیح۔

جواب: فتح الباری باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا میں یہ قصہ ابن ابی شیبہ سے باسناد صحیح مذکور ہے۔اس میں یوں ہے کہ:۔

جاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یارسول الله ﷺ استسق لامتك فانهم قدهلكوا فقيل له ائت عمر الحديث وقد روى سيف في الفتوح ان الذى راى المنام المذكور بلال بن الحارث المذنى احد الصحابة.

یعنی ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی قبر پر آیا اور کہا یارسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لئے پانی مانگیے کیونکہ وہ ہلاک ہو گئے۔اس کو (خواب میں) میں کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ۔اور سیف (بن عمر تمیمی) نے فتوح میں روایت کیا ہے کہ جس کو خواب میں کہا گیا۔وہ بلال بن حارث تھا جو صحابی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ آپ کی دلیل نہیں بلکہ آپ کا رد ہے۔کیونکہ خواب میں کہا گیا کہ عمرؓ کے پاس جاؤ۔اور عمرؓ اس وقت حیات تھے پس معلوم ہوا کہ زندے کا وسیلہ چاہئے نہ میت کا۔

رہی یہ بات کہ خواب بلال بن حارث کو نظر آئی تھی۔یا اسی شخص کو جو قبر پر آیا تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سو اس میں صحیح یہی ہے کہ جو شخص قبر پر آیا تھا اسی کو خواب میں کہا گیا سیف بن عمر کو اسماء الرجال کی کتابوں میں بہت ضعیف لکھا ہے

خدا کی شان جس بات کو آپ اپنی تائید میں ذکر کرتے ہیں وہی آپ کی تردید کرتی ہے۔ مگر پھر بھی نہیں سمجھتے۔ خدا آپ کو سمجھ دے غور کریں۔

من طلب وجد وجد　　من دق الباب ولج ولج

یعنی جو اصرار کے ساتھ طلب کرے اسے پالیتا ہے اور جو اصرار کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹائے داخل ہو جاتا ہے۔

پھلواری:۔ المختصر قرون ثلاثہ مشہور لہا بالخیر میں توسل واستمداد کا بکثرت ثبوت ملتا ہے اور نہ صرف یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک تک مخصوص تھا بلکہ صحابہ واہل بیت وصالحین کی قبور سے بھی قرون سابقہ میں توسل واستمداد واستفاضہ واستغاثہ معمول بہ تھا۔

(رسالہ سماع موتی واستمداد صفحہ ۳۰)

جواب: آپ قرون ثلاثہ میں کثرت کا دعویٰ کر کے ثبوت ایک بھی پیش نہیں کرتے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا دعوی گیدڑ بھبکی ہے۔ اللہ آپ کو جھوٹے دعووں سے بچائے (آمین)

پھلواری:۔ حافظ علامہ ابن عبدالبر جو چوتھی صدی ہجری کے مقدام الحفاظ وامام المحدثین ہیں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

وقبر ابی ایوب قرب سورها معلوم الی الیوم معظم یستسقون به فیسقون (استیعاب جلد اول صفحه ۱۵۶)

ابوایوب انصاریؓ کی قبر شہر کی فصیل کے قریب آج تک معلوم ہے اسکی تعظیم ہوتی ہے۔ لوگ اس کے ساتھ بارش کی دعا کرتے ہیں۔ ان پر بارش ہو جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایسا ہی علامہ ابن الاثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں۔

وقبره بها يستسقون به (جلد۲صفحہ۹۰مطبوعہ مصر)(رسالہ سماع موتی واستمداد صفحہ۲۱)

جواب: حافظ ابن عبدالبر وغیرہ نے تو ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ کہ لوگ ان کی قبر سے یہ کر رہے ہیں۔ اس سے جواز تھوڑا ہی ثابت ہوتا ہے۔

دیکھئے! قاضی ابن خلکان اپنی تاریخ وفیات الاعیان جلد صفحہ۱۳۱ میں موسیٰ کاظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

دفن فی مقابر الشونیزیه خارج القبة و قبره هناك مشهور یزار وعلیه مشهد عظیم فیه قنادیل الذهب والفضة وانواع الالات والفرش مالا یحد.

یعنی وہ قبرستان شونیزیہ میں دفن ہیں اور ان کی قبر وہاں مشہور ہے زیارت کی جاتی ہے اور قبر پر بڑا مزار ہے جس میں سونے چاندی کی قندیلیں اور طرح طرح کے سامان اور فرش ہیں۔ جو بیان سے باہر ہیں

خیال فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ تو قبروں پر چراغ جلانے والوں کو لعنت کرتے ہیں۔ جیسے مشکوۃ وغیرہ میں احادیث موجود ہیں۔ پھر پختہ قبریں اور سونے چاندی کی قندیلیں اور طرح طرح کے جھاڑ فانوس یہ کیونکر جائز ہوں گے۔ بلکہ حنفی مذہب میں بھی یہ باتیں حرام ہیں۔ چنانچہ رسالہ رد بدعات میں قبوں کے مسئلہ میں ہم نے خوب تفصیل کی ہے اور گزشتہ صفحات میں بحوالہ ابلاغ المبین شاہ ولی اللہ صاحب کے کلام میں بھی آتا ہے کہ بلند پختہ قبر بنانی اور اس پر لکھنا منع ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ابن عبدالبر وغیرہ نے ابوایوبؓ کی قبر کی نسبت جو کچھ فرمایا ہے وہ موجودہ حالت کا بیان ہے۔ کہ لوگ ان سے اسطرح کر رہے ہیں۔ جواز عدم جواز سے کچھ تعلق نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استدراج اور مشرکین

رہی یہ بات کہ لوگ بارش مانگتے ہیں۔تو بارش پلائے جاتے ہیں۔اس کے اندر کچھ قبر والے کا دخل ہے یا نہیں۔تو جواب اس کا یہ ہے کہ قبر والے کا کوئی دخل نہیں۔یہ اللہ کیطرف سے استدراج ہے کہ بندے کو نافرمانی کے رستے روزی ملتی ہے اور اسی رستہ سے اس کی مراد پوری ہوتی ہے۔جیسے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے مشرکوں کی مرادیں بتوں کی پوجا میں پوری ہوتی تھیں۔وہ سمجھتے تھے کہ ان ہی کا فیض ہے۔چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے۔سنستدرجهم من حيث لا يعلمون ۔اس قسم کے کئی وجوہ ہیں۔حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ جواب الکافی کے صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں:

وكثير امانجد ادعية دعابها قوم فاستجيب لهم ويكون قداقترن بالدعاء ضرورة صاحبة واقباله على الله اوحسنة تقدمت منه جعل الله سبحانه اجابة دعوته لحسنته اوصاف الدعاء وقت اجابة ونحوذ لك فاجيبت دعوته فيظن الظان ان السر في لفظ ذلك الدعاء فياخذه مجردا عن تلك الامورالتي قارنته من ذلك الداعي وهذا كما اذا استعمل رجل دواء نافعا في الوقت الذي ينبغي على الوجه الذي ينبغي فانتفع به فظن غيره ان استعمال هذا الدواء مجردا كاف في حصول المطلوب كان غالطا وهذا موضع يغلط فيه كثير من الناس ومن هذا قديتفق دعاءه باضطرار عند قبر فيجاب فيظن الجاهل ان السر للقبر ولم يعلم ان السر للاضطرار وصدق اللجاء الى الله تعالى فاذا حصل ذلك في بيت من بيوت الله كان افضل واحب الى الله .

بہت دفعہ ہم پاتے ہیں۔کہ ایک قوم نے ایک دعا مانگی جو قبول ہوگئی اور دعاء ۔۔۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ کبھی دعاء کرنے والے کی بیقراری اور اس کی اللہ کی طرف توجہ ملی ہوئی ہوتی ہے (جو دعاء کی قبولیت کا سبب ہے) کبھی کوئی عمل ایسا کیا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی دعاء قبول کر لی۔ کبھی وہ دعاء وقت قبولیت میں ہوتی ہے۔ (اس لئے قبول ہوئی) کبھی کوئی اور وجہ دعاء کے قبول ہونے کی ہوتی ہے۔ دوسرے کو خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان ہی الفاظ کی وجہ سے دعاء قبول ہوئی ہے۔ پس وہ ان الفاظ کو باقی امور سے خالی لیتا ہے۔ اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی نافع دوا ایسے وقت میں اور ایسے طریق سے استعمال کی جو لائق ہے اور اس کو اس دوا سے فائدہ ہو گیا۔ دوسرے نے خیال کیا کہ اس فائدہ میں صرف اسی دوا کا اثر ہے اور طریقہ استعمال کا اور وقت کا خیال نہ کیا تو یہ غلطی ہو گی اور اس طرح بہت لوگ غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔ اور اسی قسم سے ہے کہ کبھی کسی قبر کے پاس دعاء کے وقت زیادہ عاجزی ہو گئی۔ اور اس عاجزی کی وجہ سے اس کی دعاء قبول ہو گئی۔ تو جاہل کو یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ اس دعاء کے قبول ہونے میں اس قبر کو دخل ہے اور اس بات کو نہیں جانتا کہ عاجزی اور سچی التجاء الی اللہ کو دخل ہے۔ اگر یہ عاجزی اور انکساری کسی مسجد میں ہوتی تو اس کے لئے افضل اور اللہ کی طرف زیادہ پیاری تھی۔

شیطان کی دعاء میں حیلہ سازی

صیانۃ الانسان کے صفحہ ۱۹۵ میں بحوالہ تبعید الشیطان بتقریب اغاثۃ اللهفان لکھا ہے۔

والشيطان له تلطف في الدعوة فيدعو اولا الى الدعاء عنده فيدعو العبد عنده بحرقة وانكسار وذلة فيجيب الله دعوته لمابقلبه لا لا جل القبر فيظن الجاهل ان للقبر تاثيرا .

شیطان کے لئے دعاء میں حیلہ سازی ہے پہلے قبر کے پاس دعاء کرنے کے لئے دعوت دیتا ہے بندہ دلسوزی، انکساری اور عاجزی کے ساتھ دعاء کرتا ہے، اللہ اسکی دعاء اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلسوزی اور انکساری اور عاجزی کی وجہ سے قبول کرتا ہے۔ نہ قبر کی وجہ سے، لیکن جاہل خیال کرتا ہے کہ قبر کی تاثیر ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب بلاغ المبین کے صفحہ ۱۱-۱۲ میں لکھتے ہیں۔

سنگے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام برآں استادہ بنائے کعبہ میکرد وآں سنگ بقدر بلند عمارت بلندمی شدوتاتمام عمارت حاجت بسنگے دیگر نیفتاد واثر بگشتانھر دو قدم حضرت ابراھیم دوآں منقوش گشت ، و درحدیث بزوایت عبد اللہ بن عمر آمدہ کہ آنحضرت ﷺ می فرمودند الرکن والمقام یا قوتان من یاقوت الجنۃ طمس اللہ نورھما ولولا ذلک لاضاء امابین المشرق والمغرب آں سنگ راحق تعالی در کلام خود مقام ابراھیم نامے اشت و نماز خواندن رادر آنجا امر فرمود اتخذ وامن مقام ابراھیم مصلی .پس آنحضرت ﷺ در آنجا نماز می کردندودست رسایندن آنحضرت برآں مقام یا بوسہ رادن مروی نشدہ است نہ از صحابہ کرام بلکہ انکار از صحابہ بریں کار آدردہ ابن ابی شیبہ صاحب مصنف ازعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نقل کردکہ ایشاں جماعتی را ریدند کہ مقام ابراھیم رامسح میکنند،فرمودند شمارا خدا تعالی مسح کردن آں سنگ نہ فرمودہ بلکہ حکم اوھمیں است کہ متصل اونماز گزارید ودر مجالس الابراربعربی می نوید ترجمہ اش نوشتہ می آید کہ ھرآئینہ انکار کردہ اندا ھل سلف اردست رسانیدن بسنگے کہ امر کردہ است خدا تعالی بہ نماز خواندن درآنجا چنانچہ ذکر بکنند ازرقی ازقتادہ در قول اوتعالی واتخذوا من

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقام ابراھیم مصلی کہ ھر آئینہ مامور شدہ اند آمیان باینکہ نماز کنندنزدیک آں مقام ومامور نہ شدند بآنکہ مسح کنند آنرابلکہ متفق اند علماء بر آنکہ استلام و تقبیل نکردہ غیر حجر اسود راواما رکن یمانی رااستلام کردن صحیح است .نہ تقبیل لیکن ھمچنانکہ گزشت شیطان درھرزماں وھر مکاں نصب می کند برائے آدمیاں قبر مردے معظم ومکرم کہ تعظیم می کنند آں قبر راباز می گرد اندآں رابتے کہ پرستش می کنند .آں را سوائے خدا باز وحی می کنددوستاں خود اینکہ ھر کہ منع می کننداز عبادت آں داز گردایندن عید گاہ درآ نجا . پس تحقیق ناقص نمود قدرآں بزرگ راوتلف کر دحق دے راپس سعی وجھد می کنند جاھلاں وقت درقتل آں تانھی عن المنکر وعقوبت وتکفیر می نمایندونیست گناہ اومگر ھمیں کہ امر کردبدانچہ امر کردہ است خدا ورسول ونھی کرداز انچہ نھی کردہ است خداو رسول ونیز می نویسدآنچہ انداختہ است پرستندگاں قبور رادرفتنہ چند امور است ازانجملہ جھل است بحقیقت بعث پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کہ خدا تعالی آں علیہ السلام رابرائے تحقیق توحید وقطع اسباب شرک فرستادہ است پس آنکہ درنصیب شاں اندک علم است.چوں دعوت می کنندایشاں راشیطان بسوئے فتنہ قبور ونمی باشد ایشاں راآں قدر علمی کہ باطل کنددعوتش را اجابت می کنند برائے او بحث اوچہ نزدایشان است از جھل ومحفوظ می نمایندازدے بقدر آنچہ بایشاں است از علم واز انجملہ است سخنھائے دروغ کہ بافترا ساختہ اند آنھا رامشابھہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عابدان صنم ازگو رپرستان بررسول خدا علیه السلام و آں سخنهائے دروغ مثل حدیث اذا تحیر تم فی الامور فاستعینوا باهل القبور ومثلا حدیث اذا اعیتکم الامور فعلیکم باصحاب القبور ومثلا حدیث لوحسن احدکم ظنه بحجر لنفعه۔ وامثال ایں حدیث بسیار اند که صریح مناقض دین اسلام است نسبت وضع عابدان اصنام مقابریه نزدیک جهال واهل ضلال رواج یافته اندایں جاهلاں نمی فهمندخبرایں نیست که خداتعالی رسول خدا رافرستاداست تاقتل کندآناں راکه حسن ظن به سنگ ودرخت می دا شتندپس آں علیه السلام بهر طریقه که یافت امت خود راازشیفتگی بقبور یکسو نمود ازاں جمله است حکایاتے که از عباد مقابریه منقول شده اند که فلاں شخص به فلاں قبر استعانت کرده بود ازشدتے که داشت رهائی یافت وبر فلاں شخص آفتے نازل شده بود اوے آمده مستدعی ازصاحب ایں قبر گشت پس کشف کردصاحب قبر ضرر اور اوفلا ں شخص دعاء کرده بوددرحاجتے که داشت پس حاجتش روا شد ونزدیک ایں خادماں ومجاوراں ازیں قسم چیز هاست که ذکر آں طولے دار و غرضکه ایشاں کاذب تریں خلق الله اند که برزنده و مرده دروغ می بندند و نفوس بنی آدم مالطبع شید اند برائے قضائے حوائج خویش و ازاله ضروریات خصوصا هر که مضطر می باشد فلاح خود بهر سبب می جوید اگرچه اندراں کراهتے باشد پس چوں کسے می شنود که فلاں قبر در حق حاجت روائی تریاق مجرب است بسوئے آں قبر میدود و نزدیک آں بسوز سینه و تفرع وزاری و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسکنت وانکساری دعاء والتجا می نماید پس خدا تعالی نظر برمذات و انکساری او ھند و مدعا را و برمی آردد حاجتش روائی می کندپس ایں جاھل می پندرہ کہ برائے ایں قبر تاثیر یست درا جابت دعاء ونمی را ز کہ خدا تعالی دعاء مضطرار اگرچہ کافر باشد قبول می فرماید و حاجتش روائی کند اگر ایں شخص برد کان و یا در بازار ویا در حمام بذلت و انکساری دعاء میکند حاجتش روائی کرد درایں امر تاقبر فھمیدن بے عقلی است ھر کسے کہ دعائے او قبول شود رضائے خدا تعالی برائے اولازم نیست ونہ محبت او زیرا کہ خدا تعالی قبول میکند دعائے مومن و کافر و فاجر را یسرنا اللہ تعالی من الدعاء والعمل مایکون موافقھا لرضاہ بلطفہ وکرمہ انتھی . کلام مسلم نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ در صحیح خود از ابی الھیاج الاسدی می آرد کہ او گفت فرمود علی رضی اللہ تعالی عنہ الا ا بعثك علی ما بعثنی رسول اللہ ﷺ الاتدع تمثا لا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ آیا تفرستم ترا بر آنچہ فرستادہ است مرا رسول خدا برآں آینکہ نگزاری صورت ذی روح رامگر محو سازی آنرا و قبر بلند را مگر کہ برابر کنی آنرا یعنی برزمین دنیزاں رحمۃ اللہ علیہ ازجابر رضی اللہ عنہ می آرد کہ او گفت نھی رسول اللہ ﷺ ان یجصص القبر و یکتب علیھا وان توطا شیخ رحمۃاللہ علیہ درترجمہ مشکوۃ زیر آن یقعد علیہ می نویسد کہ نھی کرد از انہ نشستہ شود بر قبر کہ آں منافی عزت و اکرام مومن است و بعضی گفتہ اند کہ مراد نشستن برائے قضاء حاجت است انتھی.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ پتھر جس کو مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ جس پر ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر کعبہ بناتے تھے اور عمارت کے بلند ہونے کے ساتھ بلند ہوتا جاتا تھا اور عمارت کے پورا ہونے تک اور پتھر کی ضرورت نہیں پڑی۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے دونوں پاؤں کی انگلیوں کے اس پر نشان ہیں۔ اور حدیث میں عبداللہ بن عمرؓ کے واسطہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں رکن (حجر اسود) اور مقام دونوں جنت کے یاقوت ہیں اللہ نے ان کا نور مٹا دیا۔ اگر نہ مٹاتا تو مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ ہے اس کو روشن کر دیتے۔ اس پتھر کا خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں مقام ابراہیم نام رکھا ہے اور اس جگہ نماز پڑھنے کا امر فرمایا ہے جیسے ارشاد ہے کہ "مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ پس رسول اللہ ﷺ اس جگہ نماز پڑھا کرتے تھے اور اس پتھر کو ہاتھ لگانا یا بوسہ دینا مروی نہیں ہوا۔ بلکہ صحابہؓ سے انکار ثابت ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو دیکھا۔ کہ وہ مقام ابراہیم کو مسح کرتے ہیں۔ یعنی تبرکاً چھوتے ہیں۔ تو فرمایا خدا نے اس کے مسح کا حکم نہیں فرمایا۔ بلکہ اسکے متصل نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔ مجالس الابرار میں ہے۔ کہ سلف نے مقام ابراہیم کے چھونے پر انکار کیا ہے۔ جیسے ازرقی قتادہ سے قول الٰہی **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى** کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں کہ لوگوں کو وہاں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ نہ مسح کرنے کا بلکہ علماء اس پر متفق ہیں کہ چھونا اور بوسہ حجر اسود کے سوا کسی جگہ کا نہ کرنا چاہیے۔ ہاں رکن یمانی کا چھونا ثابت ہے نہ بوسہ۔ لیکن جیسا کہ گزرا ہے شیطان ہر زمانہ اور ہر جگہ میں لوگوں کے لئے کسی بڑے بزرگ کی قبر مقرر کر دیتا ہے کہ وہ اس کی تنظیم کرتے ہیں پھر اسکو بت بنا دیتا ہے وہ اس کی پوجا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر لوگوں کے دلوں میں پھونکتا ہے۔ کہ جو اس قبر کی پوجا سے روکتا ہے اور قبر کے عید گاہ بنانے سے ہٹاتا ہے اس نے اس بزرگ کی بے قدری کی اور اس کی تعظیم کا حق ضائع کر دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پس جاہل اس کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا گناہ صرف یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ اس بات کا امر کرتا ہے جس کا خدا اور رسولؐ نے امر کیا ہے اور اس بات سے منع کرتا ہے جس سے خدا اور رسول نے منع کیا ہے نیز مجالس الابراء میں ہے کہ جس بات نے قبروں کی پوجا کرنے والوں کو اس فتنہ میں پھنسایا ہے۔ وہ کئی امور ہیں ایک یہ کہ جس غرض کے لئے رسول اللہ ﷺ پیغمبر بنا کر دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ اس سے جاہل ہیں۔ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو توحید کے ثابت کرنے کے لئے اور شرک کی جڑیں کاٹنے کے لئے بھیجا ہے۔ پس جن کی قسمت میں علم تھوڑا ہوتا ہے۔ جب شیطان انکو قبروں کی پوجا کی دعوت دیتا ہے اور انکے پاس اتنا علم نہیں ہوتا کہ اس کے دعوے کو باطل کریں تو اس کی دعوت کو اس کے رغبت دینے سے قبول کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جاہل ہیں۔ اور جو کچھ انکے گندے عقائد ہوتے ہیں۔ انکو محفوظ کر لیتے ہیں۔ اور ان ہی میں سے ان کی جھوٹی باتیں ہیں۔ جو قبروں کے پوجاریوں، بت پرستوں سے مشابہت کرنے والوں نے رسول خدا پر جوڑی ہوئی ہیں جیسے یہ روایت کہ جب تم کاروبار میں حیران ہو جاؤ تو قبروں والوں سے مدد چاہو"۔ اور جیسے یہ روایت کہ جب کام تمہیں تھکا دیں یعنی جب تمہارا کام رک جائے تو اصحاب قبور کو لازم پکڑو یعنی ان سے مدد مانگو۔ اور جیسے یہ روایت کہ اگر کوئی پتھر پر حسن ظن کر لیتا (کہ یہ میری مراد پوری کر سکتا ہے) تو پتھر بھی اس کو نفع دیتا۔ اس قسم کی بہتیری روایتیں ہیں جو اسلام کے صریح خلاف ہیں۔ جو قبروں کے بت پوجنے والوں نے بنائی ہوئی ہیں۔ اور جاہلوں اور اہل ضلال کے نزدیک مشہور ہیں۔ یہ جاہل اس بات کو نہیں سمجھتے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول پاک ﷺ کو اسی لئے بھیجا ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی گردن اڑائیں۔ جو پتھروں اور درختوں کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ہر طریقہ سے جو ہو سکا امت کو قبروں پر فریفتہ ہونے سے ایک طرف کیا۔ اور اسی قسم میں وہ حکایتیں ہیں۔ جو قبروں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پجاریوں سے منقول ہیں۔کہ فلاں شخص نے فلاں بزرگ کی قبر سے ایک مصیبت کی وجہ سے استعانت کی تو رہائی پائی۔اور فلاں شخص پر فلاں آفت نازل ہوئی۔اس نے اس قبر والے کو پکارا۔پس اس قبر والے نے اس کی آفت دور کردی اور فلاں شخص نے ایک حاجت کی بابت دعاء کی اسکی حاجت پوری ہوگئی۔اور ان خادموں اور مجاوروں کے پاس اس قسم کے بہت جھوٹ ہیں کہ ان کا ذکر طول کو چاہتا ہے۔غرضکہ یہ لوگ ساری مخلوق سے زندوں مردوں پر زیادہ افترا کرنے والے ہیں۔اور بنی آدم کی طبائع اپنی حاجتوں کے پورا کرنے اور تکلیفوں کے رفع کرنے کے لئے فریفتہ ہیں۔خاص کر جو لاچار ہو جاتا ہے وہ ہر طریقہ سے اپنی خلاصی چاہتا ہے۔اگرچہ اس میں کراہت ہو پس جب سنتا ہے کہ فلاں قبر حاجت روائی میں تریاق مجرب ہے اس کی طرف دوڑتا ہے اور اس قبر کے پاس دلسوزی اور عاجزی اور زاری اور مسکینی اور انکساری کے ساتھ دعاء اور التجاء کرتا ہے۔پس خدا تعالی اس کی عاجزی اور انکساری پر نظر کرتا ہے اور اس کا مطلب برلاتا ہے۔اور اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے پس یہ جاہل گمان کرتا ہے کہ دعاء کی قبولیت میں اس قبر کو دخل ہے۔اور یہ نہیں جانتا کہ خدا تعالی لاچار کی دعا کو خواہ کافر ہی ہو قبول فرماتا ہے۔اور اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔اگر یہ شخص دکان پر یا بازار میں یا حمام میں عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعاء کرتا تو خدا اس کی حاجت پوری کرتا۔اور قبولیت میں قبر کی تاثیر سمجھنا بے عقلی ہے۔جس شخص کی خدا دعا قبول کرے اس پر خدا تعالی کا راضی ہونا ضروری نہیں۔اور نہ خدا کے ساتھ اس کی محبت ضروری ہے کیونکہ خدا مومن، کافر، فاجر سب کی سنتا ہے۔اللہ تعالی ہمیں اپنی مہربانی اور کرم سے اس دعاء اور عمل کی توفیق دے جو اس کی رضاء کے موافق ہو۔مسلم شریف میں ابی الہیاج اسدی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں مجھے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا کہ کوئی تصویر نہ چھوڑے مگر اس کو مٹا دے اور کوئی قبر نہ چھوڑے مگر اس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برابر کردے یعنی زمین کیساتھ نیز مسلم شریف میں ہے کہ جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کے پختہ کرنے اور ان پر لکھنے اور ان کے روندنے سے نہی کی ہے شیخ (عبدالحق) شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ روندنے سے مراد ان پر بیٹھنا ہے۔ بیٹھنے سے نہی اس لئے کی ہے کہ قبر پر بیٹھنا مومن کی عزت اور اکرام کے خلاف ہے۔ اور کہتے ہیں کہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھنا مراد ہے۔

ابن تیمیہ اور استمداد وسماع موتی

ابن تیمیہ علیہ الرحمہ صراط مستقیم میں لکھتے ہیں کہ قبر سے کسی کی مراد کا پورا ہو جانا یہ جواز کی دلیل نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

ان احدکم لیسالنی المسالة واعطیه ایاها فیخرج بها یتاب لها نارا فقالوا فلم تعطیهم قال یا بون الا ان یسالونی ویابی الله لی البخل (صراط مستقیم صفحه ١٦٥)

یعنی بعض تمہارا مجھے سوال کرتا ہے اور میں اس کو دیتا ہوں۔ پس وہ بغل میں آگ لے کر نکلتا ہے۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جب ان کے لئے جائز نہیں تو آپؐ کیوں دیتے ہیں۔ فرمایا وہ سوال سے باز نہیں آتے۔ اور میرے لئے اللہ بخل پسند نہیں کرتا۔

خیال فرمایئے! جو شئے رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ سے دیں جب وہ آپؐ کی مرضی کے خلاف ہونے کی صورت میں بمنزلہ آگ کے ہے۔ تو جو آپؐ کے ہاتھ سے نہ ملے اور ہو بھی شرع کے خلاف تو بتلایئے اس کا کیا حال ہوگا۔ اور جب رسول اللہ ﷺ باوجود خلاف مرضی ہونے کے بخل نہیں کرتے تو اللہ کس طرح کرے گا۔ پس انسان کی کتنی بڑی غلطی ہے۔ کہ صرف ایک کام کے ہو جانے سے سمجھ بیٹھے کہ جس صورت سے میری مراد پوری ہو رہی ہے۔ وہ خدا اور رسولؐ کی مرضی کے موافق ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالی بت پوجنے والوں کو بھی محروم نہیں کرتا۔ بلکہ جس کا خدائی کا دعوی ہے۔ اسکے ہاتھ پر کتنے خرق عادت ظاہر کرتا ہے۔ تو بزرگوں کی قبروں پر مانگنے والوں کو کس طرح محروم کرے گا لیکن اس سے جواز ثابت نہیں ہوتا جب تک شرعی دلیل نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ کسی قبر پر دعاء قبول ہونے سے کبھی دھوکا نہ کھانا چاہئے کہ یہ قبر کی تاثیر ہے یا قبر والے کو کوئی دخل ہے یا شرعا یہ جائز ہے۔ بلکہ جو مقام اجابت قرآن وحدیث میں مذکور ہیں ان ہی کی پابندی چاہئے۔ ہاں قبروں والوں کے لئے دعاء کرتے ہوئے بالتبع اور ضمنا اپنے لئے دعاء کرے تو یہ ثابت ہے۔ اور قبروں کو دیکھ کر موت اور آخرت کے یاد آجانے کی وجہ سے عاجزی اور انکساری تو خدا کے بندوں کو خواہ مخواہ پیدا ہو جاتی ہے تو بعید نہیں کہ یہ قبولیت کا باعث ہو خاص کر نیکوں کی قبروں کی زیارت سے زیادہ رقت اور نرمی دل میں پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کے زندگی کے واقعات سامنے آجاتے ہیں۔ اور ان کی دل میں بڑھائی اور عظمت ہوتی ہے اور جتنی شئے بڑی ہوتی ہے اتنا ہی اس کی جدائی میں صدمہ ہوتا ہے۔ اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری جدائی کے برابر مومنوں کے لئے کوئی مصیبت نہیں اور آپؐ نے فرمایا ہے کہ میری قبر کو بت نہ بناؤ۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ صاحبؒ نے اس شخص کو ڈانٹا جو بزرگوں کی قبروں پر آکر کہتا تھا کہ میرے لئے دعا کرو۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ پر سلام ڈالنے کے وقت قبر کی طرف منہ کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ چنانچہ ان سے بعض باتوں کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ اور بعض کی آگے آتی ہے۔ انشاء اللہ

سبحان اللہ! یہ توحید ہے کہ ہر شئے کو اپنے مرتبہ پر رکھا جائے۔ اور ہر شئے کے ساتھ وہی طریق برتا جائے جو خدا اور رسول کے ارشاد کے موافق ہے خدا اور رسولؐ نے جس شئے کے چومنے کا حکم دیا اسکو چوما جائے جس کے چھونے کا حکم دیا اس کو چھوا جائے جس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس نماز پڑھنے کا حکم دیا وہاں نماز پڑھے۔ جہاں طواف کا حکم دیا۔ وہاں طواف کرے جس کو غلاف پہنایا گیا اس کو غلاف پہنائے یہ نہیں کہ اب قبروں کے ساتھ بھی وہی کرنے لگ جائے جیسے کفار بتوں کے ساتھ کرتے ہیں کہ ان کو سجدہ کرتے اور ان کا طواف کرتے اور ان کی منتیں مانتے اور طرح طرح کے خرافات کرتے جیسے آجکل ہم قبر پرستوں کو دیکھ رہے ہیں خدا اس سے بچائے اور اپنی مرضیات کی توفیق بخشے۔ آمین

پھلواری:۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ جناب فرماتے ہیں۔ **قبر موسی تریاق مجرب للدعاء (اشعة اللمعات وغیرہ)** یعنی ''حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر شریف اجابت دعاء کیلئے تریاق مجرب ہے۔ بعض ملانوں کو اس پر بہت ہی تعجب ہوتا ہے کہ امام شافعی جیسے جلیل القدر امام کی زبان سے ایسا جملہ کیونکر نکل سکتا ہے مگر ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ امام ممدوح توسل وتشفع اہل قبور کے ضرور قائل تھے۔ وبزرگان وصالحین کے مزارات سے وہ خود استفاضہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت **قدوۃ المجتہدین مقدام الفقہاء والمحدثین امام الائمہ فقیہ الامہ ابو حنیفہ النعمان الکوفی رحمۃ اللہ علیہ** کے مزار پر انوار سے حضرت امام شافعی کا تبرک وتوسل کرنا بہ سند مستند ومعتبر مروی ہے جیسا کہ صدر الائمہ امام موفق بن احمد مکی المتوفی ۵۶۸ھ کتاب مناقب الامام الاعظم (مطبوعہ حیدر آباد دائرۃ المعارف جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ میں مختلف اسناد سے بطریق امام ابو بکر خطیب بغدادی وبطریق تاج الاسلام امام سمعانی وغیرہم روایت کرتے ہیں کہ علی بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں ابو حنیفہؒ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ اور برابر ان کی زیارت کرتا ہوں۔ اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز ادا کرتا ہوں پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی قبر پر جاتا ہوں۔اور وہاں خدا سے (ا بتوسل ابی حنیفہ) دعاء کرتا ہوں فی الفور میری وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔اس روایت کوانہی الفاظ کے ساتھ علامہ عزالدین بن جماعہ محدث نے بھی اپنی کتاب انس المحاضرہ میں ذکر کیا ہے

ذکر ...السفیری شارح بعض مجالس من احا دیث البخاری قال و نقل عز الدین بن جماعه فی کتابه انس المحاضرة عن علی بن میمون قال سمعت الشافعی یقول انی لا تبرك بابی حنیفة و اجئی الی قبره زائرا فاذا عرضت حاجة صلیت رکعتین و جئت الی قبره وسالت الله تعالی حاجة عنده فما تبعدعنی حتی تقضی (دیکھو صلح الاخوان للعلامه السید داؤ د الخالدی مطبوعه بمبئی صفحه ۸۳)

علی بن میمون کہتے ہیں میں نے امام شافعی کوسنا فرماتے تھے۔میں امام ابوحنیفہ کی قبر سے تبرک حاصل کرتا ہوں۔اور ان کی قبر پر زیارت کیلئے آتا ہوں۔اور جب کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔اوران کی قبر پر آکر سوال کرتا ہوں پس بعید نہیں ہوئی۔حتی کہ قبول ہو جاتی ہے۔

اور علامہ محدث ابن حجر مکی خیرات الحسان مطبوعہ صفحہ ٦٩ میں فرماتے ہیں۔

اعلم انه لم یزل العلماء و ذوو الحاجات یزورن قبره (الی قبره ابی حنیفة) ویتوسلون عنده فی قضاء حوائجهم ویرون نجح ذلك منهم الامام الشافعی لما کان ببغداد فانه جاء عنه انه قال انی لا تبر ك بابی حنیفة واجئی الی قبره .

ا. یہ بریکٹ عبارت مولوی پھلواری کا اپنا حاشیہ ہے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں ١٢

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ علماء اور اہل حاجات امام ابوحنیفہ کی قبر کی زیارت کرتے اور انکی قبر کے پاس اپنی حاجت میں وسیلہ پکڑتے ۔ اور وہاں اپنی حاجات روائی دیکھتے ان سے ایک امام شافعی ہیں جب کہ وہ بغداد میں تھے اس وقت کی ان سے روایت ہے انہوں نے فرمایا امام ابوحنیفہ کی قبر سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور انکی قبر کی طرف آتا ہوں ۔

علامہ ابن حجر کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام شافعی کی طرح دیگر علماء کا بھی یہی قدیماً وحدیثاً امام ابوحنیفہ کی قبر کی زیارت بہ نیت تبرک وتوسل وانتفاع واستشفاع معمول رہا۔

(رسالہ سماع موتی واستمداد صفحہ ۲۱-۲۲)

امام شافعیؒ اور موسیٰ کاظم کے واقعہ کی حقیقت

جواب: اشعۃ اللمعات میں امام شافعیؒ سے موسیٰ کاظمؒ کی قبر کی بابت جو کچھ ذکر کیا ہے اسکا تو اشعۃ اللمعات میں کوئی حوالہ ہی مذکور نہیں ۔ نہ اس کی سند ذکر کی ہے اسلئے اس کو تو پیش کرنا فضول ہے ۔ رہا امام ابوحنیفہؒ کی قبر پر دعاء کرنے کیلئے آنا سو اس کا حال سنیے۔

قال فی تبعید الشیطان والحکایة المنقولة عن الشافعی انه یقصد الدعاء عند قبر ابی حنیفة من الکذب الظاهر (صیانة الانسان صفحه ۲۷۸ لعبد الله بن عبد الرحمن (السندی)

یعنی امام شافعیؒ سے جو یہ حکایت کی جاتی ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کی قبر پر دعاء کا قصد کرتے تھے یہ صریح جھوٹ ہے ۔ اسی طرح امام محمد برکوی صاحب طریقہ محمدیہ اپنے رسالہ زیارۃ القبور ملحقہ روالوافر صفحہ ۵۳۸ میں لکھتے ہیں کہ یہ حکایت صریح جھوٹ ہے ۔

اسکے علاوہ علی بن میمون کا پتہ نہیں کہ کون ہے ۔ اگر علی بن میمون مدنی ہے تو وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موضوعات کا راوی ہے۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال۔

روضہ رسول اور ائمہ دین

اسکے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر یا کسی صحابی کی قبر پر حاجات کے لئے ائمہ دین کا آنا ثابت نہیں۔ تو امام ابوحنیفہ کی قبر پر آنا کسطرح تسلیم کرلیا جائے۔ خاص کر جب اس کی صحت سند بھی ثابت نہ ہو آپ کا یہ کہنا کس قدر دھوکا ہے کہ مختلف اسناد سے بطریق امام ابوبکر خطیب [1] بغدادی و بطریق تاج الاسلام امام سمعانی وغیرہم روایت کرتے ہیں الخ۔ بتلایئے یہ اسناد درست ہے آپ کی عبارت دلالت کرتی ہے کہ امام ابوبکر خطیب بغدادی اور تاج الاسلام امام سمعانی علی بن میمون کو ملے ہیں۔ کیا آپ اس کا ثبوت دے سکتے ہیں۔

مولوی پھلواری صاحب! ایسے دھوکوں سے فائدہ کیا؟ مریدوں کے حلقہ میں شاید یہ تلبیس کام دے جائے۔ تحقیق کے میدان میں تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیا جاتا ہے۔

یہ روایت امام شافعیؒ کے مذہب کے خلاف ہے

اس کے علاوہ یہ روایت امام شافعی کے مذہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر سلام ڈالنے کے بعد اگر اپنے لئے دعاء مانگنی ہو۔ تو انکا مذہب ہے کہ مسجد نبویؐ میں مانگے۔ اور قبلہ رخ مانگے چنانچہ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ بھلا بتلایئے! کہ قبر نبویؐ کے حق میں تو ان کا یہ مذہب ہو اور دوسرے بزرگوں کی قبر کو تریاق مجرب کہیں یا کچھ اور کہیں۔ کیا یہ نبی

حاشیہ نمبر ۱: ابوبکر خطیب بغدادی ۳۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۶۳ھ وفات پائی اور تاج الاسلام امام سمعانی ۵۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۶۲ھ میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کی توہین نہیں؟ کیا امام شافعی صاحبؒ معاذ اللہ اس کا ارتکاب کر سکتے ہیں؟ حاشا وکلا۔

پھر یہ کیسے لطف کی بات ہے کہ مسئلہ توسل واستمداد کا شروع ہے اور عبارتیں اس مضمون کی نقل ہو رہی ہیں کہ قبروں کے پاس دعاء قبول ہوتی ہے۔ حالانکہ ان عبارتوں کو توسل واستمداد سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ بتلایئے اب ہم آپ کی دیانت اور فہم پر فاتحہ پڑھیں یا نہ؟ اللہ آپ کو ہدایت کرے اور سمجھ دے۔ آمین

پھلواری:۔ اور سنیئے! علامہ ابن الجوزی صفوۃ الصفوۃ میں نقل کرتے ہیں کہ امام ابراہیم حربی نے جو امام احمد کے ارشد تلامذہ سے اور فقہ وحدیث کے امام مطلق تھے فرمایا ہے قبر معروف کرخی التریاق المجرب (وسیلہ جلیلہ ص ۱۳۹)

اور نہ صرف ابن الحربی کا یہ قول ہے بلکہ تمام اکابر بغداد حضرت معروف کرخی کے ساتھ توسل واستمداد کو قضائے حوائج کیلئے تریاق مجرب سمجھتے اور کہتے تھے جیسا کہ ابوالقاسم قسیری جو چوتھی صدی کے اکابر فقہائے محدثین وکبرائے صوفیہ ومشائخ دین سے گزرے ہیں وہ رسالہ قشیریہ (مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱) میں حضرت معروف کرخی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں **کان من المشائخ الکبائر مجاب الدعوۃ یستشفی بقبرہ یقول البغداد یون قبر معروف تریاق مجرب .**

اور ایسا ہی علامہ ابن خلکان نے بھی لکھا ہے (دیکھو وفیات الاعیان جلد ۲ صفحہ ۱۳۶ اور رسالہ سماع موتی واستمداد صفحہ ۲۲)

تریاق مجرب کی حقیقت

جواب: بغدادیوں کا تریاق مجرب کہنا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے بریلوی ایسا کہتے ہیں یا دیداری ایسا کہتے ہیں بتلایئے! فریق ثانی کے دل میں اس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ ہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابراہیم حربی کا یہ کہنا کچھ وقعت رکھتا ہے مگر اسکی صحت ثابت نہیں ہوئی پھر صفوۃ الصفوہ کتاب نایاب ہے وہ طبع ہی نہیں ہوئی نہ ہندوستان میں ہے البتہ ملک تونس میں اس ایک نسخہ پانچ جلدوں میں موجود ہے۔

وسیلہ جلیلہ والے نے سنے سنائے ابراہیم حربی کا یہ قول ذکر کر دیا ہے۔ جس کا کچھ اعتبار نہیں ہاں مختصر صفوۃ الصفوہ چھپی ہوئی موجود ہے لیکن اس میں یہ قول نہیں پھر خود ابن الجوزی جن کی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے اسکے خلاف ہیں۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر حاجات کے لئے آنے کی اجازت نہیں دیتے۔ جیسے ابھی آتا ہے تو کیا معروف کرخی رسول سے بھی بڑھ گئے؟ حاشا وکلا۔

اس کے علاوہ اس میں دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ سفر نہ ہو۔ ایک یہ کہ اپنے لئے دعا مانگنے کے ارادے پر نہ جائے بلکہ اس ارادے پر جاوے جس ارادے پر عام طور پر قبروں کی زیارت ہوتی ہے کہ اصل مقصود اپنی موت اور آخرت کی یاد تازہ کرنا ہوتا ہے اور ساتھ ہی اہل قبور کے لئے دعاء بھی ہوتی ہے ایسی حالت میں بالتبع اور ضمنا اپنے لئے دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور قبرستان میں چونکہ موت یاد آکر دل میں رقت اور نرمی زیادہ آجاتی ہے، خاص کر بزرگوں کی قبروں پر، چنانچہ اس کی تفصیل بھی گزر چکی ہے اور آئندہ بھی آئے گی انشاء اللہ

اور معروف کرخی زیادہ بزرگ مشہور تھے تو اس بناء پر امام ابراہیم حربی نے ان کی قبر کو تریاق مجرب کہہ دیا ہو تو کوئی بعید نہیں۔ یعنی دل نرم ہونے کی وجہ سے قبولیت دعاء زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن امام ابراہیم حربی کے قول کا یہ مطلب بیان کرنا اس کی ضرورت اس وقت ہوگی جب پہلے ثابت ہو جائے کہ واقعی امام ابراہیم حربی نے یہ کہا ہے۔ مگر ابھی تک ثابت نہیں ہوا بہر صورت جیسے آجکل لوگ اپنی حاجات اور ضروریات کا قصد کر کے اور سفر کر کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہیں۔اس کا کوئی ثبوت نہیں قصد اور سفر کر کے جانا تو کہیں رہ گیا۔سلف تو اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتے کہ کوئی شخص قبر نبوی کی طرف منہ کر کے اپنے لئے دعاء کرے اور امام ابوحنیفہؒ تو اس بارے میں سب سے زیادہ احتیاط کرتے ہیں۔وہ سلام کے وقت بھی قبر کی طرف منہ کرنا اچھا نہیں سمجھتے۔

امام زین العابدین اور قبر نبوی ﷺ

اور امام زین العابدینؒ وغیرہ جو شخص درود وسلام کے ارادے پر قبر نبوی پر آتا اس کو بھی روکتے جس سے ان کا مطلب یہ تھا۔کہ جو مسجد نبوی کے ارادے پر آوے وہ سلام و درود کہے گھر سے قصد کر کے کوئی شخص سلام ودرود کیلئے نہ آوے۔اور اس پر دلیل یہ حدیث پڑھ کر سناتے **لا تتخذوا قبری عیدا** یعنی"میری قبر کو عید گاہ نہ بناؤ"چنانچہ ان سب باتو ں کی تفصیل گزر چکی ہے بھلا ایسی حالت میں کسی دوسرے کی قبر پر اپنے لئے دعاء کے ارادے پر جانا کیسے جائز ہوگا۔کیا معروف کرخی یا اور بزرگ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ گئے۔حاشا وکلا

ابن تیمیہؒ نے صراط مستقیم میں قبروں پر اپنی حاجات کے لئے دعاء کے ارادے پر جانا کئی وجوہ سے باطل کیا ہے۔تیسری وجہ کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

الوجه الثالث فی کراهة قصدها للدعاء ان السلفؓ کرهوا ذلك متاولين فی ذلك قوله ﷺ لا تتخذوا قبری عیدا کما ذکرنا ذلك عن علی بن الحسين والحسن بن الحسن ابن عمه و هما افضل اهل البيت من التابعين واعلم بهذا الشان من غيرهما لمجاورتهما الحجرة النبوية نسبا ومكانا وقد ذكرنا عن احمد وغيره انه امر من سلم علی النبی ﷺ وصاحبيه ثم اراد ان يدعو ان ينصرف فليستقبل القبلة وكذلك انكر ذلك

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیر واحد من العلماء المتقدمین کما لك وغیره ومن المتاخرین مثل ابی الوفاء بن عقیل وابی الفرج بن الجوزی وما احفظ عن صاحب ولا عن تابع ولا عن امام معروف انه استحب قصد شئی من القبور للدعاء عنده ولا روی احد فی ذلك شیئا لا عن النبی ﷺ ولا عن الصحابة ولا عن احد من الائمة المعروفین وقد صنف الناس فی الدعاء و اوقاته وامکنته وذکروا فیه الاثار فماذکر احد منهم فی فضل الدعاء عند شیء من القبور حرفا واحدا فیما اعلم فیکف یجوز والحالة هذه ان یکون الدعاء عنده اجوب و افضل و السلف تنکره ولا تعرفه وتنهی عنه ولاتامر به نعم صار من نحو المائة الثالثة یوجدمتفرقا فی کلام بعض الناس فلا ن ترجی الاجبة عند قبره وفلا ن یدعی عند قبره ونحو ذلك والانکار علی من یقول ذلك ویامربه کائنا من کان فان احسن احواله ان یکون مجتهدا فی هذه المسألة اومقلدا فیعفوالله عنه اما ان هذا الذی قاله یقضی استحباب ذلك فلا بل قد یقال هذا من جنس قول الناس المکان الفلانی یقبل النذر الموضع الفلانی ینذر له ویعینون علینا اوبرا او شجرة اومغارة او حجرا او غیر ذلك من الاوثان فکما لا یکون مثل هذا القول عمدة فی الدین کذلك الاول.

(صراط مستقیم صفحہ ۲۴۱ لغایت صفحہ ۲۴۳)

یعنی تیسری وجہ یہ ہے کہ سلف اس قصد کو حدیث لا تتخذوا قبری عیدا کی وجہ سے مکروہ سمجھتے تھے جیسا کہ ہم نے علی بن حسینؓ اور حسن بن حسنؓ ان کے چچازاد بھائی سے ذکر کیا ہے۔ اور یہ دونوں افضل اہل بیت کے ہیں تابعین سے اور اپنے غیر سے اس حالت کے زیادہ عالم ہیں۔ کیونکہ ان کی نسب بھی رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہے اور ان کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکان بھی آپؐ کے حجرہ سے ملتا ہے۔اور امام احمد وغیرہ سے ہم نے ذکر کیا ہے۔کہ وہ اس شخص کو جو نبی ﷺ اور آپؐ کے دونوں ساتھیوں پر سلام ڈال کر دعاء کا ارادہ کرتا،حکم دیتے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے۔اسی طرح بہت علماء نے متقدمین سے قبر کی طرف منہ کرنے پر انکار کیا ہے۔جیسے (مالکؒ) وغیرہ۔اور متاخرین سے بھی بہت انکار کیا ہے جیسے ابووفاء بن عقیل اور ابوالفرج بن الجوزی اور مجھے نہ کسی صحابی سے یاد ہے نہ کسی تابعی سے،نہ کسی مشہور امام سے کہ انہوں نے قبر کی طرف دعاء کے لئے قصد کرنا مستحب سمجھا ہو۔نہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ روایت کیا ہے۔نہ صحابی سے نہ مشہور اماموں سے۔اور لوگوں نے دعاء کے اوقات اور مواضع میں کتابیں لکھی ہیں جن میں سلف کے آثار ذکر کیے ہیں۔پس کسی نے قبروں پر دعاء کی فضیلت میں ایک حرف بھی روایت نہیں کیا۔تو ایسی حالت میں کس طرح جائز ہوسکتا ہے کہ قبروں کے پاس دعا زیادہ قبول ہو۔اور افضل ہو حالانکہ سلف اس پر انکار کریں۔اور اس کو معروف نہ جانیں اور منع کریں اور حکم نہ دیں ہاں (سلف کے بعد قریبا) تیسری صدی سے کہیں کہیں سے یہ آواز آتی ہے کہ فلاں قبر کے پاس اجابت دعاء کی امید کی جاتی ہے۔اور فلاں قبر کے پاس لوگ دعاء مانگتے ہیں اور دوسری طرف سے اس آواز پر انکار رہتا ہے خواہ یہ آواز کسی کی ہو۔کیونکہ اگر اس آواز والا نیک نیت ہوتو مجتہد ہوگا یا مقلد ہوگا۔پس اللہ اسکو معاف کرے۔لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے۔وہ مستحب ہو جائے۔بلکہ اس آواز کی بابت یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔کہ یہ ایسی ہے جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ اس لائق ہے۔کہ اس کی نذر مانی جائے۔اور فلاں جگہ کی نذر لوگ مانتے ہیں۔اور کبھی کوئی چشمہ معین کرتے ہیں،کبھی کنواں،کبھی درخت کبھی غار،کبھی پتھر کبھی مثل اس کے اور بت۔پس جیسے ان باتوں پر دین میں اعتماد نہیں ہوتا اسی طرح اس آواز پر کچھ اعتماد نہیں ہوسکتا۔کہ فلاں قبر پر اجابت دعاء کی امید ہے۔اور فلاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبر پر یوں ہوتا ہے (کیونکہ یہ سب سلف کے خلاف ہے)

خیر یہ تو قبروں کے محل اجابت دعاء ہونے نہ ہونے کا مسئلہ تھا۔ کہ اپنی حاجات اور ضروریات کیلئے قبروں پر دعاء مانگنے کا قصد کر کے جانا ثابت ہے یا نہیں۔ اب توسل و استمداد کا مسئلہ سنیئے!

توسل اور استمداد

مولوی پھلواری صاحب نے پہلے سماع موتی کے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ پھر میت کے لئے تصرفات ثابت کرنے کی کوشش کی اس سے مقصود انکا یہ تھا۔ کہ اگر ہم میت سے کسی قسم کی حاجت چاہیں۔ تو وہ پوری کر سکتی ہے۔ یا میت کو کہیں کہ ہمارے لئے خدا کے پاس سفارش کر کہ ہماری فلاں مراد حاصل ہو جائے۔ تو وہ سفارش کرتی ہے۔ اور یہی وہ توسل واستمداد ہے۔ جس کی بحث مولوی پھلواری صاحب نے اس رسالہ میں شروع کی تھی اور جس کا ثابت کرنا اس رسالہ میں انکا مقصود تھا۔ لیکن اس کی دلیل چونکہ مولوی پھلواری صاحب کو اپنے زعم میں بھی تسلی بخش نہیں ملی۔ اور ایک دوسرا مسئلہ یعنی قبروں کا محل اجابت دعاء ہونا اس کو وہ اپنے زعم میں مدلل سمجھے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کے سہارے سے توسل واستمداد کے مسئلہ میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ یعنی دلیل ذکر کرتے ہیں۔ کہ فلاں کی قبر محل اجابت دعاء ہے۔ اور فلاں کی قبر دعاء قبول ہونے کی امید ہے۔ اور نتیجہ یہ لگاتے ہیں۔ کہ میت سے توسل واستمداد کا مسئلہ ثابت ہو گیا حالانکہ توسل واستمداد سے مقصود تو میت سے درخواست کرنا ہے اور قبر کے محل اجابت دعاء ہونے کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہاں اپنی حاجات کے لئے خدا سے دعاء کریں۔ یہ دعاء عام جگہوں کی دعاء سے شرعاً بہت افضل اور زیادہ قابل قبول ہو۔ جیسے مسجدیں اسی غرض کیلئے ہیں۔ خاص کر مسجد حرام یا مسجد نبویؐ یا مسجد اقصیٰ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناظرین خیال فرمائیں کہ مولوی پھلواری صاحب کس حکمت عملی سے کام لے رہے ہیں۔کہ انجان پر اپنی کمزوری ظاہر نہیں ہونے دیتے۔جس کسی مسئلہ میں رہ جاتے ہیں تو دوسرا مسئلہ چھیڑ دیتے ہیں تاکہ انجان (ناواقف) کو معلوم ہو کہ تحریر مسلسل چل رہی ہے اور عموماً اس رسالہ میں ان کی یہی حالت ہے ۔دیکھئے! پہلے سماع موتی کا ذکر کیا۔تو لے بیٹھے اخروی باتوں کا علم وشعور یا ان باتوں کا علم وشعور جن کو میت مرنے سے پہلے جانتی تھی جیسے صفحہ ۲۲ میں ہم بتلا چکے ہیں۔جب تصرفات کا مسئلہ آیا۔تو اس میں سماع موتی کا مسئلہ لے بیٹھے۔چنانچہ اس کا ذکر بھی صفحہ ۲۵ میں گزر چکا ہے۔اس کے بعد جب توسل واستمداد کا وقت آیا تو مسئلہ قبر کا محل اجابت دعاء ہونا لے بیٹھے۔ابھی آگے کچھ اور سنیئے:۔

پھلواری:۔امام ابوبکر بن خزیمہ جو وسط تیسری صدی کے امام الائمہ اور شیخ شیوخ المحدثین تھے جن کو امام سبکی امام الائمہ المجتہد المطلق ''البحر الحجاج'' لکھتے ہیں (دیکھو طبقات کبریٰ للسبکی جلد ۲ صفحہ ۱۳۰ اور ذہبی الحافظ لکبیر امام الائمہ شیخ الاسلام وغیرہ لکھتے ہیں۔دیکھو تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ ان کا حال پڑھو اور دیکھو کہ وہ امام خراسان امام ثامن جامن سید نا امام علی بن موسی الرضاء علی اباۂ وعلیہ التحیۃ السلام کی زیارت مع جماعت اکابر محدثین واعیان علماء وقت کس ادب واحترام سے حاضر ہوتے اور مشہد مقدس میں کس درجہ خضوع ،تواضع وتضرع برتتے تھے۔اور فیوض برکات رضویہ سے مالا مال ہو کر واپس آتے۔حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں۔

قال (الحاكم) وسمعت ابابكر محمد بن المؤمل بن الحسن بن عيسى يقول خرجنا مع امام اهل الحديث ابى بكر بن خزيمه وعديله ابى على الثقفى مع جماعة من مشائخنا وهم اذ ذاك متوافرون الى زيارة قبر على بن موسى الرضا بطوس قال فرأيت من تعظيمه يعنى ابن خزيمة لتلك

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البقعة وتواضعه لها وتضرعه عندها ما تحيرنا (تهذيب التهذيب مطبوعه دائرة المعارف جلد۷ صفحه ۳۸۸

ابو بکر محمد بن مؤمل کہتے ہیں ہم اپنے مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ علی بن موسیٰ رضا کی قبر کی زیارت کے لئے نکلے۔اور مشائخ اس وقت بہت تھے میں ابن خزیمہ کی اس جگہ کیلئے تعظیم اور تواضع اور عاجزی دیکھ کر حیران رہ گیا۔

اور محدث مشہور ابو حاتم ابن صہبان (صاحب الصحیح) کا واقعہ ہے کہ ان کی آنکھوں میں حرج تھا۔وہ حضرت سیدنا امام رضاء سلام اللہ تعالیٰ کے مشہد مقدس میں حاضر ہوئے اور امام کے روضہ مقدسہ پر بتوسل امام دعاء کی اور فیض و برکت رضویہ سے ان کی آنکھوں کا حرج جاتا رہا۔

اور سنو! امام حافظ ابو القاسم ابن عساکر محدث شام فرماتے ہیں۔کہ مجھ سے شیخ صالح علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عمر الصفار الاسفرائنی نے روایت کی ہے کہا سفرائن میں ابو عوانہ محدث کا مزار زیارت گاہ عالم ہے اور مخلوق ان کی قبر سے تبرک و فیوض حاصل کرتی ہے۔پھر وہ اپنے جد امجد امام عمر صفار کا حال بیان کرتے ہیں۔(جو بیک واسطہ استاذ ابو القاسم قشیری وغیرہ کے شاگرد اور شیخ العصر تھے۔جن کو تاج الاسلام عبدالکریم معانی امام **فاضل بارع برز من بيت العلم والحديث** لکھتے ہیں۔(دیکھو طبقات الشافعیہ للامام السبکی جلد۴ صفحہ ۲۸۰) کہ وہ جب استاذ ابو اسحاق کی قبر مبارک پر جاتے تھے۔تو کمال ادب و تعظیم سے کھڑے رہتے تھے۔اور جب مشہد ابو عوانہؒ میں حاضر ہوتے تھے تو اس سے بھی کہیں زیادہ تعظیم واجلال وتوقیر مدنظر رکھتے۔اور بڑی دیر تک کھڑے رہ کر فیض و برکت حاصل کرتے رہتے تھے۔(تاریخ ابن خلکان مطبوعہ مصر جلد۲ صفحہ ۳۰۸)(رسالہ سماع موتی واستمداد صفحہ ۲۳۔۲۴۔۲۵۔۲۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکایات اور ان کی تحقیق

جواب: ابو حاتم محدث کا جو واقعہ بیان کیا ہے وہ تو جھوٹ ہے اس لئے اس کا حوالہ ہی نہیں دیا۔ اور ابو بکر بن خزیمہ کے واقعہ میں صرف ادب واحترام ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہیں۔ اسی طرح ابوعوانہ کے واقعہ میں بھی صرف ادب واحترام ہے ہاں اس میں تقبیل عتبہ کا یعنی بوسہ دھلیز کا ذکر زیادہ ہے۔ جس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ جب نبی اکرم ﷺ کی قبر کا بوسہ جائز نہیں، تو کسی کے عتبہ کا کیا جائز ہوگا؟ جیسے صفحہ ۴۶-۴۷ میں امام غزالیؒ سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ اور امام مالکؒ ہاتھ لگانے کی بھی اجازت نہیں دیتے چہ جائیکہ بوسہ کی اجازت دیں۔ اسی طرح امام احمدؒ ہاتھ لگانے کی بابت فرماتے ہیں **ما اعرف هذا** یعنی میں اس کو نہیں پہچانتا۔ ملاحظہ ہو صراط مستقیم صفحہ ۶۳۹-۶۸۸ اور کتب فقہ میں بھی اسے بدعت لکھا ہے ملاحظہ ہو کبیری شرح منیہ صفحہ ۵۶۲۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ جو بات سلف سے ثابت نہ ہو اس سے بچنا چاہئے۔ اور سلف سے اس کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ جیسے کبیری شرح منیہ کے اسی صفحہ پر اس کی تصریح کی ہے اور اسی وجہ سے اس کو بدعت کہا۔

تاریخ ابن خلکان میں اس محل پر لکھا ہے کہ یہ عتبہ کئی سیڑھیاں اونچی تھی تو شائد عمر صفار نے یہ خیال کیا ہو۔ کہ اس کے بوسہ لینے میں سجدہ کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ اس لئے کوئی حرج نہیں۔ مگر عمر بن صفار کی پھر بھی غلطی ہے۔ کیونکہ اصل وجہ منع ہونے کی یہ ہے کہ یہ بدعت ہے۔

خیر، اس مسئلہ کا ذکر تو بالتبع ہے اصل مسئلہ توسل واستمداد کا شروع ہے اس پر مولوی پھلواری صاحب نے ایک دلیل بھی نہیں دی۔ اس سے پہلے عبارت میں قبر کا محل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجابت دعاء ہونا ثابت کر کے مسئلہ توسل واستمداد ثابت کرنا چاہتے تھے۔اب سے محل اجابت دعاء ثابت کرنے سے بھی رہ گئے۔آ گے خدا جانے کیا ہو خیر سنئیے!

پھلواری: ۔ذیل میں ایک اور قابل قدر اور عجیب روایت پیش کرتا ہوں۔جو ایک جماعت فقہاء و محدثین سمرقند کا امام بخاریؒ کی قبر سے توسل و تشفع کا واقعہ ہے۔اور جس کو اکابر محدثین نے اپنی اسناد عالیہ سے روایت کیا ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام حجۃ الحفاظ امام تاج الدین سبکی اپنی طبقات (جلد ۲ صفحہ ۵) میں فرماتے ہیں اور نیز علامہ قسطلانی محدث شارح صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ

قال ابو علی الغسانی الحافظ اخبرنا ابو الفتح نصر بن الحسن السکنی السمرقندی قدم علینا بلنسیه عام اربعین وستین واربع مائة قال قحط المطر عندنا بسمر قندفی بعض الاعوام فاستسقی الناس مرارا فلم یسقوا فاتی رجل صالح معروف بالصلاح الی قاضی سمرقند فقال له انی قد رأیت رایا اعرضه علیك قال و ما هو قال اری ان تخرج ویخرج الناس معك الی قبر الامام محمد بن اسماعیل البخاری ونستسقی عنده فعسی الله ان یسقینا فخرج القاضی والنا س معه واستسقی القاضی بالناس وبکی الناس عبد القبر وتشفعوا لصاحبه فارسل الله السماء بماء عظیم غزیر فقام الناس من اجله طز تنك سبعة ایام او نحوها لا یستطیع احدا لوصول الی سمر قند من کثرة المطر وغزاوته وبین سمر قند وخر تنك نحو ثلثه امیال .

(خلاصہ) استاد حافظ ابوعلی غسانی محدث ۴۹۸ھ کہتے ہیں۔کہ مجھ سے شیخ ابو الفتح نصر سمرقندی نے مقام بلنسیہ میں ۴۶۴ھ میں بیان کیا کہ ایک سال سمرقند میں سخت قحط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔ بار ہا نماز استسقاء پڑھی گئی۔ مگر بارش نہ ہوئی۔ آخر ایک صالح و معروف بزرگ سمرقندی نے قاضی سمرقند کو یہ مشورہ دیا کہ سب لوگ امام بخاریؒ کی قبر پر چلیں وہاں خدا سے دعاء مانگیں۔ امید ہے کہ اللہ پاک امام کی برکت سے دعاء قبول فرمائے گا قاضی شہر نے اس رائے کی بہت تحسین فرمائی اور تمام لوگوں کو لے کر سمرقند سے نکلے۔ اور مزار امام بخاریؒ پر جا کر خدا سے بارش کی دعاء مانگی۔ لوگ امام کی قبر پر خوب روئے پیٹے اور امام کو توسل و تشفع کر کے دعائیں کی گئیں۔ اسی وقت پانی برسنا شروع ہوا اور اس قدر بارش ہوئی کہ خرتنگ (جہاں امام کا مزار ہے) سے تین میل سمرقند تک جانا غیر ممکن تھا۔ قریباً سات دن تک کثرت بارش کے باعث تمام لوگ وہیں رکے رہے۔

اب غور کرو کہ اگلے علماء و فقہاء و محدثین کا مسلک و روش و طریقہ و مشرب کیا تھا۔ اور موجودہ فرقہ مدعی عمل بالحدیث کا مسلک و روش کیا ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

اگلے محدثین اہل قبور سے توسل و استمداد کے برابر قائل و فاعل تھے اور اس کو شرعاً جائز و مندوب سمجھتے اور کہتے تھے۔ جیسا کہ واقعات وحوالجات مرقومہ بالا سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ حتی کہ متقدمین کی جماعت میں سے وہ محدثین بھی جن کا تشدد و تقشّف اور صوفیہ کرام سے تعصب دنیا میں مشہور ہے اس مسئلہ میں وہ بھی مشائخ دین کے ہم مسلک نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ابن الجوزی محدث جیسا شخص قبور اولیاء و صالحین سے توسل و استفاضہ و تبرک و استمداد کا پوری طرح قائل و فاعل ہے۔ علامہ ممدوح اپنی کتاب صید الخاطر میں اپنی حالت بیان کرتے ہیں۔ کہ بدایۃ الامر میں کثرت زہد نے میرے قلب میں ایک خاص لذت و حلاوت پیدا کر دی تھی۔ پھر وہ حالت بعض وجوہ سے متغیر ہو گئی۔ میں جب اس کی اصلاح سے عاجز آ گیا۔ اور پریشانی بڑھنے لگی تو میں نے قبور صالحین کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توجہ کی۔اوران سے توسل کیا اورالحمدللہ پھر وہ پہلی بات جوگم ہوگئی تھی۔اہل قبور کی برکت سے مجھے حاصل ہوگئی۔علامہ کے خاص الفاظ اس موقعہ کے یہ ہیں۔

میں نے قبور صالحین کی طرف پناہ لی۔پس خدائی مہربانی نے مجھے خلوت کی طرف کھینچا۔

کسی چیز کا وجود اس کے مستحن ہونے کی دلیل نہیں

جواب: ناظرین خیال فرمائیں کہ جن لوگوں پر رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریق پرعمل کرنے سے بارش نہ ہواور جوان کی رائے میں آیا ہے۔اس طریق پرعمل کرنے سے بارش ہو۔وہ کیسے نیک ہوں گے۔ایک بارنہیں بلکہ کئی بارعمل کر چکے ہیں۔کچھ اثر نہیں ہوتا۔جب ایک شخص کی رائے پرعمل ہوتا ہے۔اورصرف ایک بارعمل ہوتا ہے تو اتنی بارش ہوتی ہے کہ ایک ہفتہ تک گھروں میں واپس آنا غیرممکن ہوگیا ہے۔اسی سے سارے قصہ کی قدرومنزلت معلوم ہوسکتی ہے۔اور یہ بات پہلے صفحہ گزرچکی ہے کہ کسی کام ہوجانا اس کے اچھا ہونے کی دلیل نہیں۔بلکہ خلاف شرع کر کے انسان کا مطلب نکل آئے تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔

اگر یہ شخص رائے دینے والا واقعی نیک تھا اور یہ غلطی اس سے کمی علم کی وجہ سے ہوئی۔اور باقی شہروالوں کواس کی صلاحیت سے دھوکا ہواتو ہماری دعاء ہے کہ اللہ معاف کرے لیکن ان کے اس عمل کوہم کسی صورت اچھانہیں کہہ سکتے۔کیونکہ اس میں سراسر رسول اللہ ﷺ کا بتلایاہواطریق نکما ثابت ہوتا ہے **اعاذنا اللہ منہ** ۔

رہا ابن جوزی کا واقعہ سواول تو یہ با اسناد ثابت ہی نہیں پھر اس کا آپ نے مطلب ہی نہیں سمجھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصلاح قلب اور زیارت قبور

حدیث میں ہے، **زوروا القبور فانھا تذکر الموت** (مشکوۃ صفحہ ۱۵۴) یعنی قبروں کی زیارت کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ **زوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر الاخرہ (مشکوۃ صفحہ ۱۵۴)**

یعنی قبروں کی زیارت کرو۔ کیونکہ وہ دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں اور آخرت یاد دلاتی ہیں۔

اور صفحہ ۷۴ میں گزر چکا ہے کہ جس شئے کی دل میں بڑھائی ہو۔ یا محبت ہو اس کی جدائی کا صدمہ بھی بڑا ہوتا ہے۔ اور اسکا کہیں ذکر ہو یا اس کے آثا کہیں نظر آجائیں۔ تو اس کی عظمت اور محبت کے جوش کی وجہ سے دل پر ایسی رقت اور نرمی طاری ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات اس کا ضبط مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے نیکوں کی قبروں کی زیارت زیادہ مفید ہے۔ اور یہی وہ فیض اور برکت ہے۔ جو نیکوں کی قبروں سے خاص ہے۔ نہ یہ کہ میت کچھ تصرفات کرتی ہے۔ حاشا وکلا۔

ابن جوزی کے دل کی حالت چونکہ اچھی نہ رہی تو انہوں نے قبور صالحین کی زیارت شروع کی۔ اور اس زیارت کو دل کی اصلاح کا وسیلہ اور ذریعہ بنایا۔ سو اللہ نے اپنے فضل سے دل ٹھیک کر دیا۔ اور اس کا میں نے اپنے اوپر خود تجربہ کیا ہے ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۳ء میں تقریباً ڈیڑھ ماہ علی گڑھ سرسید احمد کی کوٹھی پر ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے شمال مشرق میں بعض طلباء کی قبریں ہیں۔ جو کہیں کہیں سے پڑھنے آئے اور ان کی آرزوئیں اسی خاک میں مل گئیں۔ چونکہ میرا بھی طالب علمی کا زمانہ تھا۔ اکثر زیارت کو جاتا تو ان کی حالت کا نقشہ سامنے آجاتا۔ اور دل کو مخاطب ہو کر کہتا کہ اے دل! تیرا بھی طالب علمی کا زمانہ ہے اور اپنے اندر بہت سی امنگیں رکھتا ہے۔ خدا جانے پوری ہوں یا نہ۔ خطرہ ہے کہ تو بھی ان کی طرح موت کا شکار ہو جائے۔ اور تیرا کوئی ارمان نہ نکلے پس بہتر ہے کہ تو اپنا تعلق اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذات سے پیدا کر جس کا ارشاد ہے۔

کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام.

جو زمین پر ہے فانی ہے صرف تیرے رب کی ذات بزرگی اور عزت والی باقی رہے گی۔تا کہ اس کی بقاء کے ساتھ تیرا تعلق باقی رہے۔

اس تھوڑی سی مدت میں میرے دل کی یہ حالت ہوگئی کہ دنیا کی اچھی سے اچھی شئے اچھی نہ لگی نہ کسی سے بات کرنے کو دل چاہتا۔اس حالت میں قرآن مجید پڑھنے کا اتفاق ہوتا۔تو ایسا پیارا معلوم ہوتا کہ ماں کو بھی بچے کے ساتھ پیار نہ ہوتا۔ایک دن جو مجھے زیادہ محبت آئی تو میں نے اٹھا کر چھاتی سے لگالیا۔دل کو ایسا آرام پہنچا گویا مچھلی پانی میں آ گئی یا پیاس سے بیقرار کو ٹھنڈا پانی مل گیا۔اگر چہ میری وہ حالت نہیں رہی۔مگر الحمد للہ اس حالت کی حلاوت باقی ہے۔اللہ تعالی اسی پر خاتمہ کرے آمین۔

اس قصہ سے میری غرض یہ ہے کہ لوگ اپنے دل کی اصلاح میں بہت دھوکا کھاتے ہیں کئی مجاور بن کر بیٹھے ہیں۔کئی میت کی روحانی توجہ چاہتے ہیں۔اور اس طرف اپنی طبیعت کو لگاتے ہیں کئی تصور شیخ میں اپنے دل کی صفائی ڈھونڈتے ہیں۔مگر یہ سب بدعی طریقے ہیں بہتر طریقہ وہی ہے۔جو سنت کے مطابق ہو سو وہ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے۔جن میں سے ایک قبروں کی زیارت ہے کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق واقعی دنیا سے بے رغبتی ہو جاتی ہے۔اور آخرت سامنے آجاتی ہے۔اور یہی ابن جوزی کی مراد ہے مولوی پھلواری صاحب کو خدا سنت کی محبت دے تو اس پر عمل کر کے آزمالیں (واللہ الموفق)

تنبیہ: مولوی پھلواری صاحب کی تحریر یہاں ختم ہوگئی صرف تھوڑی سی باقی ہے۔جس میں وہ ہمیں ہدایت کرتے ہیں کہ توسل واستمداد کو برا نہ کہو اور اسکے قائلین پر فتوے نہ لگاؤ۔کیونکہ یہ مسئلہ سلف صالحین واکابر علمائے دین میں مختلف فیہ ہو چکا ہے۔اور مسائل خلافیہ میں کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانب کو انکار کا حق نہیں۔ جیسے اصول میں ثابت ہو چکا ہے۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں بھی اس کو لکھدیا ہے۔ اور امام عبدالوہاب شعرانی وعلامہ ذہبی وغیرہما نے بھی تصریح کردی ہے۔ اور شرح مقاصد میں بھی موجود ہے کہ مسائل مختلف فیہا میں انکار ونکیر اور تشدد نہیں ہوسکتا نہ کسی کو بدعتی، فاسق، گمراہ کہا جاسکتا ہے۔ اور ایسا ہی امام المحدثین امام احمد بن حنبلؒ سے بھی غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۴۳ میں مروی ہے کہ وہ جناب فرماتے ہیں۔

فالانکار انما یتعین فی خرق الاجماع دون المختلف فیه (رسالہ سماع موتی واستمداد صفحہ ۲۷)

یعنی خلاف اجماع بات پر انکار چاہئے نہ اختلافی بات پر۔

یہ مولوی پھلواری صاحب کی تحریر کے اخیری حصہ کا خلاصہ ہے، سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر آپ توسل واستمداد کی بابت اپنے دعویٰ کے مطابق سلف میں اختلاف ثابت کردیں۔ تو ہم بھی آپ پر انکار ونکیر نہیں کریں گے۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ حق کہنے سے چارہ نہیں۔ بلکہ بعض دفعہ بے خبری سے یا غلطی سے کسی سلف سے آیت وحدیث کا خلاف ہو جائے تو اس پر بھی انکار ونکیر ضروری ہے۔ اگرچہ بوجہ بے خبری یا غلطی کے اس سلف کو برا نہیں کہا جاتا۔ مگر بعد کے لوگ اس پر اڑیں تو وہ برے ہیں۔ کیونکہ حق واضح ہونے کے بعد اڑنا مومن کی شان نہیں۔ بلکہ تتبع ہونا برا کام ہے۔ خدا اس سے محفوظ رکھے آمین۔

تنبیہ آخر: مولوی پھلواری صاحب کی تحریر کے بعد اس رسالہ کے اخیر میں بطور ضمیمہ مولوی غلام احمد ایڈیٹر "الفقیہ" کی تحریر ہے اس میں رسول اللہ ﷺ کے حاضر وناظر ہونے پر **السلام علیك ایها النبی** سے استدلال کیا ہے۔ جو التحیات میں پڑھا جاتا ہے۔ اور سماع موتی میں وہی دلائل پیش کیے ہیں جو مولوی پھلواری صاحب نے کئے ہیں۔ چونکہ سماع موتی کے دلائل کا جواب مولوی پھلواری صاحب کے جواب میں آگیا ہے اور **السلام**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علیك ایھا النبی کا جواب بھی صفحہ ۱۵ تا ۲۰ میں گزر چکا ہے اس لئے اب اس پر لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں رہی۔

تنبیہ آخر: بعض اور روایتیں ہیں۔ لوگ ان کو توسل واستمداد کے لئے پیش کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ مختصر طور پر ان کا بھی ذکر کر دیں۔ لیکن جواب میں زیادہ تر صیانۃ الانسان کا حوالہ ہو گا۔ جو شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم سندی کی تصنیف ہے۔ اور بعض جگہ صراط مستقیم ابن تیمیہ وغیرہ کا حوالہ بھی ہو گا اور کہیں کہیں بریکٹ میں ہماری عبارت بھی ہو گی۔ انشاء اللہ

اول: عتبی سے روایت ہے اور بعض اس کو سفیان بن عینیہ سے سے روایت کرتے ہیں۔ اور عتبی اور سفیان بن عینیہ دونوں امام شافعیؒ کے استاد ہیں۔ عتبی کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھا تھا ایک اعرابی آیا۔ اس نے پہلے رسول اللہ ﷺ پر سلام ڈالا۔ پھر کہا اللہ نے آپؐ پر سچی کتاب اتاری ہے اس میں یہ آیت بھی ہے۔ **ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك الایه** پ ۵۔ یعنی جب انہوں نے ظلم کیا اس وقت آپ کے پاس آتے۔ پس اللہ سے بخشش مانگتے۔ اور رسول بھی ان کے لئے بخشش مانگتا تو اللہ کو تواب رحیم پاتے۔

یہ آیت پڑھ کر کہا کہ میں آپ کے پاس اپنے گناہ کیلئے بخشش مانگتا ہوا آیا ہوں۔ تاکہ آپ میرے لئے بخشش کریں۔ اور اس کی موئد یہ روایت بھی ہے۔ جو قاضی بن اسماعیل بن اسحاق نے کتاب فصل الصلوۃ علی النبی میں بکر مزنی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری حیات ووفات دونوں تمہارے لئے بہتر ہیں تم مجھے باتیں سناتے ہو میں تمہیں۔ میں مر جاؤں تو تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔ تو میں خدا کی حمد کروں گا۔ اگر برے ہوئے تو بخشش مانگوں گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت ثابت نہیں

جواب: اس روایت کی اسناد ثابت نہیں ۔ الصارم المنکی میں کہا ہے کہ اس روایت کو بعض عتبی سے بلا سند ذکر کرتے ہیں اور بعض اس کو محمد بن حرب حلالی سے روایت کرتے ہیں اور بعض محمد بن حرب سے وہ ابی الحسن الزعفرانی سے وہ اعرابی سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اسکو اسناد مظلم (ردی) کے ساتھ ذکر کیا ہے محمد بن روح بصری سے وہ ابو حرب حلالی سے یعنی کہا ایک اعرابی نے حج کیا پھر مدینہ پہنچ کر مسجد نبویؐ میں داخل ہوا یہاں تک کہ قبر نبویؐ پر آیا۔ الخ۔ اور بعض نے اس کے لئے جھوٹی اسناد حضرت علیؓ تک جوڑی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تین دن بعد ایک اعرابی آیا الخ اور اس کے اخیر میں یہ بھی ہے کہ قبر سے آواز آئی کہ تجھے بخشا گیا۔

یہ روایت موضوع ہے اور اس کی اسناد بہت ردی ہے۔ اس میں ایک راوی ہیثم طائی ہے جس کی بابت میرا خیال ہے کہ وہ ہیثم بن عدی طائی ہے۔ جو متروک ہے۔ (اس کے علاوہ اعرابی جنگلی) کے فعل کا اعتبار ہی کیا ہے کیا اس کے ساتھ بھی کوئی مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے؟ حاشا وکلا۔ رہی ابو بکر مزنی کی روایت تو اس کے دو جواب ہیں ایک جواب اس کا یہ ہے کہ صارم منکی میں لکھا ہے کہ یہ مرسل ہے اور مرسل ضعیف کی قسم سے ہے پھر اعرابی کی روایت میں کچھ جان ہوتی تو اس مرسل سے اسکی تائید بھی ہو سکتی مگر اعرابی کی روایت بالکل بیکار ہے ایک تو اعرابی (جنگلی) کا فعل شرعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتا دوسرا اس کی اسناد بالکل ردی ہے۔ ایسی ردی اس تائید سے لائق استدلال نہیں ہو سکتی۔ ملاحظہ ہو شرح نخبہ وغیرہ خاص کر عقائد کے بارے میں اور مسائل توحید میں جو زیادہ محل احتیاط ہیں۔ ان میں ایسی روایتوں کا بالکل اعتبار نہیں۔ دوسرا جواب ابو بکر مزنی کی روایت کا یہ ہے کہ یہاں مسئلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استمداد کا شروع ہے یعنی یہ بحث ہو رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یا کسی اور بزرگ کی قبر پر جا کر سوال کرنا کہ میرے لئے دعاء کرو یا میری فلاں حاجت پوری کر دو یہ کسی آیت و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔ ابو بکر مزنی کی روایت میں اس کا نشان نہیں۔ تو وہ کس طرح تائید یا دلیل بن سکتی ہے بلکہ خطرہ ہے کہ شریعت کی اجازت کے بغیر قبر پر جا کر سوال کرنا شرک میں داخل ہو کر آپ کی شفاعت سے محرومی کا باعث ہو جائے اور آپ بخشش کی دعاء ہی نہ کریں اللہ تعالیٰ ایسی لغزش سے بچائے جو رسولؐ سے قرب کی بجائے دور کرے آمین۔

دوم: قسطلانیؒ مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔ آپؐ کی قبر پر ایک اعرابی آیا اور کہا یا اللہ تو نے غلاموں کے آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اور میں بھی تیرا غلام ہوں تو مجھے اپنے حبیبؐ پر آزاد کر دے غائب سے آواز آئی کہ تو نے سارے مومنوں کی آزادی کا کیوں سوال نہ کیا جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

جواب: اس روایت کی قسطلانیؒ نے کوئی اسناد ذکر نہیں کی۔ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ آواز دینے والا کون ہے۔ شاید شیطانی دھوکا ہو کیونکہ شیطان انسان کے گمراہ کرنے کے لئے بڑی چالیں چلتا ہے اور ایسے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے۔

شیطانی دھوکہ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی بلاغ المبین میں لکھتے ہیں کہ شاہ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا پیاس بھڑکی۔ پانی نہ ملا خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھ پر ایک ابر کر دیا جس سے چند قطرے پانی برسا۔ اس سے ذرا مجھے تسکین ہو گئی۔ اس کے بعد ایک اور ابر ظاہر ہوا جو آسمان کے تمام کناروں پر پھیل گیا۔ اور اس سے ایک عجیب صورت ظاہر ہوئی۔ اور اس نے آواز دی کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں جو اشیاء میں نے دوسروں پر حرام کی ہیں تجھ پر حلال کر دیں پس جو تیری خواہش ہو لے اور جو مرضی کر۔ شاہ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں میں نے کہا **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** دور ہو اے ملعون! یہ کیا بیہودہ بات ہے میرے یہ کہتے ہی نور اندھیرے سے بدل گیا اور وہ صورت غائب ہو گئی۔ اور کہا اے عبدالقادر! تو اپنے علم کے زور مجھ سے بچ گیا۔ ورنہ اس مکر سے میں نے ستر ولی گمراہ کر دیئے۔ شاہ عبدالقادر کہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا میں نے خدا کے فضل سے نجات پائی یعنی اے ملعون! یہ بھی تیرا دھوکا ہے تو چاہتا ہے کہ یہ اس پھندے میں نہیں آیا۔ تو شاید علم ہی کے تکبر میں ہلاک ہو جائے۔

یہ قصہ نقل کر کے شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ یہ دھوکا معمولی ہے۔ شیطان اس بھی بڑے دھوکوں پر قادر ہے تفاسیر میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سورہ نجم پڑھ رہے تھے کہ شیطان نے درمیان آواز دی تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ بھی رسول کی آواز ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ بت بھی شفاعت کر سکتے ہیں۔

جب شیطان اتنے بڑے بڑے دھوکے دے سکتا ہے تو اس اعرابی کے جواب میں جو رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر آیا یہ کہہ دیا۔ کہ تو آزاد ہے تو یہ کوئی بڑی بات ہے۔

اسکے علاوہ اعرابی کی بات کوئی دلیل شرعی نہیں۔ تا کہ اس سے کوئی مسئلہ ثابت ہو سکے (پھر اس میں رسول اللہ ﷺ سے توسل واستمداد کا کوئی ذکر نہیں) (صیانۃ الانسان صفحہ ۲۵۶ و صفحہ ۲۵۷)

سوم: قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حاتم اصم قبر نبویؐ پر آئے اور کہا یا اللہ! ہم نے تیرے نبیؐ کی قبر کی زیارت کی ہے۔ پس تو ہمیں (ثواب سے) محروم نہ کر آواز آئی کہ ہم نے اپنے حبیب کی قبر کی زیارت کا اذن تجھے اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے دیا ہے۔ کہ تجھے اپنا مقبول بنائیں جا تجھے اور تیرے ساتھ جو زیارت کو آئے ہیں ہم نے بخش دیا ہے۔

روایت بے سند ہے

جواب: یہ روایت بھی بے سند ہے پھر اس آواز کا بھی پتہ نہیں ۔ رحمانی ہے یا شیطانی ۔ اس کے علاوہ اس میں بھی نبیؐ کے ساتھ توسل واستمداد کا ذکر نہیں ۔ ہاں زیارت کا ذکر ہے ۔ اور زیارت ایک نیک عمل ہے اگر اللہ اس کی وجہ سے گناہ بخش دے تو کوئی بعید نہیں (ہاں سفر کرنا زیارت کے لئے جائز نہیں ۔ بلکہ مسجد نبویؐ کی نیت سے سفر کرنا چاہئے ۔ جب مسجد نبویؐ میں نماز سے فارغ ہو جائے تو قبر کی زیارت بھی کر لے ۔ جیسے ہم نے اس مسئلہ کو ایک مستقل رسالہ (زیارت قبر نبویؐ میں لکھا ہے) (صیانۃ الانسان صفحہ ۲۵۷)

چہارم: ابن ابی فدیک کہتے ہیں میں نے بعض علماء کو پایا ۔ وہ کہتے تھے کہ ہمیں پہنچا ہے کی جو شخص رسول اللہ ﷺ کی قبر پر ٹھہر کر یہ آیت پڑھے **ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الایہ** پھر ستر مرتبہ کہے **صلی اللہ** علیك **یا محمد** اس کو فرشتہ پکارتا ہے کہ اللہ تجھ پر درود بھیجے ۔ نیز اس کی کوئی حاجت نہیں گرتی یعنی پوری ہو جاتی ہے ۔

توسل اور استمداد سے کوئی تعلق نہیں

جواب: یہ روایت بھی بے سند ہے ۔ پھر جس سے ابن ابی فدیک نے روایت کیا ہے وہ مجہول ہے پھر یہ اس مجہول کی بلاغت سے ہے (یعنی وہ کہتا ہے کہ ہمیں پہنچا ہے) اور بڑے بڑے ائمہ ثقات کی بلاغات حجت نہیں ۔ تو اس مجہول کی کس طرح ہوگی نیز یہ معلوم نہیں کہ جس سے یہ روایت پہنچی ہے وہ تبع تابعی ہے ۔ یا تابعی ہے یا صحابی ہے ۔ یا رسول اللہ ﷺ ہیں ابن ابی فدیک کا نام محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک ہے یہ اگرچہ سچا مشہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے لیکن ابن سعد کہتے ہیں ۔کہ یہ اکیلا اگر کوئی روایت کرے تو حجت نہیں ۔جیسے میزان الاعتدال میں ہے۔(پھر اس میں توسل واستمداد کا بھی کوئی ذکر نہیں)

(صیانۃ الانسان صفحہ ۲۵۸)

اسکے علاوہ رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔یہ بیچارہ ستر دفعہ پڑھتا ہے تو فرشتہ صرف ایک دفعہ پڑھتا ہے نیز سلام درود تو جہاں سے کوئی بھیجے آپؐ کو پہنچ جاتا ہے۔(چنانچہ صفحہ ۱۶ میں گزر چکا ہے)

(صراط مستقیم صفحہ ۶۴۴)

پنجم: زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں۔دعاء کرنے والا جب کہے کہ اے اللہ میں تیرے نبی کو سفارشی بناتا ہوں اے نبی رحمت تو اپنے رب کے پاس میری سفارش کر تو اسکی دعاء قبول ہو جاتی ہے۔

جواب: یہ قول بھی بے سند ہے شاید یہ نابینے کی حدیث سے ماخوذ ہو (جس کا ذکر صفحہ ۵۴-۵۵ میں گزر چکا ہے) لیکن اس کا حال معلوم ہو چکا ہے۔(کہ وہ باوجود متکلم فیہ ہونے کے آپؐ کی حیات سے مخصوص ہے)(صیانۃ الانسان صفحہ ۲۵۸)

ششم: مواہب لدنیہ میں ہے کہ ابن جابرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں یہ شعر پڑھے

به قد اجاب الله آدم اذ دعا

وجئی من بطن السفینةنوح

وما ضرت النار الخليل لنوره

ومن اجله نال النداء ذبيح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی آدم علیہ السلام کی دعاء رسول اللہ ﷺ کے طفیل قبول ہوئی۔ اور نوح علیہ السلام کا پیٹ کشتی سے نجات پانا بھی آپؐ ہی کے طفیل تھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ کا نقصان نہ پہنچانا بھی آپؐ ہی کے نور کی وجہ سے ہے۔ اور اسماعیل علیہ السلام کا فداء کو پہنچنا یعنی ان کے بدلے دنبہ ذبح کیا جانا یہ بھی آپؐ ہی کی طفیل ہے۔

جواب: اس ابن جابر کا پتہ نہیں کون شخص ہے۔ نہ ان دو بیتوں کی کوئی سند معلوم ہے۔

(صیانۃ الانسان صفحہ ۲۵۸)

ہفتم: بیہقیؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ بارش کی دعاء کے لئے ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور ایک نظم پڑھی جس کے شروع کا شعر یہ ہے۔

اتینا ك و العذراء یدمی لبانها　　　وقد شغلت ام الصبی عن الفطل

یعنی ہم آپ کے پاس آئے اور کنواری کی چھاتی مشقت کی وجہ سے زخمی ہوگئی ہے۔ اس نظم میں آگے چل کر یہ شعر بھی ہے۔

ولیس لنا الا الیك فرارنا　　　والی فرار الخلق الاالی الرسل

یعنی ہماری آپ ہی کی طرف دوڑ ہے۔ اور لوگوں کی دوڑ رسولوں کی طرف ہی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جلدی چادر کھینچتے ہوئے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ منبر پر چڑھے اور دعاء کی یہاں تک کہ بارش ہوگئی۔

اعرابی کے اشعار کی حقیت

جواب: اس میں ایک راوی ہے جس کا نام مسلم بن کیسان ابوعبداللہ ضبی کوفی ملائی ہے وہ سخت ضعیف ہے۔ بلکہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ اس نے (مناقب علیؓ میں) انسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ ام ایمن نے رسول اللہ ﷺ کو پرندہ بھنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا تحفہ دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے اللہ! جو تیری مخلوق میں تجھ کو زیادہ پیارا ہے اس کو لا۔ اور یہ روایت موضوع ہے۔ چنانچہ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اور شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ نے تحفہ میں اور علامہ کابلی نے صواقع موبقہ میں اور ابن الجوزی نے علل متناھیۃ میں موضوع کہا ہے۔ اور امام عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں۔ کہ ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ اور ذہبیؒ نے اس میں ایک جز لکھی ہے اور کہا ہے اسکے تمام طرق باطل ہیں۔ اور امام شوکانیؒ فوائد مجموعہ میں فرماتے ہیں۔ کہ (صاحب قاموس نے) مختصر مغنی میں کہا ہے۔ اس کے تمام طرق ضعیف ہیں۔ اور ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

(اسی طرح صاحب مجمع البحار تذکرۃ الموضوعات میں لکھتے ہیں)

اس کے علاوہ بیہقیؒ کی روایت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ زندے کا وسیلہ ہے جس کی صورت یہ ہے کہ آپ سے دعاء منگوائی جائے۔ چنانچہ آپؐ نے دعاء مانگی (اور اعرابی کا حصر کے ساتھ یہ کہنا کہ ''لوگوں کی دوڑ رسولوں کی طرف ہی ہوتی ہے'' یہ بھی اس کا موئد ہے۔ کیونکہ رسولوں کی وفات کے بعد بھی اگر رسولوں کا وسیلہ ہوتا تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کا اور حضرت معاویہؓ حضرت یزید بن اسودؓ کا نہ پکڑتے (صیانۃ الانسان صفحہ ۲۵۹و۲۶۰ چنانچہ صفحہ ۴۱۔۴۲ میں گزر چکا ہے)

ہشتم: ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی کی کہ محمدؐ پر ایمان لا اور اپنی امت کو بھی ایمان کا حکم دے۔ اگر محمد نہ ہوتا تو میں جنت بھی پیدا نہ کرتا۔ اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا۔ تو وہ ہلا۔ پس میں نے اس پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا۔ تو ٹھہر گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسرائیلیات حجت نہیں

جواب: ابن حجر مکی نے جوہر منظم میں اسکو بلا سند ذکر کیا ہے اور زرقانی نے شرح مواہب میں کہا ہے کہ بیہقی وغیرہ نے اس کو ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے اسکو روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

حاکمؒ کے صحیح کہنے کا اعتبار نہیں۔ حاکم نے تو حدیث طیر کو بھی صحیح کہا ہے۔ جو ابھی گزری ہے حالانکہ وہ موضوع ہے۔ نیز اس میں توسل واستمداد کا نام ونشان نہیں۔ جس میں بحث ہے یعنی رسول اللہ ﷺ وغیرہ سے وفات کے بعد سوال ہو۔ یا بحق رسول اللہ وغیرہ کے سوال ہو اس کا اس میں نام ونشان نہیں۔ (صیانۃ الانسان صفحہ ۲۶۵ لغایت ۲۶۶)

(اسکے علاوہ یہ اسرائیلیات کی قسم ہے اور اسرئیلیات کسی کے نزدیک حجت نہیں خواہ صحابی تک ان کی اسناد صحیح ہی ہو۔ **الا ان لا یاخذ عن الاسرئیلیات فتامل فیه**)

نہم: قسطلانی شرح بخاری میں کعب احبار سے نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل اپنے نبی کے اہل بیت کیساتھ استسقاء یعنی طلب بارش کرتے تھے۔

جواب: اول تو یہ بات بلا سند ہے۔

دوم کسی کے ساتھ استسقاء کرنے کا وہی طریقہ ہے جو مفصل احادیث میں گذر چکا ہے یعنی حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کے ساتھ اور معاویہؓ کا یزید بن اسودؓ کے ساتھ

(صیانۃ الانسان صفحہ ۲۶۶)

سوم اسرائیلیات بالاتفاق حجت نہیں۔ (قاعدہ جلیلہ فی التوسل الوسیلہ صفحہ ۷۱)

دہم: طبرانی کبیر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سواد بن قارب نے ایک نظم پڑھی جس سے چار بیت یہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واشھد ان اللہ لا رب غیرہ
وانک مامون علی کل غائب

وانک ادنی المرسلین وسیلة
الی اللہ یا ابن الاکرمین الا طائب

فمرنا بھا یاتیک یا خیر مرسل
وان کان فیما فیہ شیب الذوائب

وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعة
بمغن فتیلا عن سواد بن قارب

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور تو ہر امر غائب میں امین جانا گیا ہے اور تو تمام رسولوں سے اللہ کیطرف قرب اور مرتبہ میں زیادہ نزدیک ہے۔اے بیٹے عزت والوں پاکوں کے۔پس اے بہتر رسولوں کے، جو کچھ آپ کے پاس آتا ہے۔اس کے ساتھ ہمیں حکم دیں۔خواہ اس میں ایسے مصائب ہوں۔کہ بال سفید ہو جائیں۔اور جس روز کوئی شفاعت کرنے والا گٹھلی کھجور کے تاگے برابر سواد بن قارب سے کفایت نہ کر سکے اس دن آپ میرے سفارشی بنیں۔

یہ حدیث مضطرب ہے

جواب: مجمع الزواید میں اس کی دو سندیں ذکر کر کے کہا ہے دونوں ضعیف ہیں نیز اس قصے کے الفاظ مجمع الزواید میں دونوں سندوں کے آپس میں مخالف ذکر کئے ہیں پس حدیث میں اضطراب بھی ہوا اور جس حدیث میں اضطراب ہو وہ بھی ضعیف ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ قیامت کے دن آپ ؐ کے شفیع ہونے سے کسی کو انکار نہیں۔جیسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھے بیت کا مضمون ہے۔اور دوسرے بیت میں جو وسیلہ کا لفظ ہے اس کے معنی قرب اور مرتبہ کے ہیں جیسے آیہ کریمہ یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلة میں ہے اور جیسے آیۃ کریمہ اولئك الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلة میں ہے صفحہ ۴۶ میں اسکی تفصیل گزر چکی ہے اور اگر آپ کا ہمارے لئے وسیلہ ہونا مراد ہو تو آپ بیشک اپنی حیات میں وسیلہ تھے جیسے حضرت عمرؓ نے بارش کی دعاء میں کہا کہ اے اللہ! پہلے ہم تیرے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے اب عباسؓ کا پکڑتے ہیں۔اور قیامت کو آپؐ کا شفیع ہونا یہ بھی وسیلہ ہونا ہے۔ بلکہ آپؐ کی اتباع کر کے ہم اللہ کے مقرب ہو جاتے ہیں۔اس لحاظ سے آپؐ اب بھی ہمارے لئے وسیلہ ہیں۔اسطرح کا وسیلہ کہ قبر پر یہاں سے انکو پکاریں کہ ہمارے لئے دعا کرو۔یا ہماری فلاں حاجت پوری کرو۔یا بحق رسول اللہؐ وغیرہ کہہ کر دعاء کریں تو اس کا کوئی ثبوت نہیں۔(صیانۃ الانسان صفحہ ۲۶۷ الغایت ۲۷۰)

یازدہم: طبرانی میں ہے کہ صفیہؓ آپؐ کی پھوپھی نے آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کا مرثیہ کہا جس کا ایک بیت یہ بھی ہے۔

لھف نفسی وبت کالمسلوب ارقب اللیل لعلة المحروب

یعنی اے مصیبت نفس کی! میں نے اس شخص کی طرح رات گزاری جس کا مال اسباب لوٹا گیا ہے رات کو نگرانی میں رہی جیسے لڑائی کیا گیا رہتا ہے۔

ایک مرثیہ اور کہا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

الا یا رسول اللہ کنت رجائنا وکنت بنا برا ولم تك جافیا

یعنی اے رسول اللہ! آپ ہماری امید تھے۔اور ہمارے ساتھ نیکی کرنے والے تھے۔اور سخت نہ تھے آپؐ کی وفات کے بعد خطاب اور نداء ثابت ہوئی اور آپؐ کو امید کہنا اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ وسیلہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: بے شک آپؐ امید اور وسیلہ تھے۔مگر اسی طرح کہ جس طرح صحابہؓ نے سمجھا ہے جس کی مثال حضرت عمرؓ اور حضرت معاویہؓ کا بارش کی دعاء کا واقعہ ہے۔قرآن مجید میں صالح علیہ السلام کی بابت انکی قوم کا قول نقل ہے **قد کنت فینا مرجوا قبل ھذا** یعنی تو نبوت کا دعوی کرنے سے پہلے ہم میں امید کیا گیا تھا تفسیروں میں لکھا ہے کہ ہمیں تجھ پر امید تھی کہ تو ہمارا سردار ہوگا۔کاربار میں تجھ سے مشورہ لیں گے۔اور تیری رائے سے فائدہ اٹھائیں گے کیونکہ ہمیں تجھ میں اچھے آثار نظر آتے تھے۔

سو اسی طرح کے رسول اللہ ﷺ اپنی حیات میں تھے اور صفیہؓ کا یہ کہنا کہ آپ ہماری امید تھے یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اب نہیں کیونکہ ''کلمہ'' تھے ماضی (گزشتہ) کے لئے آتا ہے۔ہاں جو بات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے اس میں اب بھی ہیں جیسے آپ ﷺ کی اتباع اور محبت کے ذریعہ سے ہم اللہ کے مقرب بن سکتے ہیں یہ بات اب بھی ہے۔اسی طرح اگر کوئی اور بات ثابت ہو جائے اس سے ہمیں انکار نہیں لیکن بے ثبوت کے ہم خریدار نہیں۔

رہا خطاب اور نداء کا مسئلہ سو اس کا جواب یہ ہے کہ خطاب اور نداء کئی طرح کی ہوتی ہے کبھی دوسروں کو سمجھانا مقصود ہوتا ہے (کبھی توحید کا اقرار مقصود ہوتا ہے) کبھی دردِ دل کا اظہار، کبھی کچھ اور۔ان صورتوں میں یہ شرط نہیں کہ مخاطب سنے یا سنانے کا اہل ہو کیونکہ مقصود اصلی کچھ اور ہوتا ہے۔(چنانچہ اس کی تفصیل صفحہ ۱۳۱ میں ہو چکی ہے۔

اسی نظم میں صفیہؓ فرماتی ہیں ''اے مصیبت نفس کی'' بتلایئے! مصیبت کو وہ خطاب اور نداء کر رہی ہیں۔تو کیا انکا مقصود مصیبت کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے یا اس سے کوئی حاجت طلب کرنا ہے۔یا کم سے کم اسکو حاضر ناظر سمجھنا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ محض توجع اور تفجع (دکھ اور بیقراری) کے وقت اس قسم کے کلمات زبان سے نکلتے ہیں۔اور عموماً مرثیوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسا ہوتا ہے پس اسکو توسل واستمداد کے مسئلہ سے کچھ تعلق نہیں۔ (صیانۃ الانسان صفحہ ۲۶۹ لغایت ۲۷۸)

دوازدہم: ابن حجر مکی نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں امام شافعیؒ کے یہ دو بیت نقل کیے ہیں۔

ال النبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی

ارجو بھم اعطی غدا بیدی الیمین صحیفتی

یعنی آل رسول ﷺ میرا ذریعہ اور رسول ﷺ کی طرف میرا وسیلہ ہے میں امید کرتا ہوں کہ کل قیامت کے دن ان کے ذریعہ سے اپنا عملنامہ دائیں ہاتھ میں دیا جاؤں گا

جواب: اول تو یہ بے سند ہے دوم یہ کہ نفس وسیلہ سے کسی کو انکار نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کس طرح کا وسیلہ ہے۔ سو جس طرح قرآن وحدیث میں آ گیا۔ اس طرح کا مراد ہوگا۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ وسیلہ ہیں مگر اسی طرح کا جس طرح قرآن وحدیث میں وارد ہوا۔ چنانچہ کئی دفعہ تفصیل ہو چکی ہے۔ اب آل رسول ﷺ کی بابت دیکھنا چاہئے کہ انکو وسیلہ بنانا قرآن وحدیث میں کس طرح آیا ہے۔ سو قرآن وحدیث میں جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان سے محبت رکھے اور جو مواقع انکے آگے کرنے ہیں انکو آگے کرے۔

(صیانۃ الانسان صفحہ ۲۷۸)

پھر ان دو بیتوں میں سوائے نداء کے اور کچھ نہیں اور چونکہ اہل بیت رسول ﷺ دنیا میں بہتیرے موجود ہیں خاص کر اس وقت مکہ مدینہ میں بہتیرے تھے تو یہ نداء فوت شدہ کو بھی نہ ہوئی۔ کتے کو جب ڈلا ماریں تو وہ اسکو ہڈی سمجھ کر اسکی طرف اچھلتا ہے۔ یہ لوگ بھی غیر اللہ کی طرف ایسے جھکے ہوئے ہیں۔ کہ لفظ پر ہی فریفتہ ہو جاتے ہیں خواہ مطلب کچھ اور ہو اللہ انکو سمجھ دے آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیزدہم: کتاب الاذکار نووی میں ہے کہ نبی ﷺ نے امر فرمایا کہ دو رکعت فجر (یعنی سنت فجر) کے بعد انسان تین دفعہ یہ دعا پڑھے۔

اللھم رب جبرائیل ومیکائیل واسرافیل ومحمدالنبی ﷺ اعوذ بك من النار .

یعنی ''اے رب جبرائیل ومیکائیل واسرافیل ومحمد ﷺ کے میں تیرے ساتھ آگ سے پناہ پکڑتا ہوں''

جواب: کتاب الاذکار میں یہ نہیں کہ آپ ﷺ نے امر فرمایا نہ اجرنی من النار ہے بلکہ یوں ہے اسامہ بن عمیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت فجر (یعنی سنت فجر) ہلکی سی پڑھیں پھر میں نے آپ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ بیٹھے یہ دعاء پڑھ رہے ہیں

اللھم رب جبرائیل ومیکائیل واسرافیل ومحمد ﷺ اجرنی من النار .

یعنی ''اے رب جبرائیل ومیکائیل واسرافیل ومحمد ﷺ کے مجھے آگ سے پناہ دے'' ان چار کا نام اسی لئے لیا ہے کہ ان کا وسیلہ پکڑا ہے۔

اس حدیث کو اگرچہ [1] حاکمؒ نے صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے حسن مگر اس میں ایک راوی ابوالملیح ہے۔ نوویؒ کہتے ہیں اسکا نام عامر بن اسامہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ بھی یہی کہتے ہیں نیز کہتے ہیں کہ یہ رجال صحیح سے ہے۔ اور اس میں ایک راوی عباد بن سعید ہے جو مبشر سے روایت کرتا ہے حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں مجھے جرح تعدیل معلوم نہیں۔ ہاں

حاشیہ نمبر ۱۔ حاکم کی روایت میں بیٹھے کا ذکر نہیں۔ ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن حبانؒ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے مگر تمیز نہیں دی کہ یہ وہی ہے جو مبشر سے روایت کرتا ہے۔ یا اور ہے۔ حاکمؒ نے اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس حدیث کے لئے ایک اور روایت شاہد ہے۔ جو حضرت عائشہ سے باسناد ضعیف مروی ہے اس میں بعض راوی متروک ہیں۔ اور بعض راوی متکلم فیہ ہیں۔ نیز حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے۔ ابو الملیح سے مراد اگر وہی عامر بن اسامہ مذکور ہو تو اس پر اسکی اسناد میں اختلاف ہے۔ اور اگر کوئی دوسرا ہو تو مجہول ہے۔

اس روایت پر کلام کے وجوہ

ابن علان نے شرح اذکار میں حافظ ابن حجرؒ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اب یہاں کئی وجوہ سے کلام ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اول: یہ کہ حافظ ابن حجرؒ کے کہنے کے مطابق اگر ابو الملیح سے مراد وہی عامر بن اسامہ ہے۔ تو اس پر اختلاف ہے۔ پس یہ حدیث مضطرب ہوئی۔ اور مضطرب حدیث ضعیف ہوتی ہے اور اگر کوئی اور مراد ہو تو اس کی تعین کرنی چاہیے۔

دوم: یہ کہ مجمع الزواید میں کہا ہے۔ اس میں عباد بن سعید ہے۔ جس کے متعلق ذہبیؒ کہتے ہیں عباد بن سعید کی روایت مبشر سے لاشیء ہے۔ لیکن ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ ابن حبان نے اسکو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ابھی گزرا ہے۔ مگر ابن حبان چونکہ متساہل ہے اس لئے ابن حبان کا اسکو ثقات میں ذکر کرنا ذہبی کے قول کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

سوم: یہ کہ مبشر کی بابت بھی اگرچہ حافظ ابن حجرؒ بھی کہتے ہیں کہ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر ہے مگر پتہ نہیں کہ مبشر سے کونسا مبشر مراد ہے۔ اگر مبشر بن عبید حمصی ہو تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود حافظ ابن حجرؒ تقریب میں اس کی بابت لکھتے ہیں کہ متروک ہے۔امام احمدؒ نے اس کو جھوٹی حدیثیں بنانے کی طرف نسبت کیا ہے اسی طرح ذہبی نے میزان میں کہا ہے اگر کوئی اور مبشر ہو تو اس کی تعیین کرنی چاہیئے ۔اور صرف ابن حبان کے ثقات میں ذکر کرنے سے اطمینان نہیں ہوتا کیونکہ وہ متساہل ہے۔

اور وہ شاہد جس کی طرف حافظ ابن حجرؒ نے اشارہ کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اسکو ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔اس کی اسناد میں عبیداللہ بن ابی حمید ہے۔اور وہ متروک ہے ۔اسی طرح مجمع الزوائد میں ہے ۔اور مجمع الزوائد میں یہ بھی کہا ہے۔کہ یہ حدیث حضرت عائشہ سے دوسری اسناد کے ساتھ مروی ہے نسائیؒ نے اسکو روایت کیا ہے لیکن اس میں رکعت فجر کا ذکر نہیں اور ابو یعلی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔اس کی اسناد میں سفیان بن وکیع ہے جو ضعیف ہے اور میزان الاعتدال میں بھی بہت سے اس کا ضعیف ہونا نقل کیا ہے ۔اور یہ بھی کہا ہے کہ ترمذیؒ نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے ۔اور نسائی کی روایت جس کا ذکر صاحب مجمع الزوائد نے کیا ہے اس میں من النار کی جگہ من حر النار و عذاب القبر ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں ۔مگر حسرہ بنت دجاجہ کے بارہ میں میزان الاعتدال میں بھی مختلف اقوال نقل کیے ہیں ۔اور کاشف میں ذہبیؒ کہتے ہیں ۔ثقہ ہے پس راجح اس کا ثقہ ہونا ہے۔مگر نسائی کی سند میں سفیان بن سعید ثوری ہے جو مدلس ہے اور عن کے ساتھ روایت کرتا ہے پس اس حدیث کے تمام طرق مقال سے خالی نہیں ۔پس بہتر ہے کہ اس کی بجائے مسلم کی حدیث سے استدلال کیا جائے ۔جس میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ تہجد کو اٹھتے تو کہتے اللھم رب جبرائیل و میکائیل و اسرافیل اور بخاری کے سوا باقی صحاح ستہ والوں نے بھی روایت کی ہے ۔اور یہ حدیث صحیح ہے پس ہم اس قسم کی دعاء کے قائل ہیں۔

ابن علان شرح اذکار میں لکھتے ہیں ۔کہ اللہ ان تمام اشیاء کا رب ہے جبرئیل وغیرہ کو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے خاص کیا ہے۔ کہ قرآن وحدیث میں رب کی نسبت بڑی بڑی اشیاء کی طرف ہوتی ہے جیسے رب آسمان وزمین کا۔ یا رب عرش کریم کا۔ یا فرشتوں کا یا مشرقین مغربین کا وغیرہ وغیرہ اور **رب الشیاطین وما اضللن** بھی حدیث میں آیا ہے کیونکہ شیاطین فتنہ کے لحاظ سے بڑے ہیں۔ تو گویا انکی طرف خدا کے رب ہونے کی نسبت سے مطلب یہ ہوگا کہ شرارت میں خواہ کتنے بڑے ہوں مگر ہیں خدا کی ربوبیت کے تحت، اس سے باہر نہیں ہو سکتے۔

غرض بڑی بڑی اشیاء کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ خواہ شئے کسی حقیقت سے بڑی ہو اور چھوٹی چھوٹی اشیاء کی طرف نسبت کر کے یوں نہیں کہا جاتا کہ حشرات الارض کا رب، اور بندروں، خنزیروں کا خالق اور مثل اس کے یوں کہا جاتا ہے، خالق المخلوقات۔ اور قرطبیؒ کہتے ہیں ان کو انکی زیادت بزرگی کی وجہ سے خاص کیا۔ کیونکہ سلسلہ کائنات کا انتظام ان کے ساتھ ہے۔ کیونکہ جبرئیلؑ وحی لانے پر مقرر ہیں۔ میکائیل بارش پر اور اسرافیل صور پھونکنے پر۔

اور جزریؒ مفتاح الحصن میں لکھتے ہیں۔ کہ انکو زیادت بزرگی کی وجہ سے خاص کیا اور کبھی کہا جاتا ہے یہ تینوں حیات کا سبب ہیں۔ جبرئیل وحی لاتے ہیں۔ وہ حیات قلوب کا سبب ہیں اور میکائیل بارش پر ہیں جو بدن کی حیات کا ذریعہ ہے اور اسرافیل حیات عالم کا ذریعہ ہیں۔ جو قیامت کو ہوگی۔ پس اس دعاء میں خدا کی ان ارواح کیلئے ربوبیت کے ساتھ توسل ہے۔ (یعنی اللہ کا ان کے لئے رب ہونا) اور ربوبیت اللہ کی صفت ہے۔ اور اللہ کی صفات کے ساتھ توسل بالاتفاق جائز ہے۔ (صیانۃ الانسان صفحہ ۲۷۹ الغایت صفحہ ۲۸۹)

چہار دہم: شرح حزب البحر امام رزوق میں بہت سے بزرگوں کے نام ذکر کر کے کہا ہے۔

اللھم انا نتوسل الیک بھم فانھم احبوک .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی اللہ ہم ان بزرگوں کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتے ہیں ۔کیونکہ انہوں نے تجھ سے محبت کی۔

جواب: نبی ﷺ کے سوا کسی ایسے ویسے کا قول حجت نہیں ۔ایسے استدلالوں سے فائدہ کیا اسی طرح کے ایک اور واقعہ سے بھی استدلال کیا کرتے ہیں ۔جس کو سید طاہر بن محمد بن ہاشم نے مجمع الاحباب میں ترمذی کے حالات میں لکھا ہے ۔کہ انکو خواب آئی تو وہ اس پر عمل کرتے رہے اور ترغیب دیتے رہے ۔حالانکہ اول تو یہ واقعہ بالکل بے سند ہے دوم نبی ﷺ کے سوا کسی کا خواب شرع میں حجت ہی نہیں ۔ (صیانۃ الانسان صفحہ ۲۷۹و۲۹۰)

پانزدہم: محمد بن حسن بن زبالہ اپنی کتاب اخبار مدینہ میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص محمد بن کیسان کا واقعہ لکھتے ہیں ۔کہ عبدالعزیز بن محمد دراوردی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو اہل مدینہ سے دیکھا ۔جسکو محمد بن کیسان کہا جاتا وہ جمعہ کے دن جب عصر کی نماز پڑھتا اور ہم عبدالرحمان بن ربیعہ کے پاس بیٹھے ہوتے تو قبر نبوی ﷺ پر آتا ۔اور درود پڑھتا اور دعا کرتا یہاں تک کہ شام کرتا ربیعہ کے ساتھ کہتے دیکھو اس شخص کی طرف کیا کرتا ہے ربیعہ کہتے چھوڑ دو انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

جواب : محمد بن حسن زبالہ اہلحدیث کے نزدیک ضعیف ہے ۔جیسے واقدی ضعیف ہے ہاں اس کی روایت قدرے تائید کا کام دے سکتی ہے ۔(لیکن اس میں توسل واستمداد کا تو نام ونشان نہیں)اور اس سے دعاء کے لئے گھر سے قصد کرکے آنا بھی ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ عصر کی نماز مسجد میں پڑھتا اور بعد میں قبر نبوی ﷺ پر آتا ۔تو ظاہر ہے کہ نماز کی نیت پر آتا تھا ۔اور یہی وجہ ہے کہ ربیعہ نے کہا کہ آدمی کے لئے وہی ہے ۔جو اس نے نیت کی ۔یعنی ظاہر ہے کہ اس کی نیت گھر سے دعاء کی نہیں تو تم نہ روکو ۔اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاوہ یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ دعاء اپنے لئے کرتا کہ نبی ﷺ کے لئے کرتا بہر صورت اس روایت سے کچھ ثابت نہیں ہوا۔

پھر اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اس وقت دستور نہیں تھا کہ لوگ اس طرح کریں۔ تبھی ربیعہ کے ساتھیوں نے اس بات پر انکار کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو یہ کیا کر رہا ہے۔ پس بہتر یہی ہے کہ اسطرح بھی نہ کرے۔ جس طرح اس شخص محمد بن کیسان نے کیا اگرچہ یہ بات کوئی زیادہ تر قابل انکار نہ تھی تبھی ربیعہ نے کہا چھوڑ دو۔ مگر اصل وہی ہے جو کتاب وسنت میں ہے۔ اور جو اس وقت کو دستور و رواج ہو۔

(صراط مستقیم صفحہ ۶۴۶ لغایت صفحہ ۶۴۵)

شانزدہم: قحط سالی کا سال جو رمادہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں بلال بن حارثؓ نے بکری ذبح کی اور وہ دبلی نکلی تو کہا وامحمداہ وامحمداہ۔

حرف واوٗ ندا نہیں ندبہ ہے

جواب: یہ واقعہ بالکل بے سند ہے۔ دوسرے وامحمداہ نداء نہیں بلکہ ندبہ ہے کیونکہ وا کے ساتھ ندا نہیں ہوتی۔ جیسے نحو میں لکھا ہے بلکہ یہ کلمہ درد ہے جیسے یالہف نفسی کی بابت ہم صفحہ ۹۵ میں لکھ چکے ہیں۔ اور اسی طرح حضرت فاطمہؓ کا آپ ﷺ کی وفات کے وقت واکرب اباہ کہنا اور وفات کے بعد یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ (آہ میرا باپ جس نے سب کی دعوت قبول کی یعنی مرنا بخوشی قبول کیا) کہنا کیونکہ کلمہ یا بھی ایسے موقع پر ندبہ کیلئے آتا ہے جیسے کتب نحو میں لکھا ہے۔ نیز صدمہ اور دکھ کے وقت یا جوش غصہ میں انسان کے منہ سے کوئی کلمہ نکل جائے۔ تو اس سے استدلال صحیح نہیں۔ دیکھئے! بخاری میں ہے کہ فاطمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے دفن کے بعد حضرت انسؓ کو کہا کہ تمہارے جی کس طرح خوش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالو۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ فاطمہؓ نے ان کے فعل پر ملامت کی کہ یہ نہیں چاہئے تھا۔ حالانکہ دفن کرنا ضروری تھا۔ نیز بخاری میں ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو زمین میں فدک وغیرہ کے جھگڑے میں ظالم کہا۔ جس کا جھگڑا حضرت عمرؓ کے پاس لائے تھے بلکہ حدیث میں آیا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ یا اللہ میں بھی بشر ہوں کہ میری مختلف حالتیں ہوتی ہیں اگر میری زبان سے کسی کے حق میں کوئی ایسا ویسا کلمہ نکل جائے۔ تو اس کو رحمت کر دے ملاحظہ ہو ابوداؤد وغیرہ۔

(صیانۃ الانسان صفحہ ۳۶۹)

ہفدہم: مسیلمہ کذاب کی لڑائی میں صحابہ وامحمداہ پکارا کرتے تھے۔

جواب: اس کے بھی وہی دو جواب ہیں جو ابھی گزرے ہیں۔

ہژدہم: شفاء قاضی عیاض میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کا پاؤں سو گیا تو کسی نے کہا جو زیادہ پیارا ہو اس کا ذکر کرو۔ تو فرمایا محمداہ۔ اسی وقت پاؤں ٹھیک ہو گیا۔ اور کتاب الاذکار اور حصن حصین میں بھی یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔

جواب: اس کی صحت معلوم نہیں۔ دوم نواب قطب الدین صاحب شرح حصن حصین میں ملا علی قاری کی شرح کے حوالہ سے بغیر یا کے ذکر محمدؐ لکھتے ہیں۔ یعنی صرف محمد ﷺ کہے پس سرے سے نداء ہی نہ ہوئی۔ (صیانۃ الانسان صفحہ ۳۷۰)

اس کے علاوہ چونکہ اس میں جواب نداء نہیں تو یہ نداء حقیقی نہیں بلکہ ایسا ہی ہے جیسے بغیر یا کے محمدؐ کہنا یعنی بے معنی کلام ہے۔ رہا سوئی جگہ کا بیدار ہو جانا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ زیادہ محبوب شئے کے ذکر سے طبیعت میں ایک خوشی سی آ جاتی ہے۔ جس سے حرارت عزیزی میں ایک حرکت پیدا ہو کر سوئی جگہ بیدار ہو جاتی ہے۔ اور یہ کوئی بزرگوں کے نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ خاص نہیں ۔ بلکہ جو شئے انسان کو زیادہ محبوب ہو اچھی ہو یا بری ۔اس سے یہی حالت ہوتی ہے ۔جیسے اس جگہ کو پکڑ کر ذرا سا دبا دے تو اس سے وہ جگہ بیدار ہو جاتی ہے پس ایسی باتوں کو محل استدلال میں ذکر کرنا فضول ہے۔

عمود شکری بن سید عبدالدین محمود الوسی بغدادی اپنی کتاب فتح المنان تتمہ منہاج التاسیس رد صلح الاخوان لداود بن جرجیس شفاء قاضی عیاض سے یہ واقعہ نقل کر کے لکھتے ہیں۔

وهذا يقتضي صحة ماجربه الناس فان من اصابه الحذر منهم اذا ذكر محبوبه زال بسهولة لانه بمسرة تنتفش الحرارة العزيزية فيند فع الحذروقد روى انه وقع مثله لابن عباس رضى الله تعالى عنهما وفيه يقول ابو العتاهية . وتحذر في بعض الاحانين رجله فان لم يقل يا عتب لم تذهب الحذر وهذا مما تعهده اهل المدينة كما ذكره الشهاب الخفا جي في شرح هذا الاثر واقول ان هذا كان من ندا هب العرب في الجاهلية فكان الرجل منهم اذا حذرت رجله ذكرمن يحب اودعاه فيذهب حذرها

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس بات کا لوگوں نے تجربہ کیا ہے وہ صحیح ہے کیونکہ لوگوں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ جس کا کوئی عضو سو جاتا ہے جب وہ اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے تو آسانی سے آرام ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ خوشی کی وجہ سے حرارت غزیزیہ میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے جس سے آرام آجاتا ہے۔اور ابن عباسؓ کا بھی اسی طرح کا ایک واقعہ ہے اور اس کے بارے میں ابوالعتاھیۃ شاعر کہتا ہے ۔کہ بعض وقت اسکا پاؤں سو جاتا ہے تو یا عتبہ نہ کہے تو آرام نہیں ہوتا۔اور یہ مدینہ والوں کے ہاں معمول ہے۔جیسا اس واقعہ کی شرح میں شہاب خفاجی نے ذکر کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ جاہلیت عرب کا بھی یہی دستور تھا۔کہ جب کسی کا پاؤں سو جاتا ہے تو اپنے محبوب کو یاد کرتا۔یا اس کو پکارتا تو آرام آجاتا۔ایک شاعر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے محبوب کو کہتا ہے۔

علی ان رجلی لا یزال مذلاها

مقیما بها حتی اجیلك فی فكری

جب میرا پاؤں سو جاتا ہے تو اسی طرح رہتا ہے یہاں تک کہ میں تیرا خیال کروں۔

وقال کثیر

اذا مذلت رجلی ذكر تك اشتفی

بدعواك من مذل بها فیهون

اور کثیر شاعر اپنے محبوب کو کہتا ہے۔جب میرا پاؤں سو جاتا ہے۔تو تجھے یاد کرتا ہوں تیرے پکارنے سے اس سے شفاء پاتا ہوں پس آسانی ہو جاتی ہے۔

وقال جمیل

وانت لعینی قرة حین نلتقی

وذكرك یشفینی اذا خدرت رجلی

جمیل شاعر اپنے محبوب کو کہتا ہے۔''تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے جب ہم ملتے ہیں اور تیری یاد میرے پاؤں کو شفاء دیتی ہے جب سو جائے۔''

وقال امراة

اذا خدرت رجلی دعوت ابن مصعب

فان قلت عبدالله اجلی فتورها

ایک عورت شاعرہ کہتی ہے''جب میرا پاؤں سو جاتا ہے تو میں ابن مصعب کو پکارتی ہوں پس اگر عبداللہ کہوں تو پاؤں کی سستی دور ہو جاتی ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقال اخر

صب محب اذا مارجله خدرت

نادى كبيشة حتى يذهب الخدر

ایک اور شاعر کہتا ہے ”میں ایسا عاشق اور محب ہوں کہ جب پاؤں سو جاتا ہے تو کبیشہ کو پکارنے سے آرام ہو جاتا ہے“

وقال المصلى

والله ما خدرت رجلي وما عثرت

الا ذكرتك حتى يذهب الخدر

موصلی شاعر اپنے محبوب کو کہتا ہے ”قسم ہے اللہ کی میرا پاؤں کبھی سویا نہیں۔نہ ٹھوکر لگی ہے مگر (اے محبوب) میں تجھے یاد کرتا ہوں یہاں تک کہ آرام ہو جاتا ہے۔“

وقال الوليد بن يزيد

اليبى هائما كلفا معنى

اذا خدرت له رجل دعاك

ولید بن یزید شاعر اپنی محبوبہ کو کہتا ہے ”کہ بدلہ دے حیران عاشق مشقت میں پڑے ہوئے کو۔کہ جب اس کا پاؤں سو جاتا ہے۔تو تجھے پکارتا ہے۔“

افيقال ان هؤلاء الشعراء لما خدرت ارجلهم استغاثوا بمن يحبونه من امراة او غلام لا ارى من يقول بذلك الا من خدر عقله وتركب جهله(فتح المنان تتمه منهاج التاسيس صفحه ٣٥)

کیا یہ شاعر لوگ جب ان کے پاؤں سو جاتے تھے تو محبوبوں،عورتوں بچوں سے استمداد واستغاثہ کرتے تھے اس بات کا وہی قائل ہوسکتا ہے جس کی عقل سوگئی ہو یا جاہل مرکب ہو۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نوزدہم: معروف کرخیؒ نے شاگردوں کو وصیت کی کہ جب تمہیں حاجت ہو تو میری قسم دے کر اللہ سے سوال کرو کیونکہ میں تمہارے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہوں

جواب: علامہ سید نعمان خیر الدین مشہور ابن ابی موسیٰ بغدادی جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین میں لکھتے ہیں۔ اس کی کوئی سند ہی نہیں۔ جس پر اعتماد ہو۔

(صیانۃ الانسان صفحہ ۷۸)

بستم: ابن جوزی الوفا لفضائل المصطفیٰ میں دارمی تک اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں کہ ابوبکر مقرئی کہتے ہیں کہ میں اور ابوالشیخ حرم رسول اللہ میں تھے ہمیں سخت بھوک لگی میں نے عشاء کے وقت قبر نبوی ﷺ پر جا کر کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ بھوک بھوک میں سو گیا اور ابوالشیخ اور طبرانی بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ کہ ایک شخص علوی نے دروازہ کھٹکھٹایا اس کے ساتھ دو غلام تھے ہر ایک نے ایک ایک زنبیل جن میں بہت سی اشیاء تھیں اٹھائی ہوئی تھی ان میں جتنی ہم کھا سکے کھائیں۔ باقی اس نے ہمارے پاس چھوڑ دیں۔ پھر اس شخص علوی نے کہا۔ تم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کی تھی؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نیند میں دیکھا ہے۔ کہ تمہاری طرف کسی شئے کے لیجانے کا ارشاد فرماتے ہیں۔

جواب: اس حکایت کو اگرچہ سمہودی، سبکی اور قسطلانی نے بھی ذکر کیا ہے۔ مگر ابن جوزی سے داری تک اسناد کا حال تو سرے سے معلوم نہیں۔ اور دارمی سے اوپر پانچ کا حال معلوم نہیں معمر بن عبد الواحد اصفہانی عمر بن عبد اللہ۔ محمد بن عبد الواحد۔ ابوبکر محمد بن خطاب۔ عبد اللہ بن صالح ان ناموں کے کئی راوی ضعیف ہیں۔ کئی جھوٹی حدیثیں بنانے والے ہیں۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال تہذیب التہذیب وغیرہ۔

اور ابوبکر مقرئی جو اپنا واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ وہ ابوبکر بن عیاش مقرئی ہیں۔ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی کوئی بڑے معتبر شخص نہیں۔اخیر عمر میں انکا حافظہ بھی خراب ہوگیا تھا۔بھلا بتلایئے ایسی حکایتوں کا شرع میں کیا وزن ہوسکتا ہے۔جن کی نہ اسناد کا حال معلوم نہ واقعہ بیان کرنے والا کوئی ایسا شخص ہو جس کی بات کسی قابل ہو۔

اس کے علاوہ ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں۔کہ کسی بات کا ہوجانا یہ اس کے جواز کی دلیل نہیں۔ملاحظہ ہو صفحہ ۴۷

فتح المنان تتمہ منہاج التاسیس لمحمود شکری بن السید عبداللہ بن السید محمود الانوی البغدادی)

بست ویکم: مسند احمد میں حدیث ہے کہ ایک شخص نے اپنا منہ [1] قبر نبوی پر رکھا ہوا تھا۔مروان نے کہا کیا کرتا ہے۔جب اس شخص نے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص ابو ایوب انصاری ہیں فرمانے لگے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں پتھر کے پاس نہیں آیا۔میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔تو دین پر اس وقت نہ دو جب اس کے والی اسکے اہل ہوں لیکن اس وقت جب غیر اہل اسکے والی ہو جائیں

جواب: اس حدیث میں دو راوی متکلم فیہ ہیں۔ایک کثیر بن زید اسلمی ہے تقریب میں لکھا ہے سچا ہے خطاء کرتا ہے۔اور ایسے راوی کی حدیث تاکید کا کام دے سکتی ہے استدلال کے قابل نہیں دوسرا راوی داؤد بن ابی صالح حجازی ہے۔تہذیب التہذیب میں ذہبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ غیر معروف ہے۔جب دو متواتر راوی اس میں ایسے ہیں تو اس کو دلیل پیش کرنا کیسے صحیح ہوگا؟

---

[1] فتح المنان تتمہ منہاج التاسیس میں مسند احمد کی یہ روایت ذکر کی ہے۔اس میں ماتھے کے رکھنے کا ذکر کیا ہے۔ یہ غلط ہے۔۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ اس میں صرف قبر پر منہ رکھنے کا ذکر ہے۔نہ نداء ہے ،نہ سوال، نہ سجدہ وغیرہ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ منہ بوسہ کے طور پر رکھا ہے۔یا ویسے ہی، جیسے انسان کسی بات کی سوچ یا کسی شئے کے افسوس میں ہوتا ہے۔تو سر آگے کو جھکا کر آگے کوئی شئے ہوتی ہے تو اس پر سہارا کر لیتا ہے۔اور مروان نے آنے پر انکار کیا ہے۔ چنانچہ ابو ایوب کا جواب دلالت کر رہا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں پتھر کے پاس نہیں آیا۔یعنی رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کو آیا ہوں جس میں کوئی حرج نہیں۔اگر پتھر کی زیارت کو آتا تو تمہارا انکار صحیح ہوتا۔

اس روایت سے صرف قبر کی زیارت معلوم ہوئی۔اور زیارت سے کسی کو انکار نہیں ہاں زیارت کے لئے سفر کرنا ثابت نہیں نہ اس روایت سے نہ کسی اور سے۔

بست و دوم: سبکی شفاء السقام میں لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے اسناد جید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابوالدرداءؓ کہتے ہیں۔کہ بیت المقدس کے بعد بلالؓ ہمارے ہاں ٹھہر گئے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔آپ ﷺ فرماتے ہیں۔اے بلالؓ یہ سخت دلی کب تک؟ کیا وقت نہیں آیا تو ہماری زیارت کرے۔بلالؓ خوف اور غم کی حالت میں جاگے۔اسی وقت شام سے مدینہ کا قصد کیا۔پس قبر نبویؐ پر آئے اور اپنا منہ قبر نبویؐ پر ملنے لگے اور کسی صحابی نے اس پر انکار نہیں کیا۔

جواب: صارم منکی میں ہے کہ اس اثر کو حاکمؒ نے اپنے فوائد کی جز خامس میں روایت کیا ہے اور اسی اسناد سے ابن عساکر نے ترجمہ بلال میں ذکر کیا ہے۔اور یہ غریب منکر ہے اور اس کی اسناد مجہول ہے۔اور اس میں انقطاع ہے اور اس میں ابراہیم بن محمد بن سلیمان بن بلال ایک راوی ہے۔اس سے صرف محمد بن فیض غسانی نے روایت کیا ہے اور ابراہیم اپنے باپ سے وہ اس کے دادے سے۔اور ابراہیم مجہول ہے اسکا صرف ایک ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شاگرد ہے یعنی محمد بن فیض غسانی اور سلیمان بن بلال کا حال بھی معلوم نہیں۔اس کے شاگرد دو شخص ہیں ایک اس روایت میں اس کا بیٹا اور ایک ایوب بن مدرک حنفی کسی دوسری روایت میں اور محمد بن سلیمان کے حق میں ابی حاتم نے کہا ہے کہ **مابحدیثه باس** یعنی ''اس کی حدیث کے ساتھ ڈر نہیں'' ایسے راوی کی روایت عموماً تائید کا کام دے سکتی ہے۔استدلال کے قابل نہیں ہوتی خصوصاً توحید کے مسائل میں۔اور محمد بن فیض غسانی بھی کوئی زیادہ معروف نہیں۔ شفاء السقام میں اس کے صرف تین شاگرد ذکر کیے ہیں۔ابن عدی۔حاکم اور ابوبکر بن المقرئ اپنی معجم میں اس سے زیادہ ثقہ یا غیر ثقہ ہونا کچھ نہیں بتلایا غرض یہ سارا سلسلہ ہی کمزور ہے بھلا ایسی روایتیں اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد ہو۔اور اختلاف اور تنازع کے وقت ان کی طرف رجوع ہو۔حاشا وکلا۔

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مراد خود آپ ﷺ کی زیارت تو ممکن نہیں کیونکہ آپ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔اب یا قبر کی زیارت مراد ہوگی یا مسجد کی یا دیگر مشاہد کی تو ہو سکتا ہے کہ بلال ؓ نے مسجد نبوی کے ارادے پر سفر کیا ہو۔پھر قبر نبوی ﷺ پر آئے ہوں مگر مسجد نبوی ﷺ میں جو کچھ ہوتا ہے معلوم ہے اور قبر کی زیارت پر ان سے انوکھی بات ہوئی جس سے ان کی بیقراری ظاہر ہوئی یعنی رونا اور قبر پر منہ ملنا اسلئے قبر کی زیارت پر کفایت کی۔دیکھئے! قبر پر آ کر سلام کہنا اور درود پڑھنا بھی مذکور نہیں۔کیا بلال ؓ نے اس سنت کو ترک کر دیا؟ ہرگز نہیں کیونکہ ان کی شان کے یہ بالکل خلاف ہے اگر کہو کہ بیقراری کی وجہ سے یہ کوتاہی ہوئی۔اور قبر پر منہ ملنے لگ گئے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس حالت کا ان کا فعل شریعت میں معتبر نہ ہو۔کیونکہ غلبہ محبت کی وجہ سے بیقرار ہو کر یا جوش غصہ کی وجہ سے یا زیادہ دکھ، درد یا صدمہ کی وجہ سے جو کچھ انسان سے ہو جاتا ہے۔وہ شرع میں دلیل نہیں ہوتا پس اس سے استدلال کرنا فضول ہے چنانچہ صفحہ ۱۰۴-۱۰۵ میں اس کی تفصیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزر چکی ہے۔ رہا توسل واستمداد کا مسئلہ تو اس کا اس میں نام ونشان نہیں۔

(فتح المنان تتمہ منہاج التاسیس صفحہ ۲۹)

بست وسوم: ابن جوزیؒ صفوۃ الصفوہ میں تابعین میں ایک شخص قریشی سے جس کا نام ابوایوب ہے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت بڑی عابدہ تھی شیطان نے اس کو ست کرنا چاہا۔ اس نے قبر نبوی ﷺ کے ساتھ اعتصام کیا۔ وہاں اللہ کو یاد کیا۔ اور رسول پر درود پڑھا۔ پس وہ وسوسہ دور ہوگیا۔

جواب: ابوایوب بھی مجہول، وہ عابدہ بھی مجہول۔ ایسے واقعات سے کیا ثابت ہوسکتا ہے؟ اور ابن جوزی اگر چہ متشدد ہیں۔ لیکن ان سے تصحیح نقل نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ ہم نے کئی دفعہ لکھا ہے کہ کسی کام کا ہوجانا دلیل جواز نہیں۔ بلکہ شریعت میں اس کا ثبوت چاہئے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۴۷

آجکل یہ لوگ زیادہ تر یہی دلائل پیش کرتے ہیں کہ فلاں جگہ یہ ہوگیا۔ اہل توحید کو اس دھوکا میں نہیں آنا چاہئے واللہ الموفق۔

بست و چہارم: شارح صحیح بخاری تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بصرہ میں ابوموسی اشعری کی حکومت میں نابغہ جعدی شاعر نے یہ شعر پڑھا۔

فيا قبر النبی وصاحبیه　　　　الا یا غوثنا لو تسمعوا

یعنی اے قبر نبیؐ کی اور صاحبین کی اے ہماری فریاد پر پہنچنے والو! اگر ہماری فریاد سنتے۔

جواب: کسی کی حکومت میں ایک واقعہ ہو جانا اس کے جواز کی دلیل نہیں۔ خدا جانے اس کو خبر ہوئی ہے یا نہیں دوسرے اس میں کلمہ شرط لو ہے۔ جو شئے کے عدم وقوع پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لو کان فیھما الھة الا اللہ لفسدتا .(الایہ پ ۱۷)

یعنی آسمان وزمین میں اگر اللہ کے سوااور معبود ہوتے تو آسمان وزمین بگڑ جائے یعنی اللہ کے سوانہ اور معبود ہیں نہ آسمان وزمین بگڑے۔

اس بناء پر اس شعر کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری نداء اور فریاد تم سنتے ہوتے تو ہوتی لیکن نہ تم سنتے ہو نہ ہماری نداء اور فریاد ہے۔ پس یہ شعر درحقیقت استمداد غیر اللہ والوں کی تردید ہے تائید نہیں۔ کیونکہ جب سنتے ہی نہیں تو استمداد کیا۔

کلمہ ''لو'' کا معنی

اگر کہا جائے کہ کلمہ لو آرزو کے معنی میں بھی آتا ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے۔ کہ یہ لو کے حقیقی معنی نہیں اسی لئے کتب نحو میں لو کو حروف شرط میں شمار کیا ہے۔ نہ حروف تمنی میں پھر آرزو کبھی محال بھی ہوتی ہے جیسے **لیت الشباب یعود** یعنی ''کاش! جوانی لوٹ آئے۔'' اور جب ممکن بات کی آرزو ہوتی ہے تو وہ بھی عموماً عدم وقوع کے خیال سے ہوتی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے۔ **یٰلیت لنا مثل ما اوتی قارون** یعنی ''کاش! ہمارے پاس بھی اتنا مال ہوتا جتنا قارون کو دیا گیا۔'' بہر صورت یہ شعر استمداد و غیر اللہ والوں کی تردید ہے۔ لیکن وہ ناواقفی سے اپنی تائید سمجھ رہے ہیں۔ اسکے علاوہ اس واقعہ کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ مواہب میں نہ اس کی سند ہے نہ اس کا حوالہ ہے۔ بھلا ایسے مجہول واقعات سے عقائد ثابت ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

بست و پنجم: معالم التنزیل جلد ۲ کے صفحہ ۲۲۶ میں زیر آیت کریمہ **ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اسأتم فلھا** ۔ لکھا ہے کہ جب یحییٰ نبیؑ کو یہود نے شہید کر دیا تو شہر بابل سے خردوش بادشاہ نے ان پر چڑھائی کی۔ ملک شام میں آ کر اترا اور اپنا ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سردار لشکر دیکر بیت المقدس میں بھیجا۔ سردار وہاں گیا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص کا خون زمین پر جوش مار رہا ہے۔ زمین اس کو نہیں نگلتی۔ یہود سے پوچھا، انہوں نے نہیں بتلایا۔ اس نے ان کے بہت سے آدمی مار ڈالے۔ پہلے سات سو ستر سردار مارے، پھر سات سو لڑکے، پھر سات ہزار بوڑھے اور ان کی عورتیں۔ آخر وہ ڈر گئے اور انہوں نے بتلا دیا کہ یہ یحیی نبیؑ کا خون ہے۔ اس سردار نے اپنا لشکر باہر نکلوا دیا اور شہر کے دروازے بند کر کے اسرائیل میں تنہا ہو کر یہ کلمات کہے۔

یا یحی بن زکریا قدعلم ربی وربك ما قداصاب قومك من اجلك ومن قتل منهم فاهدأ باذن ربك قبل ان الا بقی من قومك احدا الا قتلته فهدأ الدم باذن الله .

یعنی ''اے یحیی بن زکریا! میرے اور تیرے رب نے جان لیا ہے جو تیری وجہ سے قوم کو پہنچا ہے۔ اور جو ان سے قتل ہو گئے اللہ کے حکم سے تو ٹھہر جا، ورنہ میں تیری قوم سے ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا مگر قتل کر دوں گا۔ پس وہ خون اللہ کے حکم سے ٹھہر گیا۔''

جواب: تفسیر ابن کثیر جلد۶ صفحہ۴۵ میں ہے۔

عن یحی بن سعید قال سمعت سعید بن المسیب یقول ظهر بختنصر علی الشام فخرب بیت المقدس وقتلهم ثم اتی دمشق فوجد بها وما یغلی علی کبا فسالهم ما هذاا لدم فقالوا ادر کنا اباء نا علی هذا وکلما ظهر علیه الکبا ظهر قال فقتل علی ذلك الدم سبعین الفا من المسلمین وغیرهم فسکن وهذا صحیح الی سعید بن المسیب وهذا هو المشهور .

یعنی ''سعید بن میّب (تابعی) فرماتے ہیں بختنصر بادشاہ شام پر غالب آیا پس بیت المقدس کو خراب کیا۔ اور لوگوں کو قتل کیا پھر دمشق میں آیا اور وہاں خون پایا۔ جو جھاگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ جوش مار رہا تھا۔ان سے پوچھا کہ یہ کیسا خون ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی پر پایا ہے۔اس نے ستر ہزار مسلمان وغیرہ اس خون پر قتل کئے۔پس خون ٹھہر گیا (یعنی صرف قتل ہی سے خون ٹھہر گیا نہ بعد میں یحیٰ علیہ السلام کی نداء سے) اس کی سند سعید بن میسب تک صحیح ہے۔اور یہی مشہور ہے۔"

اسکی دو تین سطر بعد ابن کثیر لکھتے ہیں۔

جرت امور کوائن یطول ذکرها ولو وجدنا ماهو صحیح اوما یقاربه لجاز کتابته وروایته.

یعنی "اس میں بہت سے معاملات اور حادثے ہوئے۔جن کا ذکر لمبا ہے۔اگر ہم ان کو صحیح پاتے یا صحیح کے قریب پاتے۔تو ان کا لکھنا اور انکا نقل کرنا جائز ہوتا۔"

غرض جو کچھ سعید بن میسب نے ذکر کیا ہے وہ لکھنے اور روایت کرنے کے قابل ہے اس کے علاوہ باقی امور جن میں سے خردوش اور اس کے سردار کا واقعہ بھی ہے یہ سب بے ثبوت ہیں اور اسرائیلیات عموماً اسی قسم کے ہوتے ہیں۔دیکھئے! یہود توراۃ سے باتیں سناتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بات سن کر نہ اس کو سچ کہو، نہ جھوٹ چنانچہ مشکوۃ باب الاعتصام میں ہے تو بھلا ادھر ادھر کی باتوں کا کیا حال؟ وہاں وعظ و نصیحت کے طور پر کسی بات کا سنا دینا اس کا کوئی حرج نہیں۔کیونکہ وعظ نصیحت کے لئے یہ شرط نہیں۔کہ وہ بات صحیح ہو بلکہ غیر معتبر ہو تب بھی مقصود حاصل ہے۔کیونکہ مقصود خوف دلانا ہوتا ہے۔ممکن ہے کہ یہ درست ہو، تو ہمیں چاہئے کہ ایسی حالت سے بچیں۔ورنہ عمل اور عقیدہ کے لائق نہیں۔ دیکھئے مشکوۃ باب الاعتصام میں ہے۔حضرت عمرؓ جب توراۃ کی تختیاں پڑھ رہے تھے تو حضرت رسول اللہ ﷺ کیسے سخت ناراض ہوئے اور فرمایا۔

امتهکون انتم کما تهو کت الیهود والنصارىٰ.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''کیاتم بھی سرگرداں ہونے والے ہو جیسے یہود ونصاریٰ سرگرداں ہو گئے۔''

پھر فرمایا۔ **ولو کان موسی حیا ماوسعه الا اتباعی .**

یعنی ''آج اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری تابعداری کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔''

اور وعظ ونصیحت کے طور پر بھی انہی اسرائیلیات کا ذکر کرنا ٹھیک ہے جنکی اسناد میں کوئی راوی جھوٹا یا متہم نہ ہو۔ نہ اس کی طرز بیان سے ٹپکتا ہو۔ کہ یہ بناوٹی ہے، نہ بالکل بے سند ہو جیسے ابن کثیر سے ابھی ہم نقل کر چکے ہیں۔

اسکے علاوہ نداء اور خطاب کئی طرح سے ہوتا ہے۔ چنانچہ تفصیل صفحہ ۳۰ اور ۳۱ میں گزر چکی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معجزے یا کرامت کی صورت ہو، تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر شئے فہم اور ادراک والی ہے خواہ انسان ہو یا حیوان یا جماد وغیرہ۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یانار کونی بردا و سلاما علی ابراهیم .یاجبال اوبی معه والطیر .یاارض ابلعی ماءك ویا سماء اقلعی .

یعنی ''اے آگ! ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور سلامت ہو جا۔ اے پہاڑو! پرندو! داؤدؑ کے ساتھ تسبیح پڑھو۔ اے زمین! اپنا پانی نگل جا۔ اے آسمان! بند ہو جا۔''

اس قسم کی نداء اور خطاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمادات غیر جمادات کو بہت ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے لحاظ سے اگرچہ ان میں فہم نہیں۔ لیکن اللہ کے نزدیک یہ ایسے نہیں ٹھیک اسی طرح معجزہ اور کرامت کے وقت نبی اور ولی کے نزدیک ان میں فہم پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں یہ الفاظ ہوتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے تو ایسا ہو جا۔ چونکہ اللہ کا حکم ذکر ہوتا ہے تو وہ ایسا ہی ہو گیا جیسے اللہ نے خطاب کیا ہے اور بندے کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا صرف بندے کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے جیسے معجزہ اور کرامت کا دستور ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۴۴۲ میں اور دیگر تفاسیر وغیرہ میں ہے کہ جب قارون اور اس کے ساتھیوں کی سرکشی حد بڑھ گئی تو اللہ تعالی نے زمین موسی علیہ السلام کے تابع کر دی موسی علیہ السلام نے زمین کو کہا **یاارض خذیھم** یعنی ''اے زمیں! انکو پکڑ لے'' تو زمین نے ان کو پکڑ لیا یعنی زمین میں دھنس گئے۔

اور مشکوۃ باب المعجزات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قضائے حاجت ہوئی کہیں پردہ نہ ملا تو ایک درخت کی ٹہنی پکڑ کر فرمایا۔ **انقادی علی باذن اللہ** ''تو اللہ کے حکم سے میرے تابع ہو جا'' اس کو کھینچتے ہوئے دوسرے درخت کی طرف لے گئے اسی طرح دوسرے درخت کو کہا اور اس کو کھینچتے ہوئے پہلے کی طرف لے آئے۔ یہاں تک کہ دونوں کو ملا دیا اور جب فارغ ہوئے تو درخت اپنی اپنی جگہ پر آ گئے۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۶ میں عمرؓ کی کرامات میں ہے کہ جب عمرو بن عاصؓ نے ملک مصر فتح کیا تو مصر کے لوگ عمرو بن عاصؓ کے پاس اکٹھے ہو کر آئے۔ اور کہا کہ دریائے نیل کے لئے ایک عادت ہے اس کے بغیر جاری نہیں ہوتا۔ وہ جب کہ فلاں ماہ کی گیارھویں رات ہوتی ہے تو ایک جوان لڑکی جس کے ماں باپ زندہ ہوتے ہیں اس کے ماں باپ کو دولت مال سے راضی کر کے اور اس لڑکی کو نہایت عمدہ کپڑے اور اعلی درجہ کا زیور پہنا کر دریا میں ڈال دیتے ہیں تب جاری رہتا ہے ورنہ خشک ہو جاتا ہے عمرو بن عاصؓ نے کہا یہ جاہلیت کی رسم ہے۔ اسلام میں جائز نہیں۔ وہ لوگ بند ہو گئے دریا نیل خشک ہو گیا یہاں تک کہ سخت قحط سالی پڑ گئی اور انہوں نے ملک و وطن چھوڑنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ عمرو بن عاصؓ نے جب یہ حال دیکھا تو حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اس طرح کا معاملہ ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ تو نے بہت اچھا کیا واقعی یہ جاہلیت کی رسم ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اور میں نے ایک چھوٹا سا پرچہ بھیجا ہے اس کو دریائے نیل میں ڈال دے عمر بن عاصؓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے یہ پرچہ کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا۔

من عبداللہ عمر امیر المومنین الی نیل مصر اما بعد فان کنت تجری من قبلك فلا تجرد ان کان اللہ یجریك واسل اللہ الواحد القهار من یجریك .

یعنی "یہ پرچہ اللہ کے بندے عمر امیر المومنینؓ کی طرف سے ہے۔ دریائے نیل کی طرف حمد وصلوۃ کے بعد! اے نیل اگر تو اپنے اختیار سے جاری ہوتا تھا تو نہ جاری ہو۔ اور اگر اللہ تجھے جاری کرتا تھا تو میں اللہ سے سوال کرتا ہوں تجھے جاری کر دے۔"

عمرو بن عاصؓ نے یہ پرچہ دریا نیل میں ڈال دیا۔ وہ جاری ہو گیا۔ اس واقعہ سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ کسی کام کا ہو جانا، اس سے یہ دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ کہ یہ جائز ہے دیکھئے! ہر سال دریا میں لڑکی ڈالنے سے دریا جاری رہتا اگر نہ ڈالتے تو بند ہو جاتا حالانکہ اسلام ان باتوں کی اجازت نہیں دیتا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں فلاں قبر پر جانے سے یہ ہو گیا فلاں قبر میں یہ تاثیر ہے ان کو اس محل میں غور کرنا چاہئے کہ یہ ان کی کتنی بڑی غلطی ہے کہ صرف کسی کام کے ہو جانے سے اس کو جائز سمجھ لیتے ہیں۔

دوسری بات جو ثابت ہوئی وہ یہی ہے۔ جو یہاں ذکر ہو رہی ہے کہ معجزے اور کرامت کے وقت جمادات کو بھی خطاب ہو سکتا ہے۔ اب کوئی شخص معجزے اور کرامت پر قیاس کر کے جمادات کو پکارے۔ جیسے مشرکین بتوں سے مرادیں مانگتے ہیں۔ یا قبروں پر اسی غرض سے جائے یا فوت شدہ لوگوں سے امداد چاہے تو اس کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

والذین یدعون من دونه لایستجیبون لهم بشیء کباسط کفیه الی الماء لیبلغ فاه وما هو ببالغه وما دعاء الکفرین الا فی ضلل .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی ’’ جو غیروں کو پکارتے ہیں ۔غیر ان کی فریاد قبول نہیں کرتے ۔ان پکارنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی (کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ کر) پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے (اور اس کو بلائے) کہ اس کے منہ کو پہنچ جائے ۔اور وہ اس کے منہ کو کبھی نہیں پہنچ سکتا۔اور نہیں پکار کافروں کی مگر گمراہی میں ۔‘‘

خوردوش کے سردار کا واقعہ اگر بالفرض صحیح ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ اس سردار کی کرامت [1] ہوگی کیونکہ خون کا اس طرح سے جوش مارنا، پھر ان کے کہنے سے ٹھہر جانا خرق عادات سے ہے تو اس سے استمداد غیر اللہ کا جواز کس طرح ثابت ہوا۔ دیکھئے ! بے علمی کہاں تک نوبت پہنچاتی ہے ۔اعاذنا اللہ منه .

بست و ششم : طبقات کبریٰ شعرانی صفحہ ۹۳ میں ابو الخیر اقطع کا ایک واقعہ لکھا ہے جو چوتھی صدی میں ہوئے ہیں ۔

کان رضی اللہ عنه یقول اتیت رسول اللہ ﷺ وانا جائع فقلت انا ضیفك یا رسول اللہ ﷺ وتنحیت ونمت خلف المنبر فرأیت النبی ﷺ فقبلت مابین عینیھم فدفع لی رغیفا فاکلت نصفه وانتھت وبیدی نصف الاخر .

یعنی ’’میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ میں آیا اور میں بھوکا تھا پس میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ! میں آپ ﷺ کا مہمان ہوں اور وہاں سے الگ ہو کر منبر کے پیچھے آ کر سو گیا۔رسول اللہ ﷺ کو میں نے خواب میں دیکھا میں نے آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کی درمیانی جگہ کا بوسہ لیا۔آپ ﷺ نے مجھے ایک چپاتی دی ۔میں نے ابھی آدھی کھائی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی ۔اور آدھی میرے ہاتھ میں تھی ۔‘‘

۱۔ کرامت تب ہوگی اگر وہ نیک ہو ورنہ استدراج ہوگا ۔۱۲

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

جواب: ابوالخیر اگر چہ صالح شخص تھے، ان سے بعض کرامتیں بھی ظاہر ہوئی ہیں۔ مگر علم میں کوئی ان کی شہرت نہیں۔ بلکہ فاتحہ بھی ٹھیک نہیں پڑھ سکتے تھے چنانچہ طبقات شعرانی کے صفحہ ۹۴ میں ہے اسلئے ان کا یہ کہنا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کا مہمان ہوں قابل اعتماد نہیں۔ اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ کسی کام کا ہو جانا دلیل جواز نہیں دلیل جواز قرآن وحدیث اور اجماع امت ہے۔ اگر قبر پر درخواست ہو سکتی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر حضرت عباسؓ کو وسیلہ نہ بناتے اور اگر کرامت کے طور پر رسول اللہ ﷺ سے گفتگو ہوئی ہو تو کرامت خرق عادات سے ہے اور خرق عادات بھی دلیل نہیں کیونکہ وہ اپنے محل پر بند رہتے ہیں۔

پھر ایک اور بات سنئے! وہ یہ کہ بعض نے اس واقعہ کی بابت صفوۃ الصفوہ میں ابن الجوزی کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اور مختصر صفوۃ الصفوہ میں شعرانی نے ابوالخیر کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی زیادہ معروف شخص نہیں تھے۔ پس ان کے قول کو کسی مسئلہ کی تائید میں بھی پیش نہیں کر سکتے چہ جائیکہ اس سے کوئی مسئلہ ثابت کیا جائے۔ خاص کر مسئلہ توحید جو زیادہ محل احتیاط ہے۔

اس کے علاوہ یہ واقعہ مجہول الاسناد ہے اور مجہول الاسناد سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا فافھم

بست وہفتم: نورالدین علی سمہودی خلاصۃ الوفاء صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں:

قال ابو العباس بن نفیس المقری الضریر جعت بالمدینة ثلاثة ایام فجئت الی القبر فقلت یا رسول اللہ ﷺ جعت ثم بت ضعیفا فرکضتنی جاریة برجلها فقمت معها الی دارها فقدمت الی خبز برو تمر او سمنا وقالت کل یا ابا لعباس فقد امرنی بهذا جدی ﷺ ومتی جعت

فات الینا انتهی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''ابوالعباس بن نفیس کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں تین دن کا بھوکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر آ کر میں نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں بھوکا ہوں۔ پھر میں نے کمزوری کی حالت میں رات گزاری۔ پس ایک لڑکی نے مجھے پاؤں مار کر جگایا۔ میں اس کے ساتھ اس کے گھر گیا۔ اس نے میرے سامنے گیہوں کی روٹی اور کھجوریں اور گھی رکھا اور کہا اے ابوالعباس! میرے نانے نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے ﷺ جب تجھے بھوک لگے تو ہمارے پاس آ جایا کرو۔''

جواب: اس روایت کا جواب قریبا وہی ہے جو اوپر والی روایت کا ہے یعنی یہ بھی مجہول الاسناد ہے اور ابوالعباس غیر معروف ہے۔ جس کا فعل قابل اعتماد نہیں۔ اور کسی کام کا ہو جانا دلیل جواز نہیں بلکہ دلیل جواز قرآن و حدیث اور اجماع امت ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی بابت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی تابعداری کرو، انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر حضرت عباسؓ کا وسیلہ پکڑا۔ کیا مسلمان جس کے دل میں سلف کی عزت ہے وہ ایسے ایسے صحابہؓ کی روش کو چھوڑ کر ان لوگوں کی روش کو اختیار کر سکتا ہے جو سینکڑوں برس بعد ہوئے ہیں۔ خاص کر جن کے علم کی بھی کوئی شہرت نہ ہوا کثر اہل بدع اسی بیماری میں مبتلا ہیں کہ صحابہ وغیرہ کی کوئی قدر نہیں کرتے **کل جدید لذیذ** (ہر نئی چیز اچھی لگتی ہے) پر عمل کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ **کل محدث بدعه و کل بدعة ضلاله** (ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے) کا خیال نہیں رکھتے گویا نہ سنت رسول کی کچھ پرواہ ہے نہ صحابہؓ کی بات کی کوئی عزت ہے (**انا لله و انا اليه راجعون**).

بست و ہشتم: شاہ عبدالحقؒ جذب القلوب میں احمد بن محمد صوفی کا واقعہ لکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں تین ماہ جنگل میں رہا اور درختوں کے پتے کھاتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے جسم کا چمڑا پھٹ گیا۔ مدینہ شریف آیا رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے یاروں کی زیارت کی اور ان پر درود و سلام پڑھا۔ پھر وہاں نیند آ گئی خواب میں رسول اللہ ﷺ ملے۔ میں نے آپ ﷺ کے پاس فاقہ کی شکایت کی آپؐ نے مجھے چند درہم دیئے جب آنکھ کھلی تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے ہاتھ میں تھے۔میں بازار گیا اور ایک درہم کا کھانا کھایا۔اور خدا کا شکر ادا کیا۔اور رسول اللہ ﷺ پر سلام کہہ کر پھر جنگل کو چلا گیا۔

جواب: اس کا جواب بھی اوپر کی روایت کا ہے اس کے علاوہ اس میں بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کا کوئی ذکر نہیں۔اور شریعت کا تعلق بیداری سے ہے نہ نیند سے ہاں ان درہموں کا آنکھ کھلنے کے بعد ہاتھ میں موجود رہنا یہ خرق عادات سے ہے۔پس اگر یہ بات ثابت ہو جائے۔تو احمد بن محمد کی کرامت ہوگی۔اور کرامت اور معجزے کی بابت ہم کئی بار بتلا چکے ہیں کہ اس سے استدلال صحیح نہیں۔ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲۔

تنبیہ: اس قسم کی بعض روایتیں بھی ہیں۔جیسے ابو محمد اشبیلی ایک شخص کی بابت کہتے ہیں۔کہ وہ بیمار ہو گیا یہاں تک کہ طبیبوں نے اس کو جواب دیدیا۔اس کی طرف سے وزیر بن ابی خصالؒ نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا جس میں شفاء طلب کی۔اور وہ سواروں کے ہاتھ مدنیہ شریف بھیجا جب آپؐ کی قبر مبارک پر وہ خط پڑھا گیا تو اسی وقت وہ شخص تندرست ہو گیا۔

اور محمد بن سکندرا اپنے باپ کا واقعہ سناتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص نے ۸۰ مہریں امانت رکھیں اور عند الضرورت صرف کرنے کی اجازت دے دی میرے والد کو کہیں ضرورت ہوئی۔انہوں نے خرچ کر لیں جب وہ آیا تو حیران ہو گئے کہ کہاں سے ادا کروں رسول اللہ ﷺ کے روضہ پر گریہ زاری کی۔ایک شخص نے ۸۰ مہروں کی تھیلی میرے والد کے ہاتھ میں دے دی۔

اور احمد بن قسطلانی کہتے ہیں کہ میں بہت مدت تک بیمار رہا۔کوئی دوا نفع نہیں کرتی تھی ۸۹۳ھ میں جمادی الاول کو رسول اللہ ﷺ سے مدد چاہی۔اسکے بعد میں سو گیا خواب میں ایک شخص ملا اس نے دوا دی اور کہا یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے وہ دوا استعمال کی۔جب آنکھ کھلی تو اس بیماری کا نام ونشان نہ رہا۔

اور ابو محمد عبد الرحمن جزولی فرماتے ہیں کہ ہر سال میری آنکھیں دکھنے آتی تھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب میں مدینہ شریف آیا تو اس سال بھی آنکھیں دکھنی آ گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر آ کر فریاد کی تو بالکل صحت ہو گئی۔

اور بعض ابو طالب کے اشعار کو دلیل لیتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی مدح میں واقع ہوئے ہیں۔ جیسے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمته للارمل

یعنی ''سفید رنگ اسکے چہرے کے ذریعہ سے پانی مانگا جاتا ہے یتیموں کا خبرگیر اور بیواؤں کا بچاؤ ہے۔

حالانکہ ابو طالب کافر تھا اسکی بات دلیل نہیں ہو سکتی۔ اگر کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے انکار کیوں نہ کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس نے **لا الہ الا اللہ** نہیں پڑھا تو اس کو کچھ اور کہنا فضول تھا۔ اسکے علاوہ زندے کا وسیلہ مسلم ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اس کو دعاء کے لئے آگے کرے۔ جیسے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کا پکڑا اور حضرت معاویہؓ نے یزید بن اسودؓ کا۔ چنانچہ

صفحہ ۴۱-۴۲ میں گزر چکا ہے صحابہ خیر قرون کو چھوڑ کر ادھر ادھر بھکے پھرنا یہی گمراہی کا اصل الاصول ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی اس قسم کی کئی روایتیں فریق ثانی ذکر کیا کرتا ہے۔ ان سب کا جواب وہی اوپر والی روایات کا ہے۔ کہ اول تو وہ اکثر موضوع ہیں۔ یا مجہول الاسناد ہیں دوم قرآن وحدیث اور سلف کے سوا کسی بات کا اعتبار نہیں۔ نیز کام کا ہو جانا دلیل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کفار کی بھی سنتا ہے اور ان کے کام بھی ہو جاتے ہیں۔

اور اگر کسی بزرگ کی کرامت ہو تو اس سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ خرق عادات اپنے محل پر بند رہتے ہیں۔ وہ کوئی عمل کی شئے نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توسل واستمداد کے قائلین کی نئی دلیلیں

بعض لوگ قبروں کی تعظیم یا توسل واستمداد کے ثبوت میں دو تین نئی دلیلیں پیش کیا کرتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان کا بھی ذکر کردیں۔ تاکہ ہمارا رسالہ جامع ہو جائے۔

پہلی دلیل: آیۃ کریمہ **واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی**۔ یعنی ''مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ'' اس آیت سے آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل کرنا ثابت ہوا۔

جواب: جس شئے کو خدا تعالی نے عبادت بنا دیا۔ وہ تو مومن کا عین مقصود ہے۔ نزاع تو اس میں ہے کہ کیا ہم اپنی طرف سے بھی کوئی شئے مقرر کر سکتے ہیں؟ اسکا جواب ہمیں نفی میں ملتا ہے مثلاً بخاری میں ہے۔ مائی ھاجرہ صفا مروہ کے درمیان پانی کے لئے دوڑی تھیں قرآن میں اللہ تعالی نے صفا مروہ کے درمیان دوڑنے کو حج عمرہ کے احکام سے کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے **ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ**۔ یعنی ''صفا مروہ دین الہی کی نشانیوں سے ہیں''

اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو منی میں جمروں کے پاس شیطان نظر آیا تو انہوں نے شیطان کو کنکر مارے۔ وہی خدا تعالی نے ہمارے لئے عبادت مقرر کر دی چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ .

یعنی ''جو دو دن میں جلدی کرے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور جو پیچھے رہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ اس آیت میں دو دن یا تین دن انہی جمروں کی خاطر ٹھہرا جاتا ہے۔

اسی طرح اور کئی بزرگوں کی یادگار قائم کی گئی۔ تو کیا اب ہم بھی کسی جگہ کوئی بزرگ اپنی ضرورت کے لئے دوڑا ہو تو اس جگہ دوڑیں۔ یا کسی بزرگ نے کسی جگہ اینٹ پتھر مارا ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو ہم بھی مارا کریں حالانکہ کسی مذہب میں یہ درست نہیں صحابہؓ ایسی باتوں سے سخت منع کیا کرتے تھے کئی لوگوں نے مقام ابراہیمؑ کا مسح کیا تو عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ اس کے مسح کا حکم نہیں آیا۔ چنانچہ صفحہ ۷۱ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

امام محمد برکوی رسالہ زیارۃ القبور ملحقہ ردالوافر صفحہ ۵۴ میں محل اجابت سمجھ کر قبروں کی زیارت کرنا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

وقد انكر الصحابة ماهو دون هذا بكثير ما روى غير واحد عن المعرور بن سويد انه قال صليت مع عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه فى طريق مكة صلوة الصبح فقرأ فيها الم تر كيف فعل ربك باصحاب الفيل ولا يلاف قريش ثم رأى الناس يذهبون مذاهب فقال اين يذهب هؤلاء قيل يا امير المومنين مسجد فيه صلى رسول الله ﷺ فهم يصلون فيه فقال انما هلك من كان قبلكم بمثل هذا يتبعون اثار انبياء هم وتتخذو نها كنائس وبيعا فمن ادركته الصلوة فى هذه المساجد فليصل ومن لافليمض ولا يتعمدها وكذلك لما بلغه ان الناس ينتابون الشجرة التى بايع تحتها رسول الله ﷺ اصحابه ارسل فقطعها رواه ابن وضاح فى كتابه فقال سمعت عيسى بن يونس يقول امر عمر بن الخطابؓ بقطع الشجرة التى بويع تحتها النبى ﷺ فقطعها لان الناس كانوا يذهبون الى الشجرة فيصلون تحتها فخاف عليهم الفتنة روى ابو بكر الخلال باسناده عن حذيفة بن اليمان انه قال لرجل جعل فى عنده خيطا من الحمى لومت وهذا عليك لم اصل عليك انتهى .

یعنی "صحابہؓ" نے اس سے بہت چھوٹی باتوں پر بھی انکار کیا ہے۔ چنانچہ معرور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن سوید سے بہت نے روایت کیا ہے کہ رستہ مکہ میں میں نے حضرت عمر بن الخطاب ؓ کے پیچھے نماز فجر کی نماز پڑھی اس میں سورۃ فیل اور لایلاف قریش پڑھی۔(پھر سلام کے بعد) لوگوں کو دیکھا کہ ادھر ادھر جا رہے ہیں پوچھا یہ کہاں جاتے ہیں۔کہا گیا۔امیر المومنین ایک مسجد ہے۔جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔یہ اس میں نماز پڑھتے ہیں۔فرمایا پہلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوگئیں کہ انہوں نے انبیاءؑ کے آثار کے پیچھے لگ کر ان جگہوں میں عبادتخانے اور گرجے بنائے۔جس شخص کو ان مسجدوں میں نماز کا وقت آجائے نماز پڑھے ورنہ گزر جائے۔اور ان مسجدوں کا قصد کر کے نہ جائے اسی طرح جب حضرت عمرؓ کو خبر پہنچی کہ لوگ اس درخت کے پاس یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے بیعت لی تو اس درخت کو کٹوا[1] دیا چنانچہ ابن وضاح نے اپنی کتاب میں اس کو روایت کیا ہے کہ میں نے عیسیٰ بن یونس سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے

---

[1] ایک روایت میں آیا ہے کہ جس سال رسول اللہ ﷺ نے بیعت لی اس سے دوسرے سال اس درخت کا کہیں پتہ نہیں لگا کہ کونسا ہے گویا خدا نے اس پر پردہ ڈال دیا۔ان دونوں روایتوں میں موافقت یوں ہے کہ اصل درخت کا یقینی طور پر پتہ نہیں لگا۔لوگوں نے شبہ سے ایک درخت کو وہی سمجھ کر اس کی زیارت شروع کر دی حضرت عمرؓ نے اس کو کٹوا دیا۔مکہ اور مدینہ کے درمیان جن جگہوں میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے ان کی بابت حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس شخص کو ان جگہوں پر نماز وقت آجائے وہ ان میں نماز پڑھے اور ان جگہوں کا قصد نہ کرے پہلے قصد کر کے نہ آوے یہ عبداللہ بن عمرؓ کے قول کے خلاف نہیں جو بخاری میں ہے کہ وہ ان جگہوں کا قصد کرتے تھے کیونکہ عبداللہ بن عمرؓ ان جگہوں کا قصد کر کے نہیں آتے تھے بلکہ حج اور عمرہ کو جاتے وقت جب جگہوں میں اترتے تو کسی اور جگہ نماز نہ پڑھتے بلکہ ان جگہوں کا قصد کرتے اور یہ حضرت عمرؓ کے اس کہنے کے بالکل موافق ہے کہ جس کو ان جگہوں میں نماز کا وقت آجائے وہ ان میں نماز پڑھے غرض ان جگہوں کی زیارت کی نیت کر کے نماز پڑھنے کیلئے آنا منع اور اتفاقیہ کسی اور کام کی وجہ سے وہاں پہنچ جائے، نماز کا وقت آجائے تو وہاں نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ اس سے وہ جگہیں زیارت گاہ نہیں بنتیں ۱۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت ہوئی۔ کیونکہ اسکے نیچے لوگ نماز پڑھنے کیلئے جاتے تھے۔ تو حضرت عمرؓ کو لوگوں پر شرک کا خوف ہو گیا، ابوبکر خلال نے اپنی اسناد کے ساتھ حذیفہ بن یمان صحابیؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے بازو میں تاگا بندھا ہوا دیکھا جو اس نے بخار کے لئے کسی سے کروایا تھا۔ تو فرمایا اگر تو مرجاتا اور یہ تاگا تجھ پر ہوتا تو میں تجھ پر نماز جنازہ نہ پڑھتا۔

خلیفہ ثانیؓ اور خوف شرک

بلاغ المبین کے صفحہ ۷-۸ میں شاہ ولی اللہ محدث صاحب نے بھی مکہ مدینہ کے درمیان میں مسجد اور درخت کے متعلق حضرت عمرؓ کی یہ دونوں روایتیں ذکر کی ہیں یعنی مکہ مدینہ کے درمیان مسجد میں نماز کا قصد کرنے کو منع کرنا اور اس درخت کو کٹوا دینا جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی۔ یہ ذکر کر کے اہل قبور کی بڑی تردید کی ہے۔ جو اس قسم کے آثار کو اور بزرگوں کے عصا اور تسبیح وغیرہ کو کہیں نصب کر کے زیارت گاہ مقرر کر دیتے ہیں۔ اور انکا قصد کر کے زیارت کو آتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

تقرب الٰہی کیلئے سفر

خاص کر ایسی جگہوں کے لئے سفر کرنا اور دور دراز کی منازل طے کرتے ہوئے آنا یہ اور بہت برا ہے متفق علیہ حدیث ہے۔ حضرت عمرؓ کے درخت بیعت رضوان کٹوانے کی روایت کو ابن فضل کے علاوہ ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے بھی روایت کی ہے اور فتح الباری میں اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد المسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی ھذا .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''پالان نہ باندھیں جائیں یعنی سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف ،مسجد حرام، مسجد اقصی، مسجد بیت المقدس اور میری مسجد۔''

نسائی (باب) ذکر الساعۃ التی یستجاب فیھا الدعاء یوم الجمعۃ جلد اول صفحہ ۲۱۵ میں ہے حضرت ابوھریرہؓ کہتے ہیں۔

لقيت بصرة بن ابى بصرة الغفارى قال من اين جئت قلت من الطور قال لو لقيتك من قبل ان تاتيه لم تاته قلت له ولم قال انى سمعت رسول الله ﷺ لا تعمل المطى الا الى ثلثه المسجد الحرام ومسجدى ومسجد بيت المقدس .

یعنی ''میں بصر بن ابی بصرہ کو ملا۔ انہوں نے کہا آپ کہاں سے آئے؟ میں نے کہا پہاڑ طور سے کہا اگر میری ملاقات آپ سے پہلے ہوتی تو آپ پہاڑ طور پر نہ آتے میں نے کہا کیوں؟ کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام، میری مسجد، بیت المقدس۔

علامہ سندی حنفی اس حدیث پر لکھتے ہیں۔

استدلال بصرة به وهو راوى الحديث يدل على ان المستثنى منه عام اى مكان لے من الامكنة.

اشہر بن حوشب کہتے ہیں **سمعت ابا سعيد الخدرى وذكرت عنده صلوة فى الطور فقال قال رسول الله ﷺ لا ينبغى للمطى ان تشد رحاله الى مسجد ينبغى فيه الصلوة غير المسجد الحرام والمسجد الاقصى ومسجدى هذا۔** (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''بصرہ راوی حدیث کا استدلال دلالت کرتا ہے کہ مستثنیٰ منہ عام ہے۔یعنی کسی جگہ کی طرف (تقرب کے لئے) سفر کرنا جائز نہیں۔مگر تین مسجدیں ۔

امام مالک اور زیارۃ قبر نبوی

ابن تیمیہ علیہ الرحمہ فائدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلۃ کے صفحہ ۹۷ میں لکھتے ہیں. وسئل

مالك عن رجل انذر ان ياتي قبر النبي ﷺ فقال مالك ان ارادالقبر فلا ياته وان اراد المسجد فلياته ثم ذكر الحديث لا تشد الرحل الا الى ثلثه مساجد ذكر القاضي اسما عيل في مبسوط

یعنی ''امام مالک علیہ الرحمہ ایک شخص کی بابت جس نے نذر مانی کہ قبر نبی ﷺ کو آئے گا سوال ہوا تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ اگر قبر کا ارادہ کیا ہے۔تو نہ آوے اگر مسجد نبوی کا

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۶۴ میں نے ابو سعید خدریؓ کے پاس طور میں نماز کا ذکر کیا ۔تو کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسجد کی طرف پالان نہ باندھے جائیں۔سوا مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔اس حدیث سے بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ مستثنیٰ منہ عام نہیں بلکہ مسجد ہے۔لیکن ابو سعیدؓ کا کوہ طور پر جانے کی ممانعت پر استدلال کرنا بتلا رہا ہے کہ مستثنیٰ منہ عام ہے پس اب دو صورتیں ہیں۔یا تو الی مسجد میں مسجد سے مراد مکان معظم ہو خواہ حقیقت میں معظم ہو یا لوگوں کے خیال میں معظم ہو یا الی مسجد کا لفظ شہر بن حوشب کی غلطی ہو۔کیونکہ شہر بن حوشب کو تقریب میں کثیر الارسال والاوھام لکھا ہے۔یعنی بغیر سنے بہت روایت کرتا ہے۔اور بھولتا بہت ہے اور اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابو سعید خدریؓ کے اور کسی شاگردوں نے یہ روایت کی ہے۔کسی نے بھی الی مسجد ذکر نہیں کیا۔حالانکہ وہ اس سے اچھے ہیں جیسے عطاء بن یزید قرعہ بن یحیٰ عکرمہ مولیٰ زیاد۔ابو الوداک، ان سب کی روایات مسند احمد میں موجود ہیں ملاحظہ ہوں صفحات ۴۵، ۵۱، ۵۳، ۷۱ وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارادہ کیا ہے تو آئے کیونکہ حدیث میں سے تین مسجدوں کے سوا کسی جگہ کی طرف (بہ نیت تقرب) سفر جائز نہیں۔ اس واقعہ کو امام مالک سے قاضی اسماعیل نے اپنی مبسوط میں ذکر کیا ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ طلب علم اور دیگر ضروریات کے لئے سفر کا کوئی حرج نہیں صرف کسی جگہ کی طرف جس میں قبر نبوی بھی داخل ہے ثواب کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں ہاں اگر کوئی یہاں سے مسجد نبوی کی نیت پر سفر کرے۔ اور وہاں پہنچ کر نبی ﷺ کی قبر مبارک کی بھی زیارت کرے تو اس کا کوئی حرج نہیں۔ بلکہ ایسا ہی کرنا چاہئے۔ تاکہ انسان شبہ سے بھی نکل جائے۔ اور کام بھی دونوں ہو جائیں پس یہاں سے یا مکہ شریف سے یہ نیت کرے کہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کو جاتا ہوں جب وہاں پہنچ کر نماز سے فارغ ہو جائے تو قبر نبوی کی زیارت بھی کر لے۔

دوسری دلیل

(بخاری میں ہے) عتبان بن مالک کہتے ہیں۔ جب میری نگاہ میں نقصان آ گیا میں نے رسول کریم ﷺ کے پاس آدمی بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اس جگہ مسجد بنالوں۔ حضور ﷺ تشریف لائے، نماز پڑھی عتبان بن مالک نے اس جگہ مسجد بنالی۔

جواب:

یہاں پر دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک جگہ مسجد کی ضرورت ہے اور مسجد بنانے کی تجویز ہو چکی ہے تو اب اس کا افتتاح (یعنی اس کا شروع) کسی بزرگ کے ہاتھ سے بہتر ہے خواہ افتتاح اس طرح ہو کہ وہ اس جگہ نماز پڑھ دے یا اس طرح ہو کہ اس کے وضو کا پانی وہاں چھڑک دیا جائے یا اس طرح ہو کہ بنیاد اس کے ہاتھ سے رکھائی جائے۔ یا اس طرح ہو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کہ مسجد پوری کر کے پہلے اس سے نماز پڑھوائی جائے۔ چنانچہ قریبا قریبا یہ صورتیں احادیث سے ثابت ہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مسجد کی بناء جتنی پرہیزگاری اور تقوی پر ہو اتنی بہتر ہے۔ چنانچہ آیۃ کریمہ **لمسجد اسس علی التقوی** سے ثابت ہے۔ اور بزرگ میں اخلاص اور تقوی چونکہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس کے ہاتھ سے افتتاح زیادہ مناسب ہے۔ عتبان بن مالک کا واقعہ اسی صورت سے ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ نبی نے یا کسی بزرگ نے اتفاقیہ کسی جگہ نماز پڑھتی ہے یا وہاں کوئی اور کام کیا ہے تو ہم اس کو زیارت گاہ بنالیں اور تبرک سمجھ کر قصد کر کے اس جگہ زیارت کے لئے آئیں۔ یا اس جگہ مسجد بنا کر قصد کر کے اس میں نماز پڑھنے کو آئیں۔ یعنی پہلے مسجد کا وہاں خیال نہ تھا۔ نہ مسجد کی ضرورت تھی۔ صرف تبرک حاصل کرنے کی خاطر کیا گیا ہو تو جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس سے منع کیا ہے۔ ہاں اتفاقیہ وہاں نماز کا وقت آ گیا ہو تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ یہ بھی حضرت عمرؓ کے قول میں گزر چکا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ انسان کو خدا تعالی نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور عبادت بغیر کھائے پیئے نہیں ہو سکتی تو کھانا پینا اس نیت سے کہ میں خدا کی عبادت کروں، اچھی شئے ہے۔ اگر کوئی شخص اس کو الٹ کر یوں سمجھ لے۔ کہ میری زندگی کا مقصد کھانا پینا ہے۔ جیسا کہ آجکل لوگوں کی حالت ہے کہ وہ رات دن اسی دھن میں ہیں۔ تو یہ بہت بری شئے ہے۔

ٹھیک اسی طرح مقصد اصل میں مسجد کا بنانا ہو اور اسکے لئے کسی بزرگ کا تبرک حاصل کرلیا جائے، جیسے وہ اپنے ہاتھ سے بناء رکھدے یا وہاں نماز پڑھ دے یا کسی اور طریق سے چنانچہ اوپر ذکر ہوا ہے تو یہ اچھی شئے ہے۔ اور اگر مقصد تبرک ہو۔ اور اس کی خاطر وہاں مسجد یا زیارت گاہ بنادی گئی۔ تو ایسا ہی ہو گیا کہ زندگی کا مقصد کھانا پینا سمجھ لیا۔ شیخ سعدی مرحوم فرماتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوردن برائے زیستن وذکر کردن است

تو معتقد کہ زیستن ازبہر خوردن است

غرض تھوڑے سے ہیر پھیر سے شئے کا حکم بدل جایا کرتا ہے۔تبرک سے کسی مومن کو انکار نہیں مگر جس طرح تبرک شرع سے ثابت ہے۔اسطرح حاصل کرنا چاہئے۔اپنی طرف سے کوئی صورت ایجاد نہیں کرنی چاہئے۔کیونکہ شریعت کانٹے کا تول ہے۔اپنی طرف سے ذراسی کمی بیشی بھی اچھی نہیں دیکھئے! نبی ﷺ کا وجود سراسر خیر و برکت ہے بلکہ ہر نبی کی یہی حالت ہے۔اس کو مٹی بھی نہیں کھاتی اور نہ وہ متغیر ہوتا ہے پھر اس کو دفن کیوں کیا جاتا ہے بلکہ جیسے دانیال نبی کی نعش فارس والوں نے رکھ چھوڑی تھی اور بارش وغیرہ کے موقع پر اسکو باہر نکالتے تو بارش ہو جاتی۔اسی طرح ہونا چاہئے تھا۔مگر نہیں شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔بلکہ حضرت عمرؓ نے شرک کے خوف سے دانیال نبی کی قبر ہی کو بے نشان کر دیا۔چنانچہ صفحہ ۶۶۔۶۷ میں گزر چکا ہے اور آپ کی قبر کو اس لئے بے نشان نہیں کیا گیا کہ آپ نے خدا سے دعا کی ہے کہ یا اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا لوگ اس کی پوجا کریں تو آپ کی دعا خدا نے قبول کی ہے اس لئے عموماً وہ محفوظ رہتی ہے خلاصہ یہ کہ تبرک سے کسی کو انکار نہیں لیکن شرع سے باہر ہو کر تبرک نہیں بلکہ بدعت اور شرک ہے

تیسری دلیل

حضرت انسؓ کا فعل پیش کیا کرتے ہیں الفقہ خیر مولوی ابراہیم بدایونی کا ایک رسالہ ہے جو ارکین جمعیت اہلسنت و جماعت بھیمڑی علاقہ بمبئی کی طرف سے شائع ہوا ہے اس کے صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے کہ وہ (انسؓ) قبر اقدس (نبی ﷺ) پر حاضر ہو کر ہاتھ باندھتے ،اٹھاتے ،دیکھنے والے کہتے گویا نماز پڑھ رہے ہیں پہلی دو دلیلیں آیت **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى** اور حدیث عتبان بن مالک بھی اسی رسالہ میں مذکور ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس رسالہ کا مفصل جواب ہم نے رسالہ رد بدعات صفحہ ۲۲ الغایت صفحہ ۲۶ میں دیا ہے۔ اور اس رسالہ میں زیارت قبر نبویؐ کیلئے سفر کرنے کے ثبوت میں چند روائتیں پیش کی ہیں انکے جواب میں ہم نے زیارت قبر نبویؐ الگ رسالہ لکھا ہے جو صاحب تفصیل چاہیں یہ دونوں رسالے منگا کر ملاحظہ کریں۔ حضرت انسؓ کے فعل کے متعلق بھی یہاں الگ لکھنے کی ہم کو ضرورت نہیں وہیں سے نقل کیے دیتے ہیں یہ روایت بالکل بے ثبوت ہے اور حضرت انسؓ پر افتراء ہے اگر کسی کو دعوٰی ہو تو بتلائے کہ یہ روایت کتب حدیث سے کس کتاب میں ہے (تاکہ اسکا صحیح وضعیف ہونا پرکھا جائے) ہاں یہ مندرجہ ذیل روایت حضرت انسؓ سے احیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۴۱۹ میں ذکر کی ہے۔

حضرت انسؓ کا قبر نبوی ﷺ پر آنا

عن ابی امامةؓ قال رأیت انس بن مالكؓ اتی قبر النبی ﷺ فوقف فرفع یدیه حتی ظننت انه افتتح الصلوة فسلم علی النبی ﷺ ثم انصرف

یعنی ”ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ کو دیکھا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر آئے، پس ٹھہرے پس ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ نماز شروع کی پس سلام کہا پھر لوٹ گئے۔

لیکن اس روایت کا حال معلوم نہیں کہ صحیح ہے یا ضعیف، پھر قبر کی تعظیم (یا مسئلہ توسل اور استمداد) سے اس روایت کو کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ابوامامہؓ کو نماز شروع کرنے کا شبہ تبھی پڑا جبکہ حضرت انسؓ نے قبر کی طرف سے منہ پھیر کر قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ پھر دعاء کا ارادہ فسخ ہو گیا۔ اور صرف سلام کہہ کر لوٹ گئے۔ یا سلام کو دعا سمجھ کر ہاتھ اٹھائے۔ جیسے دعاء میں ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ (کیونکہ سلام بھی ایک قسم کی دعا ہے) مگر چونکہ قبر کی طرف سے منہ پھیر کر قبلہ رخ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے تھے۔ اسلئے نماز شروع کرنے کا شبہ ہوا اور اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں صاف ہے کہ وہ قبر کی دیوار سے پیٹھ لگا کر دعاء کیا کرتے تھے

امام ابن قیم علیہ الرحمہ اغاثۃ اللھفان میں (اور امام محی الدین محمد برکوی صاحب طریقہ محمدیہ جن کی وفات ۹۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ رسالہ زیارۃ القبور ملحقہ ردالوافر کے صفحہ ۵۳۸ میں) لکھتے ہیں

قال سلمة بن وردانؒ رأيت انس بن مالكؓ يسلم على النبی ﷺ ثم يسند ظهره الى جدار القبر ثم يدعو۔

یعنی "سلمہ بن وردانؒ کہتے ہیں میں نے انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نبی ﷺ پر سلام ڈالتے پھر پیٹھ قبر کی دیوار کی طرف لگا کر (نبی ﷺ) کے لئے دعاء کرتے۔"

دیکھئے! یہ روایت کیسی صاف ہے کیا قبر کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگانا یہ قبر کی تعظیم ہے پھر ٹیک بھی پیٹھ کیساتھ؟

اس کے علاوہ اور سنئے! مشکوۃ باب القیام میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ کو حضرت رسول اللہ ﷺ سے کوئی زیادہ محبوب نہ تھا۔ مگر آپ کو جب دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے کیونکہ جانتے تھے۔ کہ رسول اللہ ﷺ اس کو اچھا نہیں سمجھتے۔

نیز اسی باب میں روایت ہے کہ جس شخص کو اچھا لگے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

خیال فرمائیں کہ جب آپؐ کی حیات میں صحابہ تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اور کھڑا رہنا پسند نہیں کرتے تھے تو وفات کے بعد قبر پر کس طرح پسند کریں گے؟ پھر نماز کی طرح گویا جو تعظیم خدا کا حق ہے وہ مخلوق کو دیتے تھے۔ معاذ اللہ! صحابہؓ ایسے شرک کے مرتکب ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں یہ محض ان پر افتراء ہے۔ (در بدعات صفحہ ۴۲-۴۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے بڑھ کر اور سنئے! شاہ ولی اللہ صاحب بلاغ المبین کے صفحہ ۶ میں لکھتے ہیں۔

در مصنف خود ابوبکر بن ابی شیبہ کہ از محدثین سلف است آورده اند کہ مردے در مدینہ منورہ قریب روضہ شریف سرور عالم ﷺ ایستادہ چیزے عرض میکرد امام زین العابدینؒ علی بن حسینؓ اورا منع فرمود و گفت آں سرور فرمود است لا تتخذوا قبری وثنا۔

یعنی ''ابوبکر شیبہ'' اپنی مصنف میں روایت لاتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے روضہ شریف کے پاس کھڑا کوئی دعا کر رہا تھا۔ امام زین العابدین علی بن حسینؓ نے اس کو منع کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری قبر کو بت نہ بناؤ (قبر کے پاس اس طرح عرض کرنا گویا قبر کو بت بنانا ہے)

امام محمد برکوی صاحب طریقہ محمدیہ رسالہ زیارت القبور کے صفحہ ۵۲۷ میں لکھتے ہیں۔

وفی مسند ابی یعلی الموصلی عن علی بن الحسین انه رأی رجلا یجئی الی فرجة كانت عندقبر النبی ﷺ فید خل فیها فیدعو فنهاه فقال الا احدثكم حدیثا سمعته عن ابی عن جدی عن رسول الله ﷺ قال لا تتخذوا قبری عیدا ولا بیوتكم قبورا فان تسلیمكم یبلغنی حیثما كنتم وقال سعید بن منصورا خبرنا عبدالعزیز بن الحسن بن الحسن ابن علی بن ابی طالب عند القبر فنادانی وهو ببیت فاطمة یتعشی فقال هلم الی العشاء فقلت لا ارید فقال مال رأیتك عند القبر فقلت سلمت علی النبی ﷺ فقال لذا دخلت المسجد ثم قال ان رسول الله ﷺ لا تتخذوا بیتی عید ولا بیوتكم مقابر وصلوتكم تبلغنی حیثما كنتم فما انت ومن بالاندلس الا سواء منه علیه الصلوة والسلام۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی "علی بن حسینؓ نے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی قبر پر دیکھا دعاء کر رہا تھا تو اس کو منع کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (یعنی ایسا نہ کرو کہ جیسے قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی، گھروں میں نماز نفل وغیرہ نہ پڑھو) کیونکہ تمہارا اسلام جہاں تم ہو مجھے پہنچ جاتا ہے، اور سہیل بن ابی سہیل کہتے ہیں کہ مجھے حسن بن حسنؓ بن علی بن ابی طالب نے قبر نبی کے پاس دیکھا تو بلایا اور وہ فاطمہؓ کے گھر میں عشاء کا کھانا کھا رہے تھے، فرمایا آؤ کھانا کھاؤ۔ میں نے کہا مجھے خواہش نہیں پھر فرمایا قبر کے پاس کیا کر رہے تھے۔ میں نے کہا نبی ﷺ پر سلام ڈالا ہے فرمایا تو مسجد میں اسی لئے داخل ہوا پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے گھر کو عید نہ بناؤ اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور تمہارا درود جہاں تم ہو مجھے پہنچتا ہے پس تو اور جو شخص (اس وقت) ملک اندلس میں ہے۔ دونوں برابر ہو۔ یعنی دونوں کا درود برابر پہنچتا ہے یہ دونوں حدیثیں صراط مستقیم کے صفحہ ۱۸۷ پر ابن تیمیہ علیہ الرحمہ نے بھی ذکر کی ہیں۔ اور ابن تیمیہ علیہ الرحمہ قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ کے صفحہ ۵۷ میں لکھتے ہیں۔

روی ابو یعلی الموصلی فی مسنده عن موسی بن محمد بن حبان عن ابی بکر الحنفی حدثنا عبدالله بن نافع حدثنا العلاء بن عبد الرحمن سمعت الحسن بن علی قال قال رسول الله ﷺ صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوها قبورا ولا تتخذوا بیتی عیدا وصلوا علی وسلموا فان صلوتکم وسلامکم یبلغنی ورواه سعید بن منصور فی سننه ان عبد الله بن حسین بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب رای رجلا یکثر الاختلاف الی قبر النبی ﷺ قال له یا هذا ان رسول الله ﷺ قال لا تتخذوا قبر ی عیدا وصلوا علی حیثما کنتم فان صلوتکم تبلغنی فما انت ورجل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالاندلس منه الاسواء وهذا المعنی عن علی بن الحسین زین العابدین عن ابیه عن علی ابن ابی طالب ذکره عبدالله محمد بن عبد الواحد المقدسی الحافظ فی مختاره الذی هو اصح من صحیح الحاکم وذکره القاضی عیاض عن الحسن بن علی قال اذا دخلت فسلم علی النبی ﷺ فان رسول الله ﷺ قال لا تتخذوا بیتی عیدا ولا تتخذوا بیوتکم قبورا وصلوا علی حیث کنتم فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم .

یعنی ''مسند ابویعلی میں حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھروں میں نماز پڑھواوران کوقبریں نہ بناؤ اور میرے گھر کوعید نہ بناؤ اور مجھ پر درود اور سلام بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود اور سلام مجھے پہنچتا ہے۔اور سنن سعید بن منصور میں ہے کہ حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قبر پر بہت آتا جاتا ہے۔کہا اے فلاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری قبر کوعید نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو۔ پس تو اور وہ شخص جو علاقہ اندلس میں ہے برابر ہو۔اور اسی کے قریب ابوعبداللہ مقدسی حافظ نے اپنی مختار میں زین العابدین سے روایت کیا ہے اور قاضی عیاض بن حسنؓ سے ذکر کیا ہے کہ جب تو مسجد نبویؐ میں اتفاقاً داخل ہوتو نبی ﷺ پر سلام ڈال (اور سلام کا قصد کر کے قبر پر نہ آ) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری قبر کوعید نہ بناؤ اور اپنے گھروں کوقبریں نہ بناؤ۔اور مجھ پر درود بھیجو جہاں ہو۔ کیونکہ تمہارا درود تم جہاں ہو مجھ کو پہنچتا ہے''

ناظرین خیال فرمائیں۔ کہ بڑے بڑے اہل بیت اس معاملہ میں کس قدر احتیاط کرتے ہیں۔ کہ وہ درود اور سلام کے لئے بھی قبر نبویؐ پر قصد اور ارادے سے آنا اچھا نہیں سمجھتے۔اور زیادہ آمدورفت کو بھی پسند نہیں کرتے صرف اتنی اجازت دیتے ہیں کہ جب کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسجد نبویؐ میں اتفاقاً آوے تو آپ پر سلام درود بھی پڑھے لیکن گھر سے اس کا قصد نہ کرے کیونکہ درود و سلام جہاں سے کوئی چاہے مجھے پہنچ جاتا ہے اور دلیل یہ حدیث کرتے ہیں کہ ہماری قبر کو عید نہ بناؤ۔ بتلایئے اپنی حاجات اور ضروریات کے لئے وہ قبر نبویؐ پر آنا کس طرح جائز سمجھیں گے۔ اور جب قبر نبوی پر اپنی ضروریات اور حاجات کے لئے آنا جائز نہ ہوا تو کسی اور کی قبر پر کس طرح جائز ہوگا۔ کوئی اجمیر دوڑتا ہے، کوئی پاکپتن کوئی پیران کلیر کوئی سجادہ، کوئی بندلی شیر کوئی کسی خانقاہ پر کوئی کسی پر۔ کیا یہ مقامات معاذ اللہ قبر نبویؐ سے بہتر ہیں۔ حاشا وکلا

دیکھئے امام ابوحنیفہؒ کیا فرماتے ہیں۔ غرائب فی تحقیق المذاہب میں ہے۔

رای الامام ابو حنیفة من یاتی القبور لاهل الصلاح فیسلم ویخاطب ویتکلم ویقول یااهل القبور هل لکم من خیر وهل عند کم من اثر انی اتیتکم ونا دیتکم من شهور ولیس سوالی منکم الا الدعاء فهل دریتم ام غفلتم فسمع ابو حنیفه یقول ویخاطبه بهم فقال هل اجابوا لك قال لا فقال له سحقا لك وتربت یداك کیف تکلم اجسادا لا یستطیعون جوابا ولا یملکون شیئا ولا یسمعون صوتا وقرأ وما انت بمسمع من فی القبور.

یعنی ”امام ابوحنیفہؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بزرگوں کے مزار پر آتا ہے۔ اور انکو

---

۱ بعض لوگ قبروں کی زیارت کے قصد پر جانے کے لئے بعض احادیث ذکر کرتے ہیں لیکن وہ صحت کو نہیں پہنچیں چنانچہ رسالہ زیارت قبر نبوی میں ہم نے اس کی تفصیل کی ہے۔ اس کے علاوہ ان احادیث میں محض زیارت کا ذکر ہے اپنی حاجات اور ضروریات کے لئے جانے کا ذکر نہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ زیارت قبر نبوی۔ ۱۲

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کہتا ہے اے اہل قبور! تمہارے پاس کوئی بھلائی ہے میں کئی مہینوں سے تمہارے پاس آتا ہوں اور تمہیں پکارتا ہوں میرا سوال تم سے صرف یہی ہے کہ تم اللہ سے میرے حق میں دعاء مانگو امام ابوحنیفہؒ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ان بزرگوں نے تیری دعا کو قبول کیا؟ اس نے کہا نہیں امام صاحب نے فرمایا۔ تو خدا کی رحمت سے دور ہو اور تو ذلیل ہو تو ایسے جثوں سے کیوں کلام کرتا ہے جو جواب نہیں دے سکتے اور جو کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ اور آواز نہیں سنتے اور یہ آیت پڑھی ۔ **وما انت بمسمع من فی القبور** ۔ یعنی ''تو اہل قبور کو نہیں سنا سکتا۔''

تعجب ہے کہ یہ لوگ جن اماموں کی تقلید کرتے ہیں ۔ انکی بھی پرواہ نہیں کرتے آمین رفع یدین میں تو ان کا اتنا پاس کرتے ہیں کہ دنگے فساد تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور مسائل توحید میں انکو پوچھتے بھی نہیں ۔ سب سے مسائل توحید میں احتیاط کرنے والے امام ابوحنیفہ صاحبؒ ہیں ۔ لیکن اتنے ہی ان کے ماننے والے غیر محتاط ہیں۔

امام ابوحنیفہ اور روضہ اطہر پر قیام

دیکھئے! زیارت قبر نبوی کے موقع پر دوسرے امام تو کہتے ہیں ۔ سلام ڈالنے کے وقت قبر مبارک کی طرف منہ کر کے اور دعاء کے وقت قبلہ کی طرف ۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں ۔ دونوں میں قبلہ کی طرف منہ کرے رسالہ دحلان میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنی مسند میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنا سنت ہے صیانۃ الانسان میں اس کے دو جواب دیئے ہیں ۔ ایک یہ کہ مسند امام ابوحنیفہؒ میں جن راویوں نے روایت کی ہے ان میں کئی مجہول، کئی مجروح، کئی کذب سے متہم ہیں ۔ زیادہ مشہور مسند کا راوی ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی ہے ۔ اس کو میزان الاعتدال میں جھوٹی حدیثیں بنانے کے ساتھ متہم کیا ہے ۔ اس کا شاگرد حسن بن زیاد لولوی ہے اس کو میزان الاعتدال میں جھوٹا کہا ہے خاص کر عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت کو طلحہ بن محمد نے صالح بن احمد سے روایت کیا ہے ۔ حظ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وفاء الوفاء۔اور طلحہ بن محمد کو میزان الاعتدال میں ضعیف معتزلہ مذہب کی طرف دعوت دینے والا لکھا ہے۔اور صالح بن احمد کو کذاب لکھا ہے۔

دوسرا جواب صیانۃ الانسان میں یہ دیا ہے کہ ائمہ بعض دفعہ ایک روایت کرتے ہیں۔لیکن مذہب ان کا ان کے خلاف ہوتا ہے۔کیونکہ بعض دفعہ ان کو دوسری جانب کی دلیل قوی معلوم دیتی ہے بعض دفعہ کوئی اور وجہ ہوتی ہے۔اور یہاں اسی طرح ہے کیونکہ کتب حنفیہ میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی تصریح کی ہے جیسے حاشیہ طحطاوی اور درمختار میں اور فتاوی ہندیہ نقلاعن الاختیار شرح مختار وغیرہ میں ہے اس کے بعد صیانۃ الانسان میں کتب حنفیہ کی بعض عبارتیں نقل کی ہیں۔چنانچہ لکھا ہے۔

قال الطحطاوی فی حاشه الدر المختار ثم ینهض فیتوجه الی قبره علیه الصلوۃالسلام فیقف عند راسه مستقبل القبلة یدنو منه قدر ثلثة اذرع او اربعة ولا یدنو اکثر من ذلك انتهی .وفی الهندية نقلا عن الاختیار شرح المختار ثم ینهض فیتوجه الی قبره علیه الصلوة و السلام فیقف عند راسه مستقبل القبلة ثم یدنو منه ثلثة اذرع او اربعةولایدنو منه اکثر من ذلك .انتهی وقال السید محمود افندی شهاب الدین مفتی الحنفية المفسر الشهیر بالا ولوسی فی تفسیره واختلف الا ئمة فی استقباله عندالسلام ففی مذهب ابی حنیفة انه لا یستقبل بل یستدبر ویستقبل القبلة وقال بعضهم یستقبل وقت السلام ویستقبل القبلة ویستدبر وقت الدعاء والصحیح المعمول علیه انه یستقبل وقت السلام وعند الدعاء یستقبل القبلة انتهی.وعن ابی اللیث ؒ یقف مستقبل القبلة وکذلك نقل عن الکرمانی وغیره وماقال السید محمود من ان الصحیح المعمول علیه

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہ یستقبل وقت السلام وعند الدعاء یستقبل القبلۃمردود بما قال ابن جماعۃفی منسکہ من ان الذی صححہ الحنفیۃانہ یستقبل القبلۃ عند السلام والدعاء قولہ وسبق ابن الھمام فی النص علی ذلك العلامۃ ابن جماعۃ فانہ نقل استحباب استقبال القبر عن الامام ابی حنیفہ وردعلی الکرمانی فی انہ یستقبل فقال انہ لیس بشیء اقول راجعت منسك ابن جماعۃ فلم اجد فیہ اثرا من ھذا النقل والردوا نما فیہ فی ذلك الباب ما نقلتہ انفا فلعل ھذا من اکاذیب صاحب الرسالۃ والنسفۃالتی راجعتھا صحیحۃقدیمۃ کتب فی اخرھا ما نصہ وکمل نسخ ھذہ السخۃفی العاشر من شھر رمضان المعظم قدرہ سنۃ ست واربعین وسبع مائۃ احسن اللہ فقصھا نی خیر وعافیۃو کاتبھا محمد بن عیسی البزاوی.

یعنی ''طحطاوی حاشیہ درمختار اور فتاوی ہندیہ میں ہے کہ کھڑا ہو کر قبر نبویؐ کی طرف جائے۔ سر کے نزدیک قبلہ رخ کھڑا ہو آپ سے تین ہاتھ یا چار ہاتھ نزدیک ہو۔ اس سے زیادہ نہ ہو۔ اور سید محمود آفندی مفتی بغداد کہتے ہیں۔ سلام کے وقت قبر کی طرف منہ کرنے میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ صاحبؒ کے مذہب میں قبر کی طرف منہ نہ کرے بلکہ پیٹھ کرے اور منہ قبلہ کی طرف ہو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سلام کے وقت قبلہ کی طرف اور دعاء کے وقت قبلہ کیطرف منہ کرے۔ اور قبر کی طرف پیٹھ کرے۔ اور صحیح قابل اعتماد یہ ہے کہ سلام کے وقت قبر کی طرف منہ کرے اور دعاء کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے۔ اور ابی اللیثؒ سے روایت ہے کہ سلام کے وقت بھی قبلہ رخ کھڑا ہو۔ اسی طرح کرمانی وغیرہ سے منقول ہے۔ اور سید محمود آفندی نے جو کچھ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سلام کے وقت قبر کی طرف منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ ابن جماعہ نے منسک میں کہا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سلام کے وقت بھی قبلہ رخ ہو۔ اور دحلان کا قول اپنے رسالہ میں ہے کہ ابن ھمام سے پہلے ابن جماعہ نے نقل کیا ہے کہ سلام کے وقت قبر کی طرف منہ کرنا مستحب ہے۔ اور کرمانی پر رد کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ میں کہتا ہوں غالباً دحلان کا یہ قول جھوٹ ہے کیونکہ مجھے منسک ابن جماعہ میں اس کا نام ونشان نہیں ملا۔ نہ سلام کے وقت قبر کی طرف منہ کرنے کا اس میں ذکر ہے نہ کرمانی پر رد کرنے کا ذکر ہے میں نے منسک ابن جماعہ کا پرانا معتبر نسخہ دیکھا ہے اس میں سلام کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کا ذکر ہے۔"

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ سلام کے وقت قبر کیطرف منہ کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ سلام کے وقت قبلہ رخ ہو۔ ایک یہ کہ قبر کی طرف منہ کرے کسی نے پہلی کو ترجیح دی ہے کسی نے دوسری کو۔ مگر فتاووں میں زیادہ تر قبلہ رخ ہونے کا ذکر ہے اس لئے راجح قول پہلا ہی معلوم ہوتا ہے خیر سلام کے وقت تو کچھ اختلاف ہے دعا کے وقت تو سب متفق ہیں کہ قبلہ رخ ہونی چاہئے اور امام ابوحنیفہؒ سے سلام کے وقت مختلف روایتوں کا آنا دلالت کرتا ہے کہ وہ مسائل توحید میں بہت زیادہ محتاط تھے۔ خاص کر جبکہ قبلہ رخ سلام کی روایات راجح ہیں۔ اور حقیقت امر یہی ہے اسی لئے بعض نے دوسری روایت امام ابوحنیفہؒ سے ذکر ہی نہیں کی۔

امام محمد برکوی اور رسالہ زیارۃ القبور

امام محمد برکوی رسالہ زیارۃ القبور ملحقہ ردالوافر صفحہ ۵۳۸ میں لکھتے ہیں۔

قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ یستقبل القبلۃ عند السلام ایضا ولا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يستقبل القبر وقال غيره يستقبل القبر عند السلام خاصة ولم يقل احد من الائمة الاربعة انه يستقبل القبر عند الدعاء الاحكاية مكذوبة[1] عن مالك ومذهبه بخلافها وكذالك الحكاية عن الشافعي رحمه الله انه كان يقصد الدعاء عند ابی حنیفةؒ فانها من الكذب الظاهر.

یعنی ''امام ابوحنیفہؒ'' کہتے ہیں کہ قبر نبویؐ کی زیارت کے وقت سلام بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے ڈالے اور دوسرے امام کہتے ہیں۔ کہ سلام کے وقت خاص قبر کی طرف منہ ہو۔ اور ائمہ اربعہ سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ کہ دعاء کے وقت منہ قبر کی طرف کرے۔ ہاں ایک جھوٹی روایت امام مالکؒ سے نقل کرتے ہیں۔ امام مالکؒ کا مذہب اس کے خلاف ہے اور اس سے بڑھ کر ایک جھوٹی روایت امام شافعیؒ کے ذمے لگا رکھی ہے کہ وہ دعاء کے لئے امام ابوحنیفہؒ کی قبر کا قصد کرتے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔

غرض ائمہ اس معاملہ میں اسقدر محتاط ہیں۔ کہ قبر نبوی پر اپنے لئے دعا کی درخواست کرنا یا آپ کا وسیلہ پکڑنا تو کہیں رہا آپ کے لئے سلام درود میں بھی کھینچا تانی کر رہے ہیں۔ کوئی دونوں میں قبلہ رخ ہونا بتلاتا ہے اور کوئی سلام کو مستثنیٰ کرتا ہے۔ ہاں امام مالکؒ سے سلام کی بابت دو روایتیں ہیں۔ مگر اپنی خاطر دعا کی نیت سے آنا اور دعا کرنا اس سے وہ بھی سخت منع کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں قبر کے پاس کھڑا ہی نہ ہو۔

---

[1] اس میں محمد بن حمید ایک راوی ہے جو امام مالکؒ سے روایت کرتا ہے۔ مگر امام مالک سے اس کی ملاقات نہیں۔ پس روایت منقطع ہوئی نیز کئی محدثین نے اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔ اور کاذب کہا ہے پس اس روایت کا کوئی اعتبار نہیں خاص کر جب امام مالک کا مذہب جو ثقوں نے نقل کیا ہے اسکے خلاف ہے تو پھر اس روایت کا اعتبار کس طرح ہو سکتا ہے ملاحظہ ہو رسالہ ابن تیمیہ قاعدہ جلیلہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صیانۃ الانسان صفحہ ۲۴۲ میں بحوالہ الصارم المنکی لکھا ہے۔

قال القاضی عیاض وقال مالك فی المبسوط لا اری ان یقف عندقبر النبی ﷺ یدعو ویسلم ولکن یسلم ویمضی وھذا الذی نقله القاضی عیاض ذکرہ القاضی اسماعیل ابن اسحاق فی المبسوط قالؒ وقال مالك لا اری ان یقف الرجل عند قبرالنبی ﷺ یدعو ولکن یسلم علی النبی ﷺ وعلی ابی بکرؓ وعمرؓ ثم یمضی وقال مالك ذلك لان ھذا ھوا لمنقول عن ابن عمر انه کان یقول السلام علیك یا رسول الله السلام علیك یا ابا بکر السلام علیك یا ابت اویا ابتاہ ثم ینصرف ولا یقف یدعو فرای مالك ذلك من البدع .

قاضی عیاض کہتے ہیں۔ امام مالکؒ مبسوط میں فرماتے ہیں کہ میں دعاء اور سلام کے لئے قبر نبوی پر ٹھیرنا جائز نہیں سمجھتا۔ بلکہ سلام ڈال کر گزر جانا چاہئے۔ یہ جو کچھ قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے اسماعیل بن اسحاق نے بھی مبسوط میں امام مالکؒ سے ذکر کیا ہے کہ قبر نبویؐ پر دعا کے لئے نہ ٹھہرے بلکہ رسول اللہ ﷺ پر اور حضرت ابوبکرؓ پر اور حضرت عمرؓ پر سلام ڈال کر گزر جائے۔ اور امام مالکؒ نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ سے یہی نقل ہوا ہے وہ کہتے یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ پر سلام، اے ابوبکرؓ آپ پر سلام، اے میرے والد آپؓ پر سلام پھر چلے جاتے اور دعاء کے لئے نہ ٹھہرتے اس لئے امام مالک نے دعاء کے لئے ٹھہرنے کو بدعت سمجھا ہے۔''

نیز صیانۃ الانسان کے صفحہ ۲۵۴ میں ہے۔

قال فی روایة ابن وھب اذا سلم علی النبی ﷺ ودعا یقف ووجھه الی القبر لا الی القبلة فقوله فی ھذا الروایة اذا سلم ودعا قدیر یدبالدعاء الدعاء للنبی ﷺ کا لدعاء عند زیارۃ قبور سائر المومنین وھو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الدعاء لهم قصد او بالذات ولنفسه تبعا وبالعرض وهذا الاينكره احد من المسلمين كما تقدم فان كان مراد المالكية هذا الدعاء فهو حق لا نزاع لا حد فيه وان كان مرادهم الدعاء الذی يقصد زيارة القبر لاجله ويظن ان الدعاء عند القبر مستجاب وانه افضل من الدعاء فی المسجد فيقصد زيارته لطلب حوائجه فهذا مخالف كما روی عن امامهم بسند صحيح انه قال لا اری ان يقف عند قبر النبی ﷺ يدعو ولكن يسلم و يمضی ذكره اسماعيل بن اسحاق فی المبسوط والقاضی عياض وغير هم وقول مالك للخليفة المنصور عند المناظر لم تصرف و جهك عنه لا يصلح معارضا بهذا المروی فان سنده واه جدا.

امام مالکؒ ابن وہب کی روایات میں فرماتے ہیں۔ جب نبی ﷺ پر سلام ڈالے اور دعا کرے تو ٹھہرے اور منہ قبر کی طرف ہو نہ قبلہ کی طرف اس روایت میں امام مالکؒ کی مراد دعاء سے نبی ﷺ کے لئے دعا ہے جسے قبروں کی زیارت کے وقت مومنوں کیلئے دعاء اصل مقصود ہوتی ہے اور ضمناً اپنے لئے بھی مانگی جاتی ہے اس دعا سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا اگر مالکیہ کی یہ دعاء مراد ہو تو ٹھیک ہے اس میں کسی کو نزاع نہیں اور اگر مالکیہ کی دعا سے مراد اپنے لئے دعا ہو، اسی کی خاطر قبر کی زیارت مقصود ہو اور گمان کیا جائے کہ دعا قبر کے پاس قبول ہوتی ہے اور وہ مسجد نبویؐ کی دعا سے افضل ہے اور اسی بناء پر طلب حاجات کی خاطر زیارت کی جائے تو یہ امام مالکؒ کے قول کے خلاف ہے جو صحیح سند سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کے پاس دعا کے لئے ٹھہرنا میں جائز نہیں سمجھتا بلکہ سلام کہہ کر گزر جائے۔ چنانچہ اسماعیل بن اسحاق نے مبسوط میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اور امام مالک کا خلیفہ منصور کو گفتگو کے وقت کہنا کہ تو رسول اللہ ﷺ کی قبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی طرف منہ کیوں پھیرتا ہے یہ صحیح سند والے قول کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کی سند بہت ضعیف ہے۔

غرض قبروں کی زیارت کے معاملے میں بہت احتیاط چاہئے۔ خاص کر قبر نبویؐ کی بابت۔ ایک تو سفر کی اجازت نہیں۔ چنانچہ اس بارے میں ہم نے زیارت قبر نبوی مستقل رسالہ لکھا ہے دوم قبر کو محل اجابت دعاء سمجھ کر نہ آنا چاہئے نہ اپنے لئے دعاء کی نیت کرنی چاہئے۔ ہاں ضمناً اپنے لئے دعاء مانگ لے تو کوئی حرج نہیں۔ سوم قبر نبویؐ پر آپؐ کے لئے سلام و دعاء کی نیت سے بھی عام طور پر نہ آنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت زین العابدین وغیرہ سے اوپر گزر چکا ہے ہاں صرف سفر کو آنے

امنصور کے اس واقعہ میں یہ بھی ہے کہ امام مالکؒ نے منصور کو کہا **هو وسيلتك ووسيلة ابيك ادم الى الله يوم القيامه** یعنی رسول اللہ ﷺ آپ کا اور آپ کے باپ آدم علیہ السلام کا قیامت کے دن وسیلہ ہیں۔ یعنی قیامت کے دن شفاعت کے دروازہ آپ کے ذریعے کھلے گا۔ اس لئے آپ کی طرف سے منہ نہ پھیرنا چاہئے بلکہ آپ پر درود و سلام بھیجنا چاہئے اور آپ کے لئے وسیلہ اور مقام محمود کی دعاء کرنی چاہئے جیسے اذان کی دعاء میں ذکر ہے تا کہ آپ کی محبت ہو کر شفاعت نصیب ہو۔ اگر منصور کے اس واقعہ کا یہ مطلب بیان کیا جائے تو اگر چہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن مطلب اسکا صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ احادیث کے مطابق ہے کیونکہ قبروں کی زیارت سے مقصود ہی یہ ہوتا ہے کہ موت کی یاد کے علاوہ حسب حال ان کے لئے دعا کی جائے اور ان کے لئے عافیت اور سلامتی کا سوال کیا جائے اور ان پر سلام ڈالا جائے رسول اللہ ﷺ کے حسب حال سلام، درود، وسیلہ اور مقام محمود وغیرہ کی دعا ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہو کہ اپنے لئے دعا کی خاطر قبر نبویؐ کا قصد کیا جائے اور اسکو محل اجابت دعاء سمجھا جائے یا درخواست کی جائے کہ ہماری ضروریات کے لئے دعاء کیجئے۔ یہ سب صورتیں بدعت ہیں۔ سلف سے بالکل ثابت نہیں۔ بلکہ امام مالکؒ خود اس کے خلاف ہیں چنانچہ علامہ احمد بن محمد البرلسی مالکی قواعد الطریقہ میں لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۳۰ **وقد روی عن مالك لا يتوسل بمخلوق** اصلاً یعنی۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ مخلوق کے ساتھ بالکل وسیلہ نہ کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانے کے وقت اجازت ہے۔ سلف کا یہی طریق ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ جیسے مبسوط میں اسماعیل بن اسحاق نے نقل کیا ہے۔

لا باس لمن من سر او خرج ان يقف على قبر النبى ﷺ فيصلى عليه ويدعوله ولا بى بكر وعمر فقيل له وان ناسامن اهل المدينة لا يقدمون من سفر ولا يريد ونه يفعلون ذلك فى اليوم مرة او اكثر عندالقبر فيسلمون ويدعون ساعة فقال لم يغنى هذا عن احد من اهل الفقه ببلد نا ولا يصلح اخرهذه الامة الا ماصلح اولها ولم يبلغنى عن اول هذه الامة وصدرها انهم كانوا يفعلون ذلك ويكره الا من جاء من سفراو اراده .وقد تقدم فى ذلك من الاثار عن السلف والائمة مايوافق هذا ويوئده من انهم قصده للدعاء والوقوف عنده للدعاء ومن يرخص منهم فى شيئى من ذلك فانه انابرخص فيها اذا سلم عليه ثم ارادالدعاء وان يدعو مستقبل القبلة ويدعو مستقبل القبر وهكذا كانوايستحبو ن عندقبره ماهو من جنس الدعاء له والتحية كالصلوة والسلام ويكرهون المنقول عن سائر الائمة ليس فى ائمة المسلمين من استحب ان يستقبل قبر النبى ﷺ يدعو عنده (صراط مستقيم صفحه ۲۸۳ لغايت ۲۸۶)

یعنی "جو سفر سے آوے یا سفر کیلئے نکلے اس کے لئے ڈر نہیں کہ قبر نبویؐ پر آوے۔ اور آپ پر درود پڑھے اور آپؐ کے لئے اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کے لئے دعاء کرے۔ اس پر امام مالکؒ کو کہا گیا۔ کہ کئی لوگ اہل مدینہ سے سفر سے آنے یا سفر کیلئے نکلنے کو بغیر دن میں ایک دفعہ یا زیادہ یہ کام کرتے ہیں۔ کہا ہمارے شہر (مدینہ) میں اہل علم سے یہ بات ہمیں نہیں پہنچی۔ اور آخر اس امت کو لائق نہیں۔ مگر وہ کام جو اول اس امت کے لائق تھا۔ اور

www.KitaboSunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اول اور صدر اس امت (یعنی سلف) سے مجھے نہیں پہنچا کہ وہ یہ کام کرتے ہوں۔ اور یہ مکروہ ہے مگر جو سفر سے آوے یا سفر کا ارادہ کرے۔ اور اس سے پہلے سلف کے آثار اور ائمہ کے اقوال گزر چکے ہیں۔ جو اسکے موافق اور اس کے مؤید ہیں۔ کہ وہ قبر نبویؐ کے پاس رسول اللہ ﷺ کیلئے دعاء اور سلام اور دعاء کا قصد کر کے آنا اور قبر کے نزدیک ٹھہرنا مکروہ جانتے تھے۔ (جیسے زین العابدین وغیرہ سے اور دیگر ائمہ سے میں گزر چکا ہے) اور جو رخصت دیتا صرف اتنی رخصت دیتا کہ جو آپ ﷺ پر سلام ڈالے پھر دعاء کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ دعاء کرے۔ اور پیٹھ قبروں کی طرف ہو یا اس سے پھری ہوئی ہو بہر صورت منہ قبلہ کی طرف ہو اور اسی طرح باقی ائمہ سے منقول ہے۔ ائمہ میں سے کوئی اس کو دوست نہیں رکھتا۔ کہ قبر کی طرف منہ کر کے دعاء کرے۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ جن اماموں کی تقلید کرتے ہیں ان کی بھی پرواہ نہیں کرتے آمین رفعیدین وغیرہ میں تو انکا اتنا پاس کرتے ہیں کہ دنگے فساد تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور مسائل توحید میں ان کو پوچھتے بھی نہیں

ناظرین خیال فرمائیں کہ ائمہ دین سلف کے کیسے متبع تھے۔ کہ ذرا سا تغیر بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے اور امام مالکؒ کا یہ اصول کیسا سونے سے لکھنے کے قابل ہے۔ کہ اس امت کے آخر کو لائق نہیں۔ مگر جو اول کے لئے لائق تھا۔ یا اللہ! تو ہمیں ان ہی کے طریق پر زندہ رکھ اور انہی کے طریق پر مار اور قیامت کے دن انہی میں حشر کر۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

Acc. No. 1975
University

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

خوشخبری

جامعہ اہلحدیث لاہور کا
مدینہ یونیورسٹی سے الحاق

سلف صالحین کے طریق کار کا علمبردار

جامعہ اہل حدیث لاہور

تعارف: جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور الحمدللہ اپنے تعلیمی معیار اور قابل اساتذہ کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔جس میں 16 قابل محنتی اساتذہ تعلیمی فرائض سرانجام دینے پر مامور ہیں۔

قائم کردہ: مجتہد العصر حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ و رئیس المناظرین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑیؒ تاسیس اول 1914ء شہر روپڑ تجدید تاسیس 1948ء لاہور

شعبہ جات: جامعہ ہذا سات شعبوں پر مشتمل ہے' تحفیظ القرآن' درس نظامی' وفاق المدارس' دارالافتاء' تصنیف والتالیف' فن مناظرہ' دعوت والارشاد۔اس کے ساتھ ساتھ ایف اے تک عصری تعلیم کا معقول بندوبست۔

سالانہ اخراجات: جامعہ کا سالانہ خرچہ جس میں طلبہ کے قیام وطعام' ادویات' صابون اساتذہ کرام و ملازمین کی تنخواہوں سمیت تقریباً 16 لاکھ روپے سے تجاوز کر چکا ہے جو اللہ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے پورا ہوتا ہے۔

تعمیری منصوبہ: جامعہ کے آئندہ منصوبہ جات میں طلبہ کے لئے تدریسی کمروں کی ضرورت ہے الحمد للہ رہائش کے لئے دو ہال نیز عظیم الشان لائبریری تکمیل کے آخری مراحل میں ہے تدریسی کمروں کی تعمیر کا تخمینہ تقریباً 35 لاکھ روپے ہے۔

اپیل: یہ تمام کام اللہ کے فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے جاری ہیں اس لئے مخیر حضرات بڑھ چڑھ کر تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 7066 یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ برانڈرتھ روڈ لاہور پاکستان

منجانب: **حافظ عبدالغفار روپڑی**
ناظم اعلیٰ جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور
فون: 7656730
فیکس: 7659847